www.KitaboSunnat.com



اِفادات : قاری محمد طاہر رحیمی☆
جمع وترتیب: قاری محمد صفدر☆☆

# منکر قراءات علامہ تمنا عمادی کے نظریات کا جائزہ

علم قراءات کو اردو زبان میں منتقل کرنے میں پانی پتی سلسلہ کے مشائخ قراءات کی خدمات برصغیر کی تاریخ میں ہمیشہ یاد رکھی جائیں گی۔ اس سلسلہ کی نمایاں شخصیات (شیخ المشائخ قاری محی الاسلام عثمانی پانی پتی رحمہ اللہ، شیخ القراء قاری محمد فتح اعمی پانی پتی رحمہ اللہ، شیخ القراء قاری رحیم بخش پانی پتی رحمہ اللہ اور شیخ القراء قاری محمد طاہر رحیمی رحمہ اللہ) کے نام اپنی عظیم خدمات کی بنا پر آبِ زر سے لکھنے کے قابل ہیں۔ ان مشائخ میں آخر الذکر اس اعتبار سے فائق ہیں کہ علم تجوید وقراءات کے علاوہ دیگر علوم میں بھی مہارت تامہ رکھتے تھے۔ درس نظامی، عالمیہ کے امتحانات میں انہوں نے 'وفاق المدارس العربیۂ' میں پاکستان بھر میں اوّل پوزیشن حاصل کی۔ اسی وجہ سے علم قراءات کے تعارف، حجیت وثبوت وغیرہ پر انہوں نے مفصلاً قلم اٹھایا۔ کشف النظر اردو ترجمہ کتاب النشر کا ساڑھے چارسو صفحات پر لکھا گیا مقدمہ ہو یا علامہ تمنا عمادی کے انکارِ قراءات کے نظریات کا تفصیلی رد، ان کی قابلیت کا منہ بولتا ثبوت ہے۔

مجلس التحقیق الاسلامی کے رفیق کار جناب قاری محمد صفدر حفظہ اللہ نے علامہ تمنا عمادی کی کتاب 'اعجاز قرآن واختلاف قراءات' پر شیخ القراء قاری طاہر رحیمی رحمہ اللہ کی تقریباً ہزار صفحات پر مشتمل مفصل کتاب 'دفاع قراءات' کی قارئین رشد کے لیے یوں تلخیص کردی ہے کہ علامہ تمنا کے نمایاں اعتراضات وشبہات کا شافی جواب سامنے آگیا ہے۔ تفصیلی نقد کے شائقین اصل کتاب کی طرف رجوع فرما سکتے ہیں۔ [ادارہ]

اللہ تعالیٰ کی یہ سنت ماضیہ ہے کہ اس نے انسانوں کی رشد وہدایت اور راہنمائی کے لیے انبیاء کا سلسلہ جاری فرمایا اور انہیں تعلیمات سے نوازا تاکہ وہ بغیر کسی ٹیڑھ اور کج روی کے لوگوں کو ظلمت کے گھٹاٹوپ اندھیروں سے نکال کر ہدایت اور روشنی دکھائیں۔ اس سلسلہ کی آخری کڑی جناب محمد رسول اللہ ﷺ کو قرآنی معجزہ کے ساتھ مبعوث فرمایا۔ یہ ہر دور کے لوگوں کی روِش رہی ہے کہ انہوں نے تعلیمات انبیاء کا انکار اور استہزاء کیا۔ جب آپ ﷺ نے اپنی نبوت کا اِعلان کیا اور مشرکین مکہ پر قرآن پیش کیا تو وہ آپ ﷺ کے درپے ہوگئے اور آپ کی تعلیمات کا اِنکار کرنے کے لیے طرح طرح کے حیلے بہانے تراشنے لگے، کبھی تو آپ ﷺ کی ذات مبارکہ پر طعن وتشنیع کرتے ہوئے آپ کو مجنون، جادوگر اور مخبوط الحواس کہا اور کبھی انکار قرآن کے لیے اسے اَساطیر الاولین، اَقوام عالم کے قصے کہانیاں اور اختراعی باتیں قرار دیا، لیکن وہ اپنے ارادوں میں ناکام رہے۔

☆ پاکستان میں علم قراءات کے پانی پتی سلسلہ کے بانی استاد...... مصنف کتب کثیرہ

☆☆ مدرس کلّیۃ القرآن ، جامعہ محمدیہ، لوکوورکشاپ، ورکن مجلس التحقیق الاسلامی، لاہور



محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com


کفر کی پیشانی پہ ہے خندہ زن
پھونکوں سے یہ چراغ بجھایا نہ جائے گا

جس طرح ماضی میں اعداء اسلام نے قرآن اور اس کی تعلیمات کو تارِ عنکبوت ثابت کرنے کی سعی لا حاصل کی۔ اسی طرح موجودہ زمانہ میں بھی مستشرقین نے اپنی بھرپور کوشش اور وسائل کو صرف کیا جس کی وجہ سے چند ضعیف الاعتقادات اور سطحی علم رکھنے والے ’علامہ صاحبان‘ بھی ان باطل نظریات وعقائد کے نہ صرف حامی ہوئے بلکہ ان کی ترویج و اشاعت میں بھی اپنا بھرپور کردار ادا کیا۔ انہی میں سے ایک علامہ تمنا عمادی ہیں جنہوں نے اس کارِ خیر میں اپنا حصہ ڈالتے ہوئے ’جمع قرآن اور اعجاز القرآن‘ نامی کتب تحریر کیں لیکن اللہ تعالیٰ نے انہیں خاب وخاسر اور ناکام ونامراد کرنے کے لیے ایسے افراد پیدا کیے، جنہوں نے قرآن اور اس کے متعلقہ علوم معارف کو خوب اَحسن طریقے سے لوگوں کے سامنے واضح کیا۔

ان کتب میں موصوف نے قراءاتِ قرآنیہ کو باطل ثابت کرنے کے لیے کبھی تو انہیں اختراع قراء کہا اور کبھی ناقلین پر جرح کی اور کبھی روایات جمع وتدوین قرآن اور اَحادیث سبعہ اَحرف کو روافض وملاحدہ کی طرف سے وضع کردہ قرار دیا۔ زیر نظر مضمون میں ہم انہی کے اعتراضات کا جائزہ پیش کریں گے۔ موصوف کے اِعتراضات بنیادی طور پر دو طرح کے ہیں:

① قراءاتِ قرآنیہ اختراع روافض وملاحدہ ہیں۔
② قراء وناقلین قراءات پر جرح۔

ذیل میں ہم انہی کو بیان کرتے ہیں:

## پہلی قسم کے اعتراضات اور ان کے جوابات

قراءاتِ قرآنیہ کے موضوع ہونے کے دلائل دیتے ہوئے کہتے ہیں:

❶ مصاحف کا غیر منقوط اور غیر معرب ہونا اختلاف قراءات کی دلیل نہیں بن سکتا اور یہ کہنا غلط ہے کہ قرآنی نقاط و اِعراب بعد کی ایجاد ہیں۔ اگر نقطے بعد میں ایجاد کئے گئے تو عرب متشابہ الصور حروف میں تمیز کیسے کرتے تھے۔ جب عربی حروف وضع کئے گئے اسی وقت سے نقطے بھی وضع کئے گئے ہیں، کیونکہ ابن عباس رضی اللہ عنہ کا قول ہے سب سے پہلے نقطے عامر بن جدرہ نے وضع کئے اس قول کو ابن ندیم نے الفہرست ص ۷ میں نقل کیا ہے، اسی طرح عثمان جنی نے أمالي میں عہد جاہلیت کا ایک شعر بطورِ استشہاد نقل کیا ہے کہ نقطے پہلے سے ہی ہیں۔ وہ شعر یہ ہے:

رعتني بسهم نقطت منه جفتني
وإذ نفطت عين نذرف كالغين

اس کام کے کرنے کے نسبت حجاج جیسے فاسق فاجر کی طرف کی جاتی ہے اور ایسے آدمی سے اسلام کے لیے خیر کی کیسے توقع کی جا سکتی ہے۔؟ [ملخصاً اعجاز القرآن]


محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

## جوابات

مذکورہ بالا اعتراضات کے جواب مندرجہ ذیل ہیں:

① قرآن مجید کے لفظ اور اعراب کی موجودہ شکل قطعاً قبل از اسلام موجود نہ تھی اور اس بات کا جناب کو بھی اِعتراف ہے۔علامہ موصوف اپنی کتاب 'إعجاز القرآن' میں جہاں مصاحف کا تعارف کرواتے ہیں وہاں جب حضرت علی رضی اللہ عنہ کے مصحف کا تعارف پیش کیا تو اس میں یہ بات لکھی ہے کہ اس مصحف پر جسے حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اپنے ہاتھ سے تحریر کیا تھا،اعراب موجودہ شکل میں نہیں بلکہ سرخ روشنائی سے نقطوں کی صورت میں لگے ہوئے ہیں۔

[إعجاز القرآن]

② علامہ عبدالعظیم زرقانی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

''یہ بات معروف ہے کہ مصاحف عثمانیہ نقطوں سے خالی تھے اس کی وجہ یہ تھی کہ تمام منقول وجوہ قراءات اس سے اَخذ کی جاسکیں۔ اگرچہ وضع نقاط میں مؤرخین کا اختلاف ہے،لیکن یہ بات بالکل درست ہے کہ مصاحف میں موجودہ نقطوں کا کام عبدالملک بن مروان کے عہد میں ان کے حکم سے حجاج بن یوسف نے، یحییٰ بن یعمر اور نصر بن عاصم سے لگوائے۔'' [ملخصاً مناهل العرفان:۱/۳۹۹،۴۰۰]

③ علاماتِ اعراب کے متعلق علامہ زرقانی رحمہ اللہ کا قول:

''اس بات پر مؤرخین کا اتفاق ہے کہ عرب اولاً حروف وکلمات کے اِعراب سے نا آشنا تھے وہ زبان دانی میں ماہر تھے۔ اس لیے اس کی ضرورت محسوس نہ کرتے تھے۔ہاں جب عجمی مسلمان ہوئے تو قرآن ولغت قرآن پر زیادتی کرنے لگے اور ابوالاسود الدؤلی والا واقعہ بیان کیا ہے کہ انہوں نے ایک آدمی کو "إن الله برئ من المشركين ورسوله" غلط پڑھتے سنا تو زیاد کے حکم کو بجا لاتے ہوئے زبر، زیر اور پیش وغیرہ کی علامات مقرر کیں جو نقطوں پر مشتمل تھیں۔بعد میں عبدالمالک بن مروان نے اِعراب اور نقطوں کی موجودہ صورتیں وضع کروائیں۔ [ملخصاً مناهل:۱/۴۰۱،۴۰۰]

④ خزینة الاسرار ص۱۴ میں روح البیان کے حوالہ سے بھی یہی بات تاریخی پس منظر کے ساتھ موجود ہے۔ صاحب اسرار نے باب قائم کیا ہے"أول من وضع الاعراب والنقط الذين فی المصاحف العظيم"

### دلیل نمبر۲ کا جواب:

سب سے پہلی بات تو یہ ہے کہ عربوں میں لکھے پڑھے افراد بہت کم تھے ان میں زیادہ تر حفظ پر اعتماد تھا (اور جو لکھنا پڑھنا جانتے تھے وہ قدرت کی طرف سے ودیعت کردہ ملکہ کے ساتھ ان میں امتیاز کرلیتے تھے) جب ان کا عام معاملہ حفظ سے ہوتا تھا تو پھر نہ کتابت رہی نہ ممتاز کرنے کی ضرورت پیش آئی۔ دوسری بات یہ کہ اس وقت ان میں امتیاز کے لیے موجودہ نقطے استعمال نہیں کئے جاتے تھے بلکہ کسی کے شوشے کو موڑا ہوا ہوتا کسی کے شوشے کو بڑھایا ہوا ہوتا۔

### دلیل نمبر۳:

سب سے پہلی بات تو یہ ہے کہ نقطے حجاج نے خود نہیں لگائے بلکہ اس وقت کے علماء نے لگائے۔دوسری بات یہ کہ نقطے حجاج کے حکم پر نہیں عبدالملک بن مروان کے حکم پر لگوائے گئے۔ حجاج محض سرکاری نگران تھا۔اگر حجاج نے لگائے


محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



یا لگوائے ہوں تب بھی اس سے کوئی فرق نہیں پڑتا، اگر یہ کام غلط ہوتا تو اس وقت کے علماء اس کی ضرور مخالفت کرتے کہ اس نے قرآن میں معاذ اللہ تحریف لفظی یا معنوی کی ہے۔ بھلے حجاج جیسا آدمی بھی ہو، لیکن اللہ تعالیٰ اس دین کی نصرت کبھی فاسق آدمی سے بھی کرواتے ہیں، جس طرح شیطان نے آیۃ الکرسی کا وظیفہ بتایا۔

تیسری بات یہ کہ ایک طرف تو محترم سعید بن جبیر اور عاصم بن ابی النجود کے اقوال کی بنا پر حجاج کو فاسق بنا رہے ہیں اور دوسری طرف جب قراء پر جرح کرتے ہیں تو اسی فاسق آدمی (بقول ان کے) کی جرح سے مذکورین کو مجروح قرار دیتے ہیں۔

**دلیل نمبر۴: شعر جاہلی:**

موصوف نے اپنی اس بات کی ایک دلیل یہ دی ہے کہ کتاب 'الامالی' میں ابن جنی متوفی ۳۹۳ھ نے بھی ابتداء سے ہی عربی حروف پر نقطوں کا دعویٰ کرتے ہوئے دلیل کے طور پر یہ شعر نقل کیا ہے۔

رمتني بسهم نقطت منه جفنتي
واذ نفطت عين نذرف كالعين

''جب کسی آنکھ پر نقطہ جیسا زخم لگا تو وہ بادل کے برسنے کی مانند رونے لگی۔''

جواب: اس شعر میں نقطہ کا ذکر ہے وہ موجودہ نقطوں کی بات نہیں ہے اور مزید یہ کہ نقطے صرف متشابہ حروف میں امتیاز کے لیے نہیں بلکہ اعتبار و محوس کی علامات کے لیے بھی استعمال ہوتے ہیں۔

**دلیل نمبر۵: ابن ندیم کا کہنا کہ عامر نے نقطے لگائے؟**

سب سے پہلے تو ابن عباس رضی اللہ عنہ کے اس قول کی استنادی حیثیت کیا ہے؟ دوسرا یہ کہ اس قول کی صحت ثابت بھی ہو جائے تو صرف یہ کہا جا سکتا ہے کہ ایک مؤقف یہ بھی تھا، لیکن جمہور مؤرخین و محققین کے ہاں معتبر مذہب دوسرا ہے اور اس مؤقف کو بھی سامنے رکھا جائے تو اس میں حالیہ نقطوں کی بات نہیں ہو رہی اور مزید یہ کہ تاریخی شواہد، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے مکتوباتِ گرامی اور دیگر تحریرات بھی اس بات پر دلیل ہیں کہ اس وقت حروف نقطوں سے اور کلام اِعراب سے خالی ہوتی تھی۔

**اعتراض نمبر۲:** اختلاف قراءت کا سبب مصاحف کا نقطوں اور اعراب سے خالی ہونا ہے نہ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے منقول ہونا، کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیمات لوگوں کے لیے مختلف نہیں ہو سکتیں۔

**جواب:** یہ عجیب منطق ہے کہ ایک طرف تو علامہ موصوف مصاحف کے نقاط و اعراب کے قائل ہیں اور دوسری طرف یہ بات کر رہے ہیں کہ اختلاف قراءت نقطے و اعراب نہ ہونے کی وجہ سے پیدا ہوا۔ دوسری بات یہ کہ اختلاف قراءت اگر مصاحف کے خالی از نقاط و اعراب کے سبب وجود میں آیا تو اس طرح تو اور بہت سارے اختلاف ہو سکتے تھے اور رسم میں ان کی گنجائش بھی موجود تھی لیکن وہ اختلافات نہ کسی نے پڑھے اور نہ نقل کیے مثلاً سورہ بقرہ: ۴۸ میں ہے۔ ﴿يَوْمَ لَا تَنْفَعُهَا شَفَاعَةٌ﴾ اور اسی سورۃ کی آیت نمبر: ۱۲۳ میں دیکھیں تو ﴿يَنْصُرُوْنَ﴾ ان کو نہ کسی نے ینفعھا اور نہ کسی نے تنصرون نقل کیا ہے۔

اس سے اور اس جیسی دیگر مثالوں سے یہ بات واضح ہوئی کہ اختلاف قراءت کا سبب مصاحف کا نقطوں سے خالی



محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



ہونا نہیں ہے بلکہ اس کے برعکس اختلاف قراءت کو سامنے رکھتے ہوئے قرآن کا خاص رسم اختیار کیا گیا۔ نیز یہ کہ اختلاف قراءت کا اصل مدار زبانی تلقین وتعلیم پر ہے جس کی زبردست دلیل یہ ہے۔ قرآن مجید میں بے شمار ایسے کلمات ہیں جن میں ایک طرح سے زائد ادائیگی کے احتمالات ہیں لیکن انہیں صرف ایک طرح پڑھا گیا ہے اسی طرح بہت سے کلمات مرسومہ کا تلفظ رسم کے خلاف ہے مثلاً جآء ئ مثلاً 'الم' کیا اس کو کبھی کسی نے الم پڑھا ہے لاذبحنّہ، کو کبھی کسی نے لا اذبحنہ پڑھا ہے، نہیں تو اس کا مطلب سوائے اس کے کیا ہے کہ اختلاف قراءت محض رسم پر منطبق نہیں ہوتا۔

اسی طرح وہ روایات جن میں صحابہ کے اختلاف قراءت کی بات ہے وہ بھی اس بات پر شاہد ہیں کہ رسم مصاحف کی وجہ سے اختلاف قراءت رونما نہیں ہوا بلکہ یہ تو اس سے بہت پہلے کی بات ہے کیونکہ مصاحف تو اس وقت موجود نہ تھے۔ معلوم یہ ہوا کہ اختلاف قراءت مصاحف میں نقطے اور اعراب نہ ہونے پر منحصر نہیں ہے بلکہ صحیح سند اور سماع پر محمول ہے اس میں ذاتی رائے یا اجتہاد کو کوئی عمل دخل نہیں ہے۔ جیسا کہ امام شاطبی قصیدہ شاطبیہ کے باب قراءات میں فرماتے ہیں۔

وما لقياس في القراءة مدخل
فدونك ما فيه الرضا متكفلا

اور اسی طرح امام نافع اور ابوعمرو بصری سے بھی منقول ہے کہ اگر قراءات میں نقل وروایت کی پابندی نہ ہوتی تو میں فلاں حرف کو فلاں طرح اور فلاں کو فلاں طرح پڑھتا۔ [النشر:۱/۱۷، إبراز المعانی ص۴]

**اِعتراض نمبر۳:**

اِختلاف قراءات کوفہ میں روافض کے ایجنٹوں نے گھڑ کر مختلف وضعی سلسلہ اَسانید کے ساتھ ان کو معروف کیا۔

**جواب:** قراءات اسلامی مراکز میں بطورِ حجت تسلیم کی جاتی تھیں۔

علامہ موصوف کے اعتراض کے پہلے حصے پر اگر غور کیا جائے تو یہ بات سمجھ آتی ہے کہ قراءات اسلامی مراکز میں بطورِ حجت شرعیہ اور قرآن کے تسلیم شدہ تھیں۔ تب ہی تو لوگوں نے قراءات وضع کرنا شروع کیں تاکہ منقول قراءات کے مقابلہ میں خود ساختہ پیش کر کے اپنے مذموم مقاصد کو حاصل کیا جاسکے۔ اگر قراءات حجت ہی نہ تھیں، ان کا کوئی وجود ہی سرے سے نہ تھا تو ان کو گھڑنے کی ضرورت ہی پیش نہ آتی، کیونکہ جب ایک نئی چیز جو غیر قرآن تھی، قرآن کے طور پر پیش کی جاتی تو لوگ اسے کیونکر قبول اور تسلیم کرتے؟

### ❶ کیا مروجہ قراءات روافض اور ملاحدہ نے اپنے مقاصد کے لیے گھڑیں؟

اگر قراءات مروّجہ ملاحدہ رافضیوں نے اپنے مقاصد کے لیے گھڑی ہیں تو سوال یہ ہے کہ ان موجودہ قراءات سے ان کے کس عقیدہ کی تائید ہے؟ ان کے کس مقصد کی تکمیل ہے؟ جواب نفی میں ہے۔ جب ان کے مقاصد ان سے پورے نہیں ہورہے تو پھر انہیں اس اختراع کا کیا فائدہ تھا؟ کیا وہ ایک لاحاصل اور بے مقصد چیز کے لیے ان کو گھڑتے رہے؟ معلوم ہوا کہ مروجہ قراءات اختراع روافض نہیں۔ ہاں ان کی خواہش اور تمنا ضرور یہ تھی کہ وہ منقول قراءت کو خلط ملط کر کے یا اختلاف قراءت کے نام پر اپنے مقاصد حاصل کریں، لیکن اس میں انہیں منہ کی کھانا پڑی۔



محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com


### ❷ اگر قراءات من گھڑت تھیں تو اُمت نے ان کو قبول کیوں کیا؟

اگر واقعتاً بات ایسی تھی تو اُمت میں سے کسی شخص نے ان کا انکار کیوں نہ کیا؟ بلکہ محدثین اور مفسرین نے ان قراءات کو نہ صرف نقل کیا بلکہ ان سے مسائل بھی اَخذ کئے۔ تب سے اب تک اُمت میں قراءات کی غیر معمولی مقبولیت اور مقام اس بات کی واضح دلیل ہے کہ قراءات اختراع روافض نہیں بلکہ منزل من اللہ اور منقول عن الرسول ہیں۔

رسول کریم ﷺ کی بابت سے قرآن میں یہ بات کہی گئی کہ

﴿لَوْ تَقَوَّلَ عَلَيْنَا بَعْضَ الْاَقَاوِيْلِ ۝ لَاَخَذْنَا مِنْهُ بِالْيَمِيْنِ ۝ ثُمَّ لَقَطَعْنَا مِنْهُ الْوَتِيْنَ﴾ [الحاقة:۴۴تا۴۶]

''یعنی اگر پیغمبر بھی کوئی بات گھڑ کر ہماری طرف منسوب کرتا تو ہم دائیں ہاتھ سے اس کی شہ رگ کاٹ دیتے۔''

اگر رسول قراءت گھڑے تو اس کا تو یہ انجام ہو اور اگر کوئی عام آدمی قراءات گھڑے تو کیا وہ احترام و اکرام سے نوازا جائے؟ قراءات اگر ان قراء نے گھڑی ہوتیں تو اللہ ضرور انجام سے دوچار کرتے۔

✵ قراءات مخترعہ کے شائع اور مقبول ہونے کے باوجود حفظ قرآن کا ربانی وعدہ اپنی جگہ قائم ہے؟

اگر قراءات گھڑی گئیں تھیں تو پھر اُمت کے ہاں انہیں یہ مقام کیسے ملا؟ آیا ان کے معروف اور شائع ہونے کے باوجود اللہ کا وعدہ ﴿إِنَّا نَحْنُ نَزَّلْنَا الذِّكْرَ وَإِنَّا لَهُ لَحٰفِظُوْنَ﴾ سچا ہے؟ ﴿لَا يَأْتِيْهِ الْبَاطِلُ مِنْ بَيْنِ يَدَيْهِ وَلَا مِنْ خَلْفِهِ تَنْزِيْلٌ مِّنْ حَكِيْمٍ حَمِيْدٍ﴾

### ✵ عدم تناقض قراءات کے منزل ہونے کی دلیل ہے؟

امام جزری اسی بات کو قراءات کے منزل ہونے کی زبردست دلیل گردانتے ہوئے فرماتے ہیں: آپ ﷺ کی نبوت اور قرآن کی صداقت پر یہ عظیم الشان اور واضح ترین قطعی دلیل ہے کہ قسم قسم کے اختلافات کے باوجود قراءات میں تناقض نہیں بلکہ ایک قراءت دوسری کی تصدیق اور تشریح کرتی ہے اور ہر سمجھدار یہ جانتا ہے کہ ایسا صرف کلام الٰہی میں ہی ہوسکتا ہے۔ [النشر:۵۲/۲]

اگر قراءات کلام انسان ہوتیں تو ان میں ضرور ضدیت اور تناقض ہوتا، کیونکہ فرمان ربانی ہے: ﴿لَوْ كَانَ مِنْ عِنْدِ غَيْرِ اللهِ لَوَجَدُوْا فِيْهِ اخْتِلَافًا كَثِيْرًا﴾

### ✵ کیا اَسانید قراءات بھی گھڑی گئیں تھیں؟

سند دین میں انتہائی اہمیت کی حامل چیز ہے جیسا کہ صحیح مسلم کے مقدمہ میں ابن مبارک کا قول ہے: ''لو لا الإسناد لقال من شاء ما شاء'' تو سند ہمیشہ سے قراء اور محدثین کے ہاں بنیادی اور غیر معمولی اہمیت کی حامل رہی ہے۔ اس لیے اس کی جانچ پرکھ کے مختلف اصول وضوابط واضح کئے گئے۔ سو زبان سے کہہ دینا کہ قراءات اسناد گھڑی گئی ہیں اس کی کوئی دلیل نہیں۔ بلکہ ثبوت اسناد قراءات کے بہت سے دلائل ہیں۔ ثانیاً یہ کہ کسی بھی محدث و مقری کو اس بات کا علم نہ ہوسکا جو آپ پر القاء ہوا ہے۔

**اِعتراض:** حدیث سبعہ پہلی صدی کے آخر یا دوسری کے شروع میں گھڑی گئی۔ نیز تیسری صدی ہجری سے قبل قراءات کا وجود نہ تھا صرف چند سازشی مصنفین شاذ و نادر اپنی کتابوں میں نقل کردیتے تھے۔



محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

**جواب:** اس اعتراض میں تین باتوں کا تذکرہ ہے:

① حدیث سبعہ موضوع ہے۔ کیا ثبوت قرآن ثبوت حدیث سے ہے؟

② قراءات تیسری صدی کے بعد کی ایجاد ہیں۔

③ تیسری صدی سے قبل چند سازشی لوگ نقل کرتے تھے۔

حدیث سبعہ اَحرف تقریباً بیس صحابہ کرام سے منقول اور مروی ہے [النشر :۲۱/۱] یہ حدیث ہر طبقہ اور ہر ہر دور میں حد تواتر کو پہنچی ہوئی ہے۔ بلکہ صحابہ کے ہاں بھی متواتر تھی جیسا کہ مسند ابی یعلی الموصلی میں ہے کہ ایک دن حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے لوگوں کو اللہ کا واسطہ دے کر اس حدیث کے متعلق پوچھا کہ کس کس نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ حدیث سنی ہے تو بے شمار لوگ کھڑے ہوگئے پھر فرمایا: میں نے بھی یہ حدیث آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنی ہے۔

[مسند أبویعلی :۱۵۳/۱، مسند عثمان نمبر۲]

نیز یہ کہ کئی محدثین مثلاً جزری نے موضوعات، امام مروزی نے 'علل الحدیث' اور امام دارقطنی نے 'العلل' کے نام سے موضوعات پر الگ الگ کتب تصنیف فرمائی ہیں، لیکن کسی نے بھی اس حدیث کو موضوعات میں شمار نہیں کیا۔ معلوم ہوا کہ حدیث سبعہ موضوع نہیں۔ جب حدیث سبعہ کو موضوع کہنا غلط ہے تو یہ بات واضح ہوگئی کہ جن اَحادیث میں مخاصمہ ہوا وہ عہد نبوی میں ہوا نہ کہ پہلی صدی کے آخر یا دوسری صدی کے شروع میں۔ تیسری صدی سے قبل بھی قراءات نقل کی جاتی تھیں بلکہ قراءات پر الگ مستقل کتابیں موجود تھیں۔ سب سے پہلے یحییٰ بن یعمر نے پہلی صدی میں ایک کتاب تالیف کی جس میں مصاحف عثمانیہ کے اِختلافات کو جمع کیا گیا۔ دوسری صدی میں اَبان بن تغلب کوفی متوفی ۱۴۱ھ نے القراءات، مقاتل بن سلیمان متوفی ۱۵۰ھ اور زائدہ بن قدامہ ثقفی متوفی ۱۶۱ھ نے بھی القراءات نامی کتاب لکھی۔ اسی طرح ابن عامر یحصبی متوفی ۱۱۸ھ نے اختلاف مصاحف الشام والحجاز والعراق نامی۔ حمزہ زیات متوفی ۱۵۹ھ نے القراءۃ اور ہارون نحوی متوفی ۱۷۰ھ نے القراءات نامی کتب تحریر کیں۔ [بحوالہ جبیرۃ الجراحات فی حجیۃ القراءات]

معلوم ہوا تیسری صدی سے قبل یہ چند لوگ نہ تھے بلکہ بہت سے لوگ تھے جو قراءات نقل کرتے تھے اور اپنی کتب میں انہیں تحریر بھی کرتے تھے۔

## روایات جمع القرآن کا موضوع ہونا

'علامہ' صاحب نے قراءت کو مشکوک اور من گھڑت بنانے کے لیے ہر وہ کوشش کی جو ان سے قبل ملاحدہ اور مستشرقین نے بھی نہیں کی۔ موصوف کبھی تو حدیث سبعہ احرف کو موضوع اور من گھڑت قرار دیتے ہیں اور کبھی روایات جمع قرآن کو موضوع قرار دیتے ہیں۔

موصوف نے امام طبری کے قول 'چھ حروف کے ترک کردینے'' کو بنیاد بنا کر قراءات کا انکار کیا ہے۔ سوال یہ ہے کہ اگر جمع وتدوین قراءات والی ساری روایات ہی موضوع ہیں تو طبری کے قول کو انکار قراءت پر پیش کرنے کا جواز نہیں بنتا اور دوسری بات یہ کہ ایک ہزار سال میں کسی بھی محدث فقیہ اور عالم کو اس بات کا علم نہ ہوسکا، محدثین نے اپنی کتب میں جمع قرآن عہد نبوی، صدیقی اور عثمانی والی روایات نقل کیں ہیں۔ اسی طرح انہوں نے موضوعات کے لیے


محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

الگ الگ کتب تحریر کیں وہ اس بات سے قطعاً بے خبر رہے کہ احادیث جمع قرآن موضوع ہیں۔ نہ جانے علامہ صاحب کے پاس وہ کون سا ذریعہ علم تھا جس سے انہیں معلوم ہوا کہ ایک ہزار سال سے زائد امت اسلامیہ گمراہی میں جکڑی ہوئی ہے لہٰذا مجھے ان کی راہنمائی کرنی چاہیے۔

* عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے جمع عثمانی سے اختلاف کیا اور اپنے شاگردوں کو مصاحف تبدیل نہ کرنے کی تلقین کی۔

**جواب**: ایک طرف تو جناب کے ہاں روایات جمع القرآن موضوع ہیں اگر بقول آپ کے وہ روایات من گھڑت ہیں تو حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کا اختلاف اور شاگردوں کو تلقین کرنے کے کیا معانی؟ دوسری بات یہ کہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے اگرچہ شروع میں ناراضی کا اظہار کیا جس کی کئی ایک وجوہات ہیں (جو کہ ہمارا موضوع نہیں) لیکن بعد میں جب انہیں حضرت عثمان نے بلایا تو آپ رضی اللہ عنہ نے اپنے شاگردوں سے فرمایا کہ وہ ہمارے امیر ہیں ان کی اطاعت ہم پر فرض ہے۔ [سیر:۴۸۹/۱] نیز جب انہیں اپنے رائے کے منفرد ہونے کا علم ہوا تو انہوں نے رجوع کرلیا تھا۔[سیر:۴۸۸/۱]

تیسری بات یہ کہ قراءات منقولہ متواترہ غیر منسوخہ کے تنوع کا تعلق مصحف ابن مسعود سے نہیں بلکہ یہ اختلاف وتنوع مصاحف عثمانیہ سے منقول ہے۔

## دوسری نوعیت کے اعتراضات

علامہ صاحب نے قراءات کو ناقابل اعتبار اور موضوع بنانے کے لیے ائمہ قراءات پر بڑے شدومد کے ساتھ جرح نقل کی ہے۔ان کی نقل کردہ جرح کی اصل کیا ہے ہم اپنے مضمون کے اس حصہ میں اس پر روشنی ڈالیں گے۔

### اِمام نافع پر اعتراضات:

امام موصوف پر مندرجہ ذیل اِعتراضات اٹھائے گئے ہیں:

① ان کے استاد عبدالرحمٰن بن ھرمز موالی (آزاد کردہ غلام) ہیں۔
② نیز امام ابوجعفر استاد نافع کے شیخ ابن ابی ربیعہ مجہول الحال ہیں۔[ص۳۴۳، قاع]
③ ابن ھرمز کے استاد قراءت کے عالم نہیں۔
④ ابن ھرمز سے صرف نافع اکیلے نے نقل کیا۔
⑤ امام نافع کے ستر تابعین سے پڑھنے والی روایت میں ابوحمہ مجہول ہے اور ابو قرہ منفرد ہے۔ یہ دونوں قاری نہیں تھے۔نیز نافع نے ابوقرہ کو اپنی قراءۃ کے متعلق تنہائی میں بتایا ہوگا؟
⑥ نافع کوفی ایجنٹ تھے جو مدینہ میں بٹھا دیئے گئے۔
⑦ نافع نے موالی ہونے کے ساتھ اکابر تابعین سے کسب علم نہیں کیا اور نہ ہی اکابر یا اَصاغر صحابہ کی اولاد نے ان سے پڑھا ہے بلکہ صرف اَعرج اور ابوجعفر سے عرضہ اَخیرہ نقل کیا۔
⑧ قراءت نافع کی سنت مخدوش ہے۔نیز کیا یہ قراءت نافع پڑھتے تھے؟
⑨ قراءت نافع مصاحف صحابہ کے موافق نہیں۔
⑩ مصر میں قراءت نافع نہ چل سکی۔


محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com


⑪ بعض اکابرین کی طرف قراءت نافع کی مدح کی نسبت درست نہیں اور نہ ہی متاخرین کی مدح قابل اعتبار ہے۔
⑫ کسی مدنی نے امام نافع سے قراءات نہیں حاصل کی انہیں امامت کا عہدہ ان کی وفات کے ڈیڑھ سال بعد دیا گیا۔
⑬ امام نافع کی قراءت صرف دو گمنام (قالون اور ورش) نے ہی نقل کی۔

**جوابات**: یہاں ہم مذکورہ اعتراضات کے جوابات تحریر کرتے ہیں:

① **نافع اور ان کے اساتذہ کا موالی اعجام ہونا:**

سب سے پہلی بات تو یہ کہ قرآن کی کسی آیت، کسی حدیث یا محدثین وفقہاء میں سے کسی نے نقل قرآن کے لیے عربی ہونے یا آزاد ہونے کی شرط لگائی ہے؟ کیا آپ نے عجمیوں یا غلاموں کو قرآن کی تعلیم نہیں دی۔ اگر قرآن وسنت یا متقدمین نے یہ شرط نہیں لگائی تو اس اعتراض کی کیا حیثیت ہے؟اس شرط کے برعکس شریعت میں بہت سے ایسے دلائل موجود ہیں جس سے ایسے تفرقے کی نفی اور حوصلہ شکنی ہوتی ہے۔

① ﴿یٰٓاَیُّھَا النَّاسُ اِنَّا خَلَقْنٰکُمْ مِّنْ ذَکَرٍ وَّاُنْثٰی وَجَعَلْنٰکُمْ شُعُوْبًا وَّقَبَآئِلَ لِتَعَارَفُوْا اِنَّ اَکْرَمَکُمْ عِنْدَ اللّٰہِ اَتْقٰکُمْ﴾ [الحجرات:۱۳]

② آپﷺ نے خطبہ حجۃ الوداع میں فرمایا: «لافضل للعربی علی العجمی۔ألا إن أکرمکم عند الله أتقاکم»

③ آپﷺ نے آزاد کردہ غلاموں کو قرآنی تعلیمات سکھلائی جیسا کہ حضرت بلال رضی اللہ عنہ کو مؤذن مقرر کرنا اور اسی طرح سلمان فارسی رضی اللہ عنہ اور صہیب رومی رضی اللہ عنہ بھی خالص عجمی النسل تھے۔ سالم مولی ابی حذیفہ کو قرآن سکھانا وغیرہ۔

④ عامر بن واثلہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے نافع بن عبدالحارث کو مکہ کا والی بنایا، لیکن انہیں مقام عسقان پر دیکھ کر فرمایا: پیچھے کس کو مقرر کیا؟ فرمایا: ابن ابزیٰ کو۔ وہ کون ہے؟ فرمایا: مولیٰ عن موالینا (وہ ہمارے آزاد کردہ غلاموں میں سے ایک ہے) عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کیا ایک غلام کو امیر مقرر کر آئے ہو؟ فرمایا وہ کتاب اللہ کا قاری اور علم وراثت کا ماہر ہے تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: سچ فرمایا: رسول اللہﷺ نے « إن الله یرفع بھذا الکتاب ویضع به اٰخرین » [صحیح مسلم:۱۳۵۳]

معلوم ہوا قرآن مجید کی تعلیم نے غلاموں کو آقا بنا دیا۔ انہیں پستیوں سے اٹھا کر اوج ثریا کی بلندیوں تک پہنچا دیا۔

⑤ اصل میں یہ اعتراض کوئی نیا نہیں بلکہ جب آپﷺ نے لوگوں پر قرآن پیش کیا تو اس وقت بھی یار لوگوں نے یہی کہا کہ یہ تو ایک عجمی کی گھڑنت ہے جو محمدﷺ ہمیں اللہ کا کلام بتا کر سناتے ہیں: ﴿وَلَقَدْ نَعْلَمُ اَنَّھُمْ یَقُوْلُوْنَ اِنَّمَا یُعَلِّمُهٗ بَشَرٌ لِسَانُ الَّذِیْ یُلْحِدُوْنَ اِلَیْهِ اَعْجَمِیٌّ وَّھٰذَا لِسَانٌ عَرَبِیٌّ مُّبِیْنٌ﴾ [النحل:۱۰۳]

معلوم ہوا اسلام تعلیماتِ اسلام کے نقل کے لیے آزاد، عربی یا عجمی کی کوئی شرط مقرر نہیں کرتا۔ جب یہ ضروری نہیں تو قراء کا عجمی النسل موالی ہونا نقل قرآن میں بالکل بھی مضر نہیں ہے لہٰذا یہ اعتراض یونہی فضول ہے۔

② **دوسرا اعتراض:** ابن ھرمز الاعرج کے استاد قراءات کا معلوم نہ ہونا اور صرف نافع اکیلے کا نقل کرنا:


محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



امام ذہبی رحمہ اللہ متوفی ۷۴۸ھ فرماتے ہیں: ''عبدالرحمٰن بن ھرمز الاعرج ابوداؤد مدنی، محمد بن ربیعہ کے آزاد کردہ غلام ہیں۔ انہوں نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ، ابن عباس رضی اللہ عنہ اور عبداللہ بن عیاش رضی اللہ عنہ سے عرضاً (سنا کر) قراءت حاصل کی۔ [معرفة القراء الکبار:۶۳/۱، ۶۴]

امام جزری رحمہ اللہ متوفی ۸۳۳ھ نے بھی یہ بات نقل کی ہے مزید فرماتے ہیں:

''ابن ھرمز کی زیادہ تر روایات ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے ہے اور ان سے نافع اور اسید بن ابی اسید نے قراءت نقل کی۔''

[ ملخصاً طبقات القراء :۱/۳۸۱]

معلوم ہوا ابن ھرمز نے کبار صحابہ سے علم حاصل کیا اور نافع کے علاوہ اسید بن ابی اُسید نے بھی ان سے اختلاف قراءت نقل کیا ہے۔

**❸ امام نافع کے استاد (ابوجعفر) کے استاد ابن ابی ربیعہ مجہول الحال ہیں:**

**جواب:** عبداللہ بن عیاش بن ابی ربیعہ کوئی مجہول الحال شخص نہیں بلکہ اہل مدینہ کے سب سے زیادہ قراءت جاننے والے اور کبار صحابہ ابی بن کعب اور حضرت عمر کے شاگرد تھے۔

امام جزری رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

''ابن ابی ربیعہ تابعی کبیر ہیں انہوں نے حضرت ابی سے عرضاً قراءت حاصل کی اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے سماع کیا۔ اپنے وقت میں مدینہ کے سب سے بڑے قاری تھے۔'' [طبقات القراء ۱/۴۴۰،۴۳۹]

**④ امام نافع کے ستر تابعین سے پڑھنے والی روایت:**

قراءات کی روایات تواتر کے قبیل سے ہیں جن کو ہر ہر دور میں بہت بڑی بڑی جماعتوں نے نقل کیا اور متواتر روایت کے رجال سے بحث نہیں کی جاتی جیسا کہ ابن صلاح نے لکھا:

''متواتر روایت کے رجال پر بحث نہیں کی جاتی۔'' [مقدمه ابن الصلاح ]

لہٰذا اگر نافع اعرج سے نقل کرنے میں منفرد ہوں تب بھی کوئی مضائقہ نہیں اور دوسری بات یہ کہ اگر کسی راوی کی توثیق یا تنقید معلوم نہ ہو تو اس کے بارہ میں حسن ظن سے کام لیتے ہوئے اس کی روایت مقبول ہی خیال کی جاتی ہے۔ یہاں تو ابوحمہ ایک تاریخی روایت بیان کررہے ہیں تو اس میں تو بطریق اولی ان کی جہالت قطعاً مضر نہیں ہونی چاہئے۔

رہی بات ابوقرہ کے منفرد ہونے کی تو اس کی کئی مؤیدات ہیں مثلاً اسحاق مسیبی امام نافع کا قول نقل کرتے:

''میں نے کئی تابعین کے درمیان اختلاف پایا، جس اختلاف میں دو کا اتفاق ہوا میں نے اسی کو لے لیا اور منفرد اختلاف کو چھوڑ دیا یونہی میں نے اپنی قراءۃ ترتیب دی۔'' [سیر أعلام النبلاء :۳۳۷/۷]

نیز امام نافع نے ابوقرہ کو تنہائی میں نہیں پڑھایا۔ اگر تنہائی میں پڑھایا ہوتا تو یہ روایت معروف کیوں ہوتی۔ ایک معروف عربی شعر ہے:

وعلم لیس فی القرطاس ضاع

وشر جاوز الاثنین شاع

'' کاغذوں میں لکھا جانے والا علم ضائع نہیں ہوتا اور جو راز دو سے زائد آدمیوں تک پہنچ جائے وہ معروف ہوجاتا ہے، پھیل جاتا ہے۔''



محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com


* ابوحمہ اور ابوقرہ کے قاری نہ ہونے والے اعتراض کے متعلق امام جزری رحمہ اللہ نے لکھا ہے:
''ابوحمہ نے اختلاف قراءت ابوقرہ سے نقل کیا ہے اور عبدالرزاق سے بھی سماع کیا اور ان سے ابن جندی نے نقل کیا ہے۔'' [طبقات:۳۱۹/۲]

* ابوقرہ نے نافع سے عرضاً قراءت حاصل کی اور ان سے ان کے بیٹے نے طارق اور علی بن زبان نے قراءت نقل کی۔[طبقات:۳۳۱/۲] معلوم ہوا ابوحمہ اور ابوقرہ قاری تھے۔

## ⑤ امام نافع چپ چاپ مدینے میں کوئی ایجنٹ بٹھا دیئے گئے:

امام نافع تبع تابعی ہیں ان کا زمانہ خیر القرون کا زمانہ ہے۔امام نافع مدینہ میں ۷۰ سال تک قراءات کی تعلیمات دیتے رہے۔اس کے باوجود کہ مدینہ کو غیر معمولی اہمیت حاصل تھی یہاں پر لوگوں کا ہر وقت آجانا تھا۔یہاں کبار علماء موجود تھے،لیکن اس کے باوجود کسی ایک آدمی کو بھی اس بات کا علم نہ ہوا کہ نافع تو یہاں کوئی ایجنٹ ہیں اور قرآن مجید میں غیر قرآنی کلمات کو داخل کر رہے ہیں۔امام جزری رحمہ اللہ ،ابن حیان سے نقل کرتے ہیں۔

یہ بات صحیح نقل سے ثابت ہے کہ نافع نے ابوجعفر سے قراءت حاصل کی۔ابوجعفر معزز تابعین مدینہ میں سے تھے۔ ان کے زمانہ میں مدینہ میں بہت بڑے علماء موجود تھے۔آپ نے عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ وغیرہ سے کسب فیض کیا۔ یہ بات ناممکن ہے کہ اتنے بڑے مرتبے کا آدمی قرآن میں کوئی ناجائز چیز پڑھے حالانکہ جب انہوں نے صحابہ سے قراءات حاصل کیں اس وقت قراءات ابھی تازہ تھیں،سندیں طویل نہ تھیں،ابھی غیر ضابطہ لوگ بھی سلسلہ سند میں داخل نہیں ہوئے تھے اور صحابہ خود بھی غلطی سے محفوظ اور مامون تھے۔ [النشر:۴۱/۱]

امام مالک رحمہ اللہ ،امام نافع رحمہ اللہ کو قراءت کا امام قرار دیتے ہیں اور مسائل قراءت میں انہی کی طرف رجوع کرتے تھے۔ایک مرتبہ امام مالک سے بسم اللہ کے متعلق سوال کیا گیا تو فرمایا:''لو سلوا عن کل علم أھلہ ونافع إمام الناس فی القراءۃ'' [طبقات:۳۳۱/۱]

* امام یحییٰ بن معین رحمہ اللہ فرماتے ہیں:''نافع ثقہ آدمی ہیں۔''
* نسائی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:''لا بأس ہیں۔''
* ابوحاتم رحمہ اللہ فرماتے ہیں:''یہ سچے آدمی تھے۔''
* ائمہ کے ہاں امام نافع کا یہ مقام اور مرتبہ تھا کسی ایک صاحب علم کو نافع کی کوئی آیجنٹی کا علم نہ ہوسکا ہوا تو صرف ناقد کو ایک ہزار سال کے بعد۔

## ⑥ امام نافع نے صرف ابوجعفر اور أعرج سے نقل کیا۔انہوں نے اکابر تابعین سے کچھ حاصل نہیں کیا۔

جواب: امام جزری رحمہ اللہ ،نافع کے حالات بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں:
''نافع نے اعرج،ابوجعفر،شیبہ بن نصفاح،یزید بن روما،مسلم بن جندب،صالح بن خوات،اصبغ نحوی،عبدالرحمن بن قاسم اور زہری سے قراءت پڑھ کر حاصل کی۔ابوقرہ فرماتے ہیں میں نے نافع سے سنا کہ میں نے ستر تابعین سے قرآن پڑھا۔امام جزری رحمہ اللہ فرماتے ہیں مذکورہ پہلے پانچ سے تو نافع کی قراءت ہم تک بطریق تواتر پہنچی ہے۔''
[طبقات:۳۳۰/۲]

معلوم ہوا امام نافع رحمہ اللہ نے ستر (۷۰) تابعین سے قراءت حاصل کی۔اسی طرح امام ذہبی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ



محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



انہوں نے تابعین کی ایک جماعت سے قراءت نقل کی۔ [معرفۃ القراء الکبار:۸۹/۱]اولادصحابہ یا تابعین نے نافع سے کبھی بھی نہیں پڑھا۔صحابہ کا دور امام نافع نے دیکھا نہیں بلکہ یہ تبع تابعین میں سے ہیں ہاں چند اصاغر تبع تابعین نے ان سے ضرور قراءت پڑھیں۔امام ذہبی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

''امام دانی رحمہ اللہ نے امام مالک کو طبقات القراء میں شامل کرتے ہوئے فرمایا ہے کہ انہوں نے نافع بن ابی نعیم سے قراءت حاصل کی تھی[ سیر اعلام النبلاء:۹۵/۸]اور طبقات القراء میں بہت سے قدماء اور متأخرین کے نام ذکر کرنے کے بعد لکھتے ہیں ان سے بہت سی مخلوق نے نقل کیا ہے۔[معرفۃ القراء الکبار:ص۹۰/۱]

### ⑦ قراءت نافع کی سنیت کا مخدوش ہونا:

**جواب:** قراءۃ نافع کو سنت کہنے کا مسئلہ صرف یہ ہے کہ انہوں نے بلا سند ایک حرف بھی نقل نہیں کیا اور جو قراءت انہوں نے اختیار کی وہ وجوہ مروجہ متصلہ ہیں۔امام جزری رحمہ اللہ نے امام نافع کا ایک قول نقل کیا ہے جس میں وہ اسی حقیقت کو بیان کرتے ہیں فرماتے ہیں:

''اگر یہ پابندی نہ ہوتی کہ جس طرح پڑھا ہے اسی طرح پڑھوں تو میں فلاں حرف کو فلاں طرح اور فلاں حرف کو فلاں طرح پڑھتا۔[النشر:۱۷/۱] امام مجاہد فرماتے ہیں: نافع قراءت کی تمام وجوہ وعلل کو پہچانتے تھے اور وہ ائمہ متقدمین مدینین کے آثار کے متبع تھے۔[طبقات:۳۳۱/۲] اور امام ابراہیم مسعدی شرح مقدمہ میں ایک واقعہ منقولہ میں امام نافع کا قول نقل کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

''ہماری قراءات تو اکابر اصحاب رسول کے مطابق ہے۔'' [الفوائد التجوید،ص۴۹۔بحوالہ دفاع قراءات،ص۳۶۹]

مذکورہ بالا تقریر سے یہ بات واضح ہوئی کہ قراءۃ نافع کو سنت کہنے کا مطلب کیا ہے۔

* رہی یہ بات صحابہ کا قراءت نافع نہ پڑھنا تو یہ بات حقیقت ہے کہ صحابہ قراءۃ نافع نہیں پڑھتے تھے بلکہ امام نافع قراءۃ صحابہ پڑھتے تھے جیسا کہ پہلے نقل کیا گیا ہے۔امام نافع کی طرف قراءۃ کی نسبت محض اختیاری اور لزومی ہے نہ کہ ایجادی اور اختراعی ہے۔

### ⑧ قراءۃ نافع اور مصاحف کی عدم مطابقت:

**جواب:** امام نافع رحمہ اللہ کی قراءت مجمع علیہ مصحف، جسے کئی ہزار صحابہ کے اجماع سے نقل کیا گیا ہے، کے مطابق ہے۔امام نافع کی قراءۃ مصحف مدینہ کے مطابق ہے۔مثلاً عثمانی مصحف مدینہ میں سورۃ المائدہ کی آیت ۸ ﴿یٰٓاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا مَنْ یَّرْتَدَّ مِنْکُمْ﴾ میں یرتدَّ دو دالوں کے ساتھ یرتدد لکھا ہوا ہے۔اسی طرح ﴿وَالَّذِیْنَ اتَّخَذُوْا مَسْجِدًا ضِرَارًا﴾[التوبۃ:۱۰۷] میں الذین واؤ کے اضافہ کے بغیر ہے۔معلوم ہوا قراءۃ نافع مصحف صحابہ کے عین مطابق ہے۔

### ⑨ مصر میں قراءۃ نافع:

**جواب:** یہ بات جان لینی چاہئے کہ دنیا کے مختلف علاقوں میں مختلف قراءات معروف اور شائع ہیں لیکن پڑھائی تمام قراءات جاتی ہیں۔جزائر اور تیونس وغیرہ قالون عن نافع اور ورش عن نافع معروف ہیں۔لیبیا میں روایت قالون، سوڈان میں روایت بصری اور اکثر مشرقی ممالک میں حفص عن عاصم متداول ہیں،لیکن یہ بات یاد رہنی چاہئے کہ آج بھی مصر میں روایت ورش عن نافع معروف ہے،اگر وہاں یہ روایت نہیں چل سکی تھی تو آج یہ روایت وہاں کیسے پہنچی یا ان لوگوں نے خود ہی اس روایت کو گھڑ کر امام نافع کی طرف منسوب کر دیا۔



محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



⑩ **امام نافع کی مدح**

**جواب:** امام نافع کی مدح متقدمین و متاخرین ہر دو نے کی۔ بطورِ چند مثالیں ملاحظہ فرمائیے:

نافع کے متعلق امام مالک فرماتے ہیں آپ قراءۃ میں لوگوں کے امام تھے۔ [معرفة القراء:۸۹/۱]

سعید بن منصور رحمہ اللہ فرماتے ہیں: ''میں نے امام مالک کو کہتے سنا امام نافع کی قراءت سنت (کے مطابق) ہے۔''

[سیر أعلام النبلاء:۳۳۷/۷]

امام ذہبی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: ''نافع قراءت میں پختہ آدمی تھے۔'' [میزان الاعتدال:۲۴۶/۴]

لیث بن سعد رحمہ اللہ فرماتے ہیں: ''نافع قراءۃ میں آج کل کے لوگوں کے امام ہیں۔'' [طبقات ابن سعد]

امام ذہبی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: ''انہوں نے اپنے مشائخ کی زندگی میں ہی قراءت پڑھانے کا کام شروع کردیا بلکہ اسی وقت سے منصب امامت پر فائز ہیں۔'' [سیر:۳۳۷/۷] مزید تفصیل شرح سبعہ:۸۰/۱+۹۹]

⑪ **کوئی مدنی امام نافع کا شاگرد نہیں اور ان کو منصب امامت ان کی وفات کے بعد دیا گیا۔**

**جواب:** امام نافع کے کئی مدنی شاگرد تھے، امام جزری رحمہ اللہ مندرجہ ذیل بیس نام اَصحاب نافع شمار کرنے کے بعد فرماتے ہیں۔ یہ سب کے سب مدنی تھے۔ نام حسب ذیل ہیں:

اسماعیل بن جعفر، عیسیٰ بن وردان، سلیمان بن مسلم بن جماز، مالک بن انس، اسحاق بن محمد ابوبکر بن ابی اویس، اسماعیل بن ابی اویس، یعقوب بن جعفر، عبدالرحمن بن ابی الزناد، عیسیٰ بن مینا، قالون، سعد اور یعقوب بن ابراہیم، محمد بن عمر واقدی، زبیر بن عامر، خلف بن وصاح، محمد بن یحییٰ، ابوالعجلان، ابوغسان محمد بن یحییٰ، صفوان، محمد بن ابراہیم رحمہم اللہ، لہٰذا یہ کہنا کہ امام نافع کے مدنی شاگرد نہ تھے غلط بات ہے۔

رہی بات ان کی امانت کی تو ہم پہلے عرض کر چکے ہیں کہ امام مالک رحمہ اللہ انہیں قراءۃ کا امام ان کی زندگی میں کہا کرتے تھے۔

⑫ **قالون اور ورش۔ کا گمنام ہونا:**

**جواب:** اگر ان کی گمنامی کو تسلیم بھی کرلیا جائے تو صرف دو شاگردوں سے ان کی جہالت دور ہو جاتی جیسا کہ اصول حدیث کا مسلمہ قاعدہ ہے۔ قالون کے اٹھارہ (۱۸) شاگردوں کا تذکرہ امام جزری نے کیا ہے۔ [طبقات: ۱۶/۱۔۶۱۵] گیارہ تلامذہ کا امام ذہبی نے [معرفة القراء الكبار:۱۲۹/۱] میں کیا ہے۔ بلکہ امام ذہبی چند شاگردوں کا نام لینے کے بعد لکھتے ہیں:

"وعدد كثير وكان ثقة في الحروف حجة"

''اس کثرت کے ساتھ لوگوں نے ان سے نقل کیا کہ وہ مرجع خلائق بنے رہے۔''

کیا یہ گمنامی ہے؟ ہاں اگر حدیث کے معاملہ میں کوئی یہ کہے تو کسی درجہ بات سمجھ آتی ہے۔ وہ حدیث میں مہارت تامہ نہیں رکھتے تھے جیسا کہ ذہبی نے کہا "الحديث فما رأينا له شيئاً" ہم نے ان سے کوئی حدیث نہیں دیکھی۔

**نوٹ:** یہ بات بھی ذہن میں رہے کسی ایک فن میں کمزوری کسی دوسری فن میں کمزوری کی دلیل نہیں اور اس بات کا تمنا عمادی بھی اعتراف کرتے ہیں، فرماتے ہیں: ''ابن جنی بلاغت میں امام تھے مگر منطق نہیں جانتے تھے۔''

[اعجاز القرآن:ص۳۷۱]



محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



⑭ **نہ حلوانی، قالون کا نہ اصبہانی ورش کا اور نہ ہی مطوعی، اصبہانی کا شاگرد ہے:**

**جواب:** لسان المیزان میں ہی حلوانی کو صاحب قالون لکھا ہوا ہے۔ [۱/۲۲۷]

امام جزری رحمہ اللہ فرماتے ہیں: ''حلوانی نے مکہ میں قواس اور مدینہ میں قالون سے پڑھا۔'' [طبقات: ۱/۱۴۹]

**نوٹ:** حلوانی احمد بن یزید ہیں نہ کہ احمد بن علی۔

اسی طرح اصبہانی بھی دو ہیں: ایک محدثین کے ہاں اور وہ ہیں: قتیبہ بن مہران جبکہ ورش کے شاگرد اصبہانی سے مراد محمد بن عبدالرحیم، متوفی ۲۹۶ھ ہیں۔

رہی بات مطوعی کی شاگردی کی تو سنیے ! امام جزری نے مطوعی کے ۳۷ اساتذہ قراءت کا ذکر کیا ان میں اصبہانی بھی شامل ہیں۔ [طبقات القراء: ۱/۲۱۳]

## عبداللہ بن کثیر مکی رحمہ اللہ

ان پر مندرجہ ذیل اعتراضات ہیں:

① صرف دانی نے عبداللہ بن سائب مخزومی کو مکی کا استاد لکھا ہے۔

② مکی نے صرف ابن مجاہد سے قراءت حاصل کی۔

③ مکی نے ابن سائب سے نہیں پڑھا کیونکہ ان کی وفات کے وقت وہ کمسن تھے۔

④ دانی متاخر ہیں ان سے زیادہ بخاری وغیرہ متقدمین کی رائے زیادہ معتبر ہیں۔

⑤ قنبل نے براہ راست مکی سے نہیں پڑھا اور آخری عمر میں مختل الحواس ہو گئے تھے نیز قنبل کا استاد اور اس کا شیخ دونوں نامعلوم اور مجہول ہیں۔

⑥ بزی منکر الحدیث ہیں اور حدیث منکر بھی موضوع ہوتی ہے۔ یہ بھی بالواسطہ مکی سے نقل کرتے ہیں ان کے استاد اسماعیل بن عبداللہ مسطنطین عرف قسط مجہول ہے۔

ذیل میں مذکورہ اعتراضات کے جوابات تحریر کئے جاتے ہیں:

❶ **مکی نے صرف ابن جبیر سے پڑھا نہ کہ عبداللہ بن سائب مخزومی سے۔**

**جواب:** اصل میں بات یہ ہے کہ ابن جبیر مکی اتفاقی اور اجماعی طور پر استاذ ہیں جبکہ ابن سائب مختلف فیہ ہیں، لیکن صحیح بات یہی ہے کہ مکی نے ان سے بھی نقل کیا ہے۔ اگر بالفرض براہ راست نقل نہ بھی کیا ہو تو ابن جبیر نے تو ابن سائب سے نقل کیا ہے لہٰذا اس طریق سے مکی ابن سائب سے ہی نقل کرنے والے ہیں اور یہی مطلوب ہے۔

◉ **بخاری کی توضیح:**

**جواب:** ناقد لکھتے ہیں کہ بخاری نے یہی لکھا ہے کہ مکی نے صرف ابن جبیر سے قراءت حاصل کی ہے۔ یہ بات سراسر غلط اور علمی خیانت ہے۔ بخاری نے ابن جبیر کو مکی کا استادِ قراءت نہیں استادِ حدیث بتایا ہے۔ چنانچہ ابن حجر لکھتے ہیں:

''امام بخاری نے کہا ہے کہ مکی نے مجاہد سے سنا اور ان سے ابن جریج نے نقل کیا۔'' [تہذیب التہذیب: ۲/۴۰۸]

◉ **دانی کے مقابلہ میں بخاری مقدم ہیں لہٰذا ان کی بات زیادہ معتبر ہے؟**

بخاری کی بابت ہم نے واضح کیا کہ انہوں نے ابن جبیر کو مکی کا استادِ حدیث لکھا ہے۔ رہی بات تقدیم و تاخیر والی تو



محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



ہمدانی جو مکی سے ساڑھے چار سو برس بعد کے آدمی ہیں، نے ابن سائب کا مکی کا استاد ہونا مجروح قرار دیا ہے تو ان کے مقابلہ میں امام شافعی جو ہمدانی سے بہت پہلے کے ہیں ان کی رائے زیادہ معتبر ہونی چاہئے۔انہوں نے ابن سائب کو مکی کا استاد لکھا ہے۔معلوم ہوا مکی نے ابن سائب سے بھی قراءت حاصل کی۔نیز امام جزری نے طبقات: ۱/۴۴۳ میں، علامہ ذہبی نے معرفۃ القراء: ۱/۷۱ میں اور سیر اعلام: ۳۱۸/۲ میں اس بات کی تصریح کی ہے۔

**❷ وفات ابن سائب کے وقت مکی کا کمسن ہونا:**

یہ بات بھی سراسر غلط ہے کہ مکی اس وقت کمسن تھے بلکہ اس وقت تقریباً بیس (۲۰) سالہ نوجوان تھے۔ابن سائب کی وفات ۶۵ ھ میں ہوئی جبکہ مکی کی ولادت ۴۵ ھ میں ہوئی۔

**❸ قنبل اور مکی کا انقطاع اور قنبل کا آخری عمر میں مخبوط الحواس ہونا:**

یہ بات ٹھیک ہے کہ قنبل نے براہ راست مکی سے نہیں پڑھا لیکن انہوں نے مکی کی قراءت میں اس قدر ہمت صرف کی کہ براہ راست نقل کرنے والوں سے بھی سبقت لے گئے اور رہی بات آخری عمر میں حافظہ کی کمزوری کی تو آخری عمر میں انہوں نے قراءت پڑھنا چھوڑ دی تھی ان سے جتنی بھی قراءۃ نقل کی گئی اس سے پہلے کی ہے۔

امام ذہبی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

’’آخری عمر میں حافظہ کمزور ہوگیا تو انہوں نے احتیاط کے پیش نظر اپنی وفات سے سات سال قبل قراءۃ کی تعلیم موقوف کردی تھی‘‘ [سیر اعلام: ۸۴/۱۴]

معلوم ہوا یہ انقطاع یا کمزوری حافظہ قراءت پر اثر انداز نہیں ہوئے۔

**❹ قنبل کے استاد اور ان کے شیخ کا نامعلوم ہونا:**

جواب: قنبل کے استاد ابوالاخریط اور ان کے اساتذہ گمنام اور مجہول الحال نہیں ہیں بلکہ امام ذہبی نے انہیں کبار قراء میں شمار کیا ہے۔[معرفۃ القراء الکبار، ص۱/۱۲۱]

**❺ بزی کا منکر الحدیث ہونا۔استادِ بزی کا مجہول ہونا:**

**جواب:** ہم پہلے بھی عرض کر چکے ہیں کہ اس بات کا تو تمنا عمادی کو اعتراف ہے کہ ایک فن کی کمزوری دوسرے فن کی کمزوری کی دلیل نہیں ہے۔امام بزی کی قراءۃ کی توثیق ابن حجر نے لسان المیزان: ۴۲۵/۱ اور امام ذہبی نے میزان الاعتدال: ۱۴۴/۱ میں کی ہے۔نیز اگر غور کیا جائے تو یہ بات سمجھ آتی ہے کہ بزی حدیث میں بھی منکر نہیں بلکہ راجح قول کے مطابق ثقہ ہیں چنانچہ ابن حجر فرماتے ہیں:

"ذکرہ ابن حبان فی الثقات" [لسان المیزان: ۴۲۶/۱]

**◉ بزی کے استاد کا مجہول ہونا:**

**جواب:** بزی کے استاد عکرمہ بن سلیمان سے یہی بات صحیح ہے اور اسی بات کو خود تمنا عمادی نے اعجاز القرآن ص ۶۸۰ پر نقل کیا ہے کہ بزی، عکرمہ بن سلیمان کا اور عکرمہ اسماعیل قسط کے شاگرد ہیں اور یہاں آپ اس بات کا انکار کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ ان کا استاد نامعلوم ہے۔اسماعیل قُسط کے بارہ میں یہ کہنا کہ ابن حجر اور ذہبی نے ان کا کوئی تذکرہ نہیں کیا تو یہ ’علمی وسعت‘ ہے۔ذہبی نے معرفۃ القراء طبقہ رابعہ میں اسماعیل قسط کا مفصل ترجمہ نقل کیا ہے۔



محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



**ابوعمرو بصری رحمہ اللہ**

① حمید بن قیس جو کہ بصری کے استاد ہیں، کا قاری ہونا اور ان کے قراء اساتذہ کا مجہول ہونا۔

② بصری کے استاد یحییٰ بن یعمر شراب منصف پیتے تھے۔ بصری کا ان سے پڑھنا ذرا مشکوک ہے۔

③ ابوعمرو کا سعید بن جبیر سے قراءت پڑھنا ناممکن ہے نیز سعد بن جبیر قاری بھی نہ تھے۔

④ عکرمہ البرمری جو استادِ ابوعمرو ہیں کو یحییٰ بن سعید قطان نے کذاب کہا ہے۔ ابن عمر نے جھوٹا کہا ہے مالک سخت ناپسند سمجھتے تھے۔ یہ قاری بھی نہ تھے۔

⑤ روایت بصری کی نسبت مکی کی طرف کیوں نہیں حالانکہ وہ بصری کے براہ راست شاگرد ہیں۔

## جوابات

**① بصری کے استاد کا مجہول ہونا اور قاری نہ ہونا:**

**جواب:** امام جزری رحمہ اللہ نے طبقات القراء میں فرمایا ہے: حمید بن قیس الاعرج ابوصفوان مکی ثقہ قاری ہیں۔ انہوں نے قراءت مجاہد بن جبیر سے حاصل کی اور انہیں ترپن (۵۳) مرتبہ قرآن مجید سنایا۔ ان سے بصری نے نقل کیا۔ حمید نے ۱۳۰ھ میں وفات پائی۔ [طبقات:۲۶۵/۱]

معلوم ہوا حمید بصری کے استاد ہیں اور ثقہ قاری ہیں۔ اسی طرح امام ذہبی رحمہ اللہ نے معرفة القراء الکبار: ۸۰/۱ میں حمید کو استاد بصری اور قاری کہا ہے۔

**② یحییٰ بن یعمر کا شراب پینا اور استادِ بصری نہ ہونا:**

**جواب:** پہلی بات تو یہ کہ شراب پینے والا قول ابن حجر نے صیغہ تمریض (قیل) کے ساتھ نقل کیا ہے جو اس کے ضعف پر دلالت کرتا ہے۔ موصوف فرماتے ہیں: ”وقیل ان قتیبة عزله لما بلغه انه یشرب المنصف“

”اور کہا گیا ہے جب قتیبہ بن مسلم کو یحییٰ کے منصف پینے کی خبر ملی تو اس نے اسے معزول کردیا۔“

دوسری بات یہ کہ حافظ ابن حجر رحمہ اللہ بصیغہ جزم فرماتے ہیں:

”اسے ابن حبان نے ثقات میں شمار کیا اور فرمایا ہے کہ وہ انتہائی پرہیزگار، فصحاء اور کثیر العلم علماء میں سے تھے۔“

[تہذیب التہذیب:۳۸۱/۱]

رہی بات بصری کے حمید سے پڑھنے کی تو اس میں تو جناب کو بھی ذرا سا شک ہی ہے۔ یہ شک بالکل غلط ہے، کیونکہ یحییٰ کی وفات کے وقت بصری کی عمر ۲۱ برس تھی۔

**③ ابوعمرو کا سعید بن جبیر سے قراءت نہ پڑھنا اور ابن جبیر کا قاری نہ ہونا:**

**جواب:** علامہ عمادی رحمہ اللہ ابن جبیر کے استادِ بصری ہونے سے اس لیے انکاری ہیں کہ ۷۲ھ کے بعد وہ میدان سیاست میں آ گئے جبکہ اس وقت بصری چار برس کے تھے پھر ۹۲ھ میں قتل تک ۲۳ برس مکہ میں روپوش رہے۔

ہم یہ عرض کرتے ہیں کہ ۲۳ برس مکہ میں روپوش ہوتے ہوئے اگر ان سے حدیث نقل کی جاسکتی ہے تو قراءت کیوں نہیں؟ دوسرا یہ کہ اس وقت ائمہ اس طرح نقل نہیں کرتے تھے کہ الف سے یا تک ابتداء سے انتہاء تک کی تعلیم حاصل کرتے بلکہ وہ ابتدائی تعلیم صغار اَساتذہ سے حاصل کرتے پھر کبار اساتذہ سے کسب فیض کرتے تاکہ اداء ٹھیک



محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com


ہو سکے اور سلسلہ مسند میں داخل ہو سکیں۔ اور اس طرح تعلیم حاصل کرنے کے لیے کوئی بہت طویل عرصہ درکار نہیں ہوتا تھا بلکہ مختصر عرصہ میں یہ کام ہو جاتا تھا۔ امام جزری رحمہ اللہ نے اس کی کئی مثالیں پیش کی ہیں:

① حضرمی نے سلام طویل سے ڈیڑھ سال میں قرآن پڑھا (۲) ابن مومن نے صائغ سے صرف سترہ دنوں میں متعدد کتب کے طرق سے جمعاً قرآن مجید سنایا۔ [نشر:۲/۱۹۸]

④ **عکرمہ (استادِ بصری) پر جرح:**

**جواب:** ① یحییٰ القطان نے جو جرح کی وہ حدیث کے متعلق کی ہے نہ کہ قراءت کے متعلق۔

② خود امام موصوف (یحییٰ) نے عکرمہ کو ابن عباس کے خصوصی تلامذہ میں نقل کیا ہے۔ [سیر اعلام:۵/۱۸]

ابن عمر رضی اللہ عنہ کا کہنا: " اتق الله (یا نافع) ویحك لاتكذب...... "

"اے نافع اللہ سے ڈرنا اور میری بابت جھوٹی بات نہ کہنا جس طرح عکرمہ نے ابن عباس کی طرف جھوٹی باتیں منسوب کر دی ہیں" [سیر:۵/۲۲]

**جواب:** امام ذہبی رحمہ اللہ فرماتے ہیں اس روایت میں یحییٰ بکاء بالاتفاق متروک ہے اور مجروح آدمی کی بات سے کسی عادل پر جرح نہیں کی جا سکتی۔ دوسرا یہ کہ عکرمہ تو ابن عمر کے زمانہ میں روایت ہی نہ کرتے تھے پھر ان کے متعلق یہ قول کیسے ہو سکتا ہے؟ اور تیسرا یہ کہ اہل حجاز بسا اوقات کذب کا اطلاق خطاء پر بھی کرتے ہیں تو اس وقت اس کا معنی ہوگا غلطی سے بچنا۔

## امام مالک رحمہ اللہ کی جرح

حافظ ابن حجر عکرمہ کا دفاع کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

"کسی بھی قطعی دلیل سے یہ بات ثابت نہیں کہ عکرمہ خوارج کی رائے رکھتے تھے۔ ہاں بعض مسائل میں ان کے موافق تھے جس کی وجہ سے انہیں خارجی کہا گیا۔" [مقدمة فتح الباری، ص ۴۲۷]

امام مالک رحمہ اللہ نے بھی ان سے روایت نقل کی بعض جگہ رجل کہہ کر اور بعض جگہ صریح نام بول کر۔

جب حدیث میں صحیح نہیں تو قرآن ان سے کیوں نہیں نقل کیا جا سکتا؟ رہی بات عکرمہ کے قاری نہ ہونے کی تو امام ذہبی رحمہ اللہ نے انہیں [معرفة القراء:۱/۸۳] میں قاری شمار کیا ہے۔

⑤ **روایت مکی ان کی طرف منسوب کیوں نہیں:**

**جواب:** چونکہ دونوں نے مجاہد بن جبیر سے پڑھا ہے اس لیے انہیں بھی درجہ امامت حاصل ہوا۔

## عبداللہ بن عامر شامی

شامی پر مندرجہ ذیل اعتراضات کئے گئے ہیں:

① مغیرہ بن ابی شہاب (اُستاذ شامی) مجہول الحال ہیں، نیز مغیرہ نے کسی صحابی اور شامی نے مغیرہ کے علاوہ کسی اور اُستاد سے نہیں پڑھا۔

② شامی نے ابوالدرداء سے قرآن نہیں پڑھا، نیز شامی ۸ ہجری میں پیدا نہیں ہوئے۔



محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com


## جوابات

### ① مغیرہ کا مجہول ہونا:

**جواب:** مغیرہ بن ابی شہاب مجہول شخص نہیں کہ جن کے حالات زندگی کا علم نہ ہوسکا ہو۔ امام ذہبی نے مغیرہ کے ترجمہ میں یہ بات لکھی ہے کہ مغیرہ نے عثمان سے اور مغیرہ سے ابن عامر شامی نے پڑھا[ معرفة القراء :۴۳/۱] اور امام جزری رحمہ اللہ نے بھی طبقات میں ان کا ترجمہ نقل کیا ہے۔ [طبقات القراء :۳۰۵/۲]

* رہی بات مغیرہ کے کسی صحابی سے نہ پڑھنے کی تو انہوں نے ابودرداء، واثلہ بن اسقع، اور فضالہ بن عبید سے شرف تلمذ حاصل کیا۔ [معرفة :۶۷/۱، طبقات :۴۲۴/۱]
* اور شامی نے مغیرہ کے علاوہ قاضی دمشق فضالہ بن عبید سے پڑھا[سیر :۲۹۲/۵] اور امام جزری رحمہ اللہ فرماتے ہیں: ''یہ قول انتہائی گرا ہوا ہے کہ جن شیوخ سے شامی نے پڑھا ان کا علم نہیں۔اس قول کا جواب دینا ہی لغو بات ہے۔'' [طبقات :۴۲۴/۱]

### ② ابودرداء استادِ شامی نہیں ہیں:

**جواب:** امام ذہبی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:
''یہ بات ہم نے قوی سند کے ساتھ نقل کی ہے کہ شامی نے ابودرداء سے پڑھا ہے۔'' [سیر :۲۹۲/۵]
امام دانی رحمہ اللہ نے بھی شامی کا ابودرداء سے پڑھنا ثابت کیا ہے۔ امام جزری رحمہ اللہ دانی کے اس قول کے متعلق فرماتے ہیں اس معاملہ میں دانی کی شخصیت ہی کافی ووافی ہے۔[طبقات القراء :۴۲۴/۱]

* رہی بات شامی کے ۸ ہجری میں پیدا نہ ہونے کی۔تو ابن عامر خود فرماتے ہیں: ''کہ میں رحلت نبوی صلی اللہ علیہ وسلم سے دو برس قبل ۸ ہجری میں پیدا ہوا اور جب دمشق فتح ہوا تو میں اس وقت نو(۹) برس کا تھا میں وہیں (دمشق) میں منتقل ہوگیا۔ امام جزری رحمہ اللہ فرماتے ہیں: ۲۱ ہجری کے مقابلہ میں یہ قول زیادہ درست ہے، کیونکہ یہ خود شامی سے منقول ہے۔ [طبقات القراء :۴۵۲/۱]

### امام عاصم:

① عاصم اور ان کے شاگرد شعبہ وحفص شیعہ تھے۔
② عاصم کا حافظہ کمزور تھا اور یہ ثقہ بھی نہ تھے۔
③ ابوعبدالرحمن سلمی کے (عاصم کے استاد کے) والد صحابی نہ تھے۔
④ سلمی کی وفات کے وقت عاصم کی عمر صرف سات سال تھی جو حصول قراءت کے لیے موزوں نہیں۔
⑤ حفص حدیث میں ضعیف ہیں۔

امام عاصم اور ان کے تلامذہ کے متعلق مذکورہ بالا معروف اعتراضات کے ذیل میں جوابات تحریر کئے جاتے ہیں:

## جوابات

### ① عاصم اور ان کے شاگردوں کا شیعہ ہونا:

**جواب:** نہ تو امام عاصم شیعہ تھے اور نہ ہی ان کے دونوں ناقل شاگرد شیعہ تھے۔امام عاصم سنی اور عثمانی تھے۔امام عجلی فرماتے ہیں: ''حفص عثمانی تھے (نہ کہ شیعہ)'' [تہذیب :۲۵۱/۲]


محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

موسیٰ رحمہ اللہ فرماتے ہیں: میں نے عاصم سے حدیث علی رضی اللہ عنہ کے متعلق سوال کیا۔حضرت علیؓ فرماتے ہیں: ''نبیؐ کے بعد ابوبکر وعمر کا مقام ہے اور تیسرے آدمی کے مقام کو بھی میں جانتا ہوں ان کی تیسرے سے مراد کیا ہے، فرمایا ان کی مراد حضرت عثمان تھے۔حضرت علی رضی اللہ عنہ کا مقام اس سے کہیں اونچا ہے کہ وہ تیسرے سے اپنی ذات مراد لیتے۔''

[معرفة القراء:۶۷/۱،سیر:۲۵۹/۵]

* اِمام حفص بھی سنی تھے۔ابو ہشام رفاعی کہتے ہیں حفص قراءۃ عاصم کے سب سے بڑے عالم و ماہر تھے۔ابن منادی کہتے ہیں حفص قراءۃ عاصم کے اختلافات کے ضابط تھے۔[معرفة القراء:۱۱۷/۱] جب یہ عاصم کی قراءۃ کے ماہر تھے تو عاصم سنی تھے لہٰذا یہ بھی سنی تھے۔
* اِمام شعبہ سنی تھے۔رفاعی کہتے ہیں، میں نے شعبہ کو یہ کہتے سنا کہ ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ بنص قرآنی خلیفہ ہیں۔

[سیر اعلام:۵۰۰/۸]

معلوم ہوا شعبہ بھی سنی تھے۔

② **عاصم کا ضعیف الحفظ ہونا:**

**جواب:** عاصم امام قراءت، ثقہ اور ثابت تھے۔

امام ذہبی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: ''امام عاصم قراءۃ میں ثقہ اور حدیث میں سچے ہیں۔''[سیر:۲۶۰/۵]اور یہی بات انہوں نے میزان الاعتدال:۳۵۷/۲ میں کہی ہے۔

③ **والد سلمی کی صحابیت:**

**جواب:** ابوعبدالرحمٰن عبداللہ بن حبیب السلمی کے والد صحابی تھے۔ذہبی فرماتے ہیں۔سلمی اولاد صحابہ میں سے ہیں۔ان کی ولادت عہد نبوی میں ہوئی۔ابن حجر رحمہ اللہ نے بھی اس بات کی تصریح کی ہے۔

[الاصابة فی تمییز الصحابة:۱۷/۲]

معلوم ہوا سلمی کے والد صحابی تھے۔

④ **امام عاصم کی عمر سات برس تھی:**

**جواب:** امام عاصم خود فرماتے ہیں کہ جب ہم سلمی کے پاس پڑھنے کے لیے آتے تو ہم قریب البلوغ تھے۔

[معرفة القراء:۷۵/۱]

یہ تو اس وقت کی بات ہے جب وہ زمانہ طالب علمی میں تھے جبکہ عاصم کی فراغت کے بعد بھی کافی عرصہ سلمی زندہ رہے ہیں۔لہٰذا یہ کہنا کہ سلمی کی وفات کے وقت عاصم صرف سات سال کے تھے اور یہ عمر فن قراءت سیکھنے کی نہیں ہے۔گویا ناقد یہ تاثر دینے کی کوشش کر رہے ہیں کہ امام عاصم نے جناب سلمی سے کچھ بھی نہیں پڑھا۔اگر پڑھا بھی ہے تو محض تھوڑا سا صرف تبرک حاصل کرنے کے لئے۔حالانکہ یہ بات بالکل درست نہیں کیونکہ امام عاصم خود فرماتے ہیں، میں نے پورے کا پورا قرآن امام سلمیؒ کو سنایا۔ [طبقات:۳۴۸/۱]

⑤ **حفص کا حدیث میں ضعیف ہونا:**

**جواب:** بات قراءت کی ہے حدیث کی نہیں۔امام حفص قراءت میں ثقہ اور حجت ہیں جیسا کہ پہلے گزر چکا ہے دوسری بات جیسے پہلے گزر چکا کہ ایک فن کی کمزوری دوسرے فن کے لیے مضر نہیں۔



محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com


## امام حمزہ کوفی

① قراءۃ حمزہ پر بعض محدثین کی جرح اور ناپسندیدگی۔
② حمزہ تابعی نہیں لہٰذا اثر صحابی کو سامنے رکھ کر حمزہ کا قراءت اختیار کرنا صحیح نہیں ہے۔
③ قراءۃ حمزہ کی صفائی صرف سفیان ثوری نے دی۔

ذیل میں مذکورہ بالا اعتراضات کے جوابات تحریر کئے جاتے ہیں۔

## جوابات

### ① محدثین کی جرح:

**جواب:** محدثین نے قراءت حمزہ پر ناپسندی کا اظہار اس لیے کیا کہ حمزہ کے بعض شاگردوں نے ادغام اور مد وغیرہ میں تکلفات اور غلو سے کام لینا شروع کر دیا تھا، لیکن جب انہوں نے امام حمزہ کی طرف رجوع کیا تو انہوں نے ان تکلفات اور غلو کی تردید کی جس کے بعد یہ بات واضح ہوگئی اور بالآخر حمزہ کی قراءت پر امت کا اتفاق ہے۔

امام جزری رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

’’شافعی اور احمد بن حنبل کی قراءۃ نافع کے متعلق اظہار ناپسندیدگی اس وجہ سے ہے کہ ان میں سے جس نے بھی تلاوت سنی وہ قراءت حمزہ میں غلطی کا مرتکب تھا، کیونکہ روایات میں غلطی ناقلین کی طرف سے ہی ہوتی ہے نہ کہ جن سے نقل کی جارہی ہے۔ چنانچہ محمد بن ہیثم کہتے ہیں قراءۃ حمزہ کی کراہت کی وجہ یہ ہے کہ حمزہ کا کوئی شاگرد شافعی کی مجلس میں آیا اور اس نے خلاف قواعد مدوں کی مقدار وغیرہ میں غلطی کی جس کو امام صاحب نے ناپسند کیا۔ مزید فرماتے ہیں امام حمزہ اپنے شاگردوں کو اس طرح کی غلطیوں سے باز رکھتے تھے جب ان کے سامنے کوئی تلاوت کرتے ہوئے غلو سے کام لیتا تو اسے فرماتے کیا تمہیں معلوم نہیں سفیدی حد سے بڑھ جائے تو برص کہلاتی ہے اور زلفوں میں خم زیادہ ہو تو وہ الجھاؤ کہلاتا ہے لہٰذا اس طرح مت پڑھو۔‘‘ [طبقات القراء: ۱/۲۳۶]

### ② حمزہ کا اختیار قرآن:

**جواب:** علامہ تمنا عمادی کو شاید قول سفیان سمجھنے میں خطا ہوئی ہے۔ قول سفیان ہے:

"ماقرأ حمزة حرفاً الا بأثر" ’’حمزہ نے بغیر نقل کے کوئی بھی اختلاف روایت نہیں کیا۔‘‘

تو یہاں ’اثر‘ کا لفظ دیکھ کر جناب نے یہ سمجھا کہ اثار صحابہ سے اپنی قراءت اختیار کی حالانکہ یہ غلط ہے۔

امام سفیان کا قول تو خود حمزہ کی قراءت کے منقول ہونے کی دلیل ہے۔

### ③ ثوری کی اکیلی گواہی:

**جواب:** امام حمزہ کی توثیق صرف سفیان ثوری نے نہیں کی بلکہ متعدد علماء نے کی ہے بطور مثال چند درج ذیل ہیں:

* امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

’’حمزہ قراءات و میراث میں لوگوں پر غالب آ گئے۔‘‘ [تہذیب: ۱/۴۸۹]

* شعیب بن حرب رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

’’تم مجھ سے موتیوں جیسی قراءت حمزہ کے متعلق سوال کیوں نہیں کرتے۔‘‘ [سیر: ۵/۹۱]

* ذہبی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:



محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com


''آپ امام، مقتداء، شیخ القراء اور کتاب اللہ کے مخلص اور مستعد خادم تھے۔'' [سیر:۹۰/۷]

* امام نسائی نے فرمایا:

''حمزہ میں کچھ مضائقہ نہیں۔'' [تہذیب:۴۸۸/۱]

* امام الجرح والتعدیل یحییٰ بن معین فرماتے ہیں:

''حمزہ ثقہ آدمی ہے۔'' [تہذیب:۴۸۸/۱]

معلوم ہوا حمزہ کی توثیق ثوری کے علاوہ بھی بہت سارے لوگوں سے منقول ہے۔

## امام کسائی

① امام کسائی کے اساتذہ ابن ابی لیلیٰ اور اعمش، شیعہ تھے۔

② ابوبکر بن عیاش (استاذ کسائی) روایت میں بہت غلطیاں کرتے تھے۔

## جوابات

### ① ابی لیلیٰ اور اعمش کا شیعہ ہونا:

**جواب:** عبدالرحمٰن بن ابی لیلیٰ کو ائمہ رجال میں سے کسی نے بھی رافض نہیں کیا، بلکہ اس کے برعکس وہ سنی تھے۔ عجلی کہتے ہیں: ''وہ فقیہ سنی اور قرآن کے عالم تھے اور دوسری بات یہ کہ ان پر جرح حدیث میں ہے فقہ، قضاء اور قرآن وقراءت میں نہیں۔''

* رہی بات اعمش کی تو کتب رجال میں کسی نے بھی کسائی کو اعمش کا شاگرد نہیں لکھا بلکہ وہ زائدہ بن قدامہ کے شاگرد ہیں اور زائدہ اعمش کے شاگرد ہیں۔ [طبقات القراء:۵۳۵/۱]

امام ذہبی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

''اعمش ثقات میں سے ایک ثقہ ہیں ان کا شمار صغار تابعین میں ہوتا ہے ان پر محدثین کے ہاں صرف تدلیس (عن الضعفاء) کا عیب ہے۔'' [میزان الاعتدال:۲۲۴/۲]

معلوم ہوا اعمش ثقہ اور عادل و ضابط ہیں۔ ان کی تدلیس صرف محدثین کے ہاں ہے۔ قراءت میں تدلیس کا سوال ہی پیدا نہیں ہوسکتا، کیونکہ قراءات کی اسانید متواترہ ہیں لہٰذا اعمش کی قراءت حجت ہے۔

* رہی بات ان کے رفض کی تو وہ بھی صرف حب علی کی حد تک ہے جو مضر اور قادح نہیں ہے۔

### ② ابن عیاش کا کثیر الاغلاط ہونا:

**جواب:** علامہ ذہبی رحمہ اللہ اس جرح پر تبصرہ کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

''یہ قراءت میں ثقہ تھے لیکن حدیث میں کمزور تھے۔'' [سیر اعلام:۴۹۷/۸]

معلوم ہوا قراءت میں وہ پختہ تھے لہٰذا قراءت میں غلطی ممکن نہیں ہے۔





محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



حافظ محمد زبیر ☆

# قرآن اور قراءاتِ قرآنیہ کے ثابت وحجت ہونے کا بنیادی ذریعہ خبر یا تواترِ عملی؟

[اِصلاحی مکتبہ فکر کے افکار کا جائزہ]

پاکستان میں انکارِ قراءات اور انکارِ حدیث میں پیش پیش حلقۂ اشراق کی نمائندہ شخصیت جاوید احمد غامدی سے چند ماہ قبل حافظ حمزہ مدنی ﷾، حافظ محمد زبیر ﷾ اور حافظ طاہر الاسلام عسکری ﷾ نے 'دین کیا ہے اور دین کے ثابت ہونے کا ذریعہ کیا ہے؟' کے ضمن میں متعدد نشستوں میں تبادلہ خیال کیا۔ آخری مجالس میں بحث کا ارتکاز اس نکتہ پر رہا کہ دین کے ثابت ہونے کا بنیادی ذریعہ خبر ہے یا نام نہاد اجماع وتواترِ عملی؟ حافظ محمد زبیر ﷾، جو کہ غامدی صاحب کے پیدا کردہ متنوع مغالطوں پر عرصہ دو تین سال سے مسلسل لکھ رہے ہیں، نے ان نشستوں میں پیش کردہ خیالات کو قارئین رشد کیلئے قلم بند کر دیا ہے، تاکہ زیر بحث موضوع پر دیگر شوق رکھنے والے حضرات بھی اس علمی مکالمہ سے مستفید ہوسکیں۔ حافظ صاحب ﷾ کا مقالہ اگرچہ قرآن، سنت اور اجماع تینوں کے ثابت ہونے کے ذریعے کے بارے میں ہے، لیکن ہم رشد 'قراءات نمبر' کے موضوع کے پیش نظر مقالہ کے صرف ابتدائی حصہ کو قارئین کے لیے پیش کر رہے ہیں، جس کی تہذیب ونظر ثانی بھی موصوف نے خود کردی ہے۔ اس تعاون پر ہم ان کے شکر گزار ہے۔ [اِدارہ]

دین ودنیا میں عام طور پر کسی بھی علم کے حصول کے لیے معتبر بنیادی ذرائع صرف دو ہی ہیں۔ ایک براہِ راست مشاہدہ وحواس سے حاصل شدہ علم اور دوسرا خبر ہے، مثلاً بازار میں جاتے ہوئے آپ نے دیکھا کہ ایک شخص کو سرعام ڈاکوؤں نے قتل کر دیا ہے، اب آپ کو اس شخص کے قتل کا علم براہِ راست مشاہدے سے ہوا یا یہ بھی ممکن ہے کہ آپ جائے وقوعہ پر موجود نہ ہوں اور آپ کو اس شخص کے قتل کی خبر مل جائے۔ یہ خبر بعض اَوقات ایک شخص کے ذریعے پہنچتی ہے اور بعض اَوقات دو، تین، چار یا ایک بہت بڑی تعداد کے ذریعے۔ مخبرین کی تعداد چاہے کتنی ہی زیادہ کیوں نہ ہو، دنیا اس کو خبر ہی کہتی ہے۔

اَنبیاء پر نازل کی جانے والی وحی بھی اللہ ہی کی طرف سے ایک خبر ہوتی ہے۔ بعض اَوقات یہ وحی خواب کی صورت میں بھی ہوتی ہے۔ کسی نبی کا خواب بھی مشاہدہ وخبر ہی کی ایک ملی جلی قسم ہے، جیسا کہ اللہ کے رسول ﷺ نے خواب دیکھا تھا کہ آپ صحابہ کے ساتھ عمرہ کر رہے ہیں اور حضرت ابراہیمؑ نے اپنے بیٹے کو خواب میں ذبح کرتے دیکھا۔ اسی طرح بعض اوقات ایک عام شخص کو بھی بذریعہ خواب کسی بات کا علم ہو جاتا ہے، لیکن ایک نبی اور عامی کے خواب میں

☆ فاضل جامعة لاهور الإسلامية، فاضل قراءات سبعة وعشرة



محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



اصل فرق یہ ہے کہ نبی کا خواب دوسروں کے حق میں بھی وحی و حجت کا درجہ رکھتا ہے جبکہ ایک عام آدمی کا خواب خود اس کے لیے تو کسی اہمیت کا حامل ہو سکتا ہے لیکن دین میں کسی دوسرے شخص کے لیے کوئی شرعی دلیل نہیں بن سکتا۔

انبیاء کے لیے علم کے حصول کی ایک خاص شکل الہام بھی ہے یعنی اللہ سبحانہ وتعالیٰ کسی نبی کے دل میں کوئی بات ڈال دیں۔انبیاء کا یہ علم وحی کی حیثیت سے ایک شرعی دلیل ہے۔عام افراد کے لیے اسی عمل کو اصطلاحاً وجدان یا الہام ہی کہتے ہیں۔دین اسلام میں وجدان یا ایک عامی کا الہام اُمت کے لیے کوئی شرعی دلیل نہیں ہے، اگرچہ صوفیاء کے ایک قلیل طبقے نے اس کو ایک مستند ذریعہ علم قرار دیا ہے۔اگر کوئی شخص یہ کہتا ہے کہ مجھے اللہ سبحانہ وتعالیٰ یا اللہ کے نبی ﷺ نے یہ بات الہام کی ہے تو اس بات کو معلوم کرنا کہ واقعتاً اس شخص کو وہ بات اللہ یا اس کے رسول ﷺ ہی کی طرف سے الہام کی گئی ہے ، ایک ناممکن امر ہے اور اس کا کوئی معیار بھی اس دنیا میں موجود نہیں ہے کہ جس پر اس کو پرکھا جا سکے کہ یہ بات اللہ ہی کی طرف سے الہام ہے یا شیطانی وساوس ہیں۔اسی لیے کسی بھی بڑے سے بڑے عالم دین یا بزرگ وصوفی کا وجدان اُمتِ مسلمہ کے حق میں کسی شرعی دلیل کے مترادف نہیں ہے۔

ہاں یہ بات درست ہے کہ خود اس کے لیے وہ الہام ظن وتخمین یا علم ویقین کا کوئی درجہ رکھتا ہو۔ہم اس بات کو مانتے ہیں کہ اللہ کے نیک بندوں خصوصاً علماء، متقین اور صلحاء کو الہام ہوتا ہے۔ہم یہاں پر بحث یہ کر رہے ہیں کہ کسی اُمتی کا ایسا الہام کوئی شرعی دلیل ہے یا نہیں؟ جیسا کہ بعض لوگوں کا یہ دعویٰ ہے کہ اللہ کے رسول ﷺ نے خواب میں آ کر انہیں یہ حکم دیا ہے کہ تم الیکشن میں حصہ لو اور کامیابی تمہارا مقدر ہو گی وغیرہ۔

دنیاوی علوم کے حصول کا ایک اور ذریعہ عقل بھی ہے۔فلسفے میں اس ذریعہ علم کو بنیادی حیثیت حاصل ہے۔دین میں عقل، احکام الٰہی کو حاصل کرنے کا ذریعہ تو نہیں ہے، لیکن ان کو سمجھنے میں اس کی حیثیت مسلم ہے۔معتزلہ کے نزدیک عقل سے اللہ کا حکم معلوم ہو سکتا ہے جبکہ غامدی صاحب کا کہنا یہ ہے کہ قرآن میں مذکور 'معروف ومنکر' اور 'طیبات وخبائث' کا تعین فطرت انسانی سے ہو گا۔اہل سنت ماتریدیہ (یعنی احناف) اشاعرہ (یعنی مالکیہ وشوافع) اور سلفیہ (یعنی حنابلہ واہل الحدیث) کے نزدیک دین اسلام کا کوئی بھی حکم نہ تو عقل سے ثابت ہوتا ہے اور نہ ہی فطرت سے۔فطرت سے دینِ اسلام کا کوئی بھی حکم ثابت نہیں ہوتا۔

ہمارا موضوع اس وقت دین اسلام ہے۔اس دنیا میں دین اسلام کے تنہاء ماخذ اللہ کے رسول ﷺ ہیں۔اللہ کا دین قرآن کی صورت میں ہو یا قرآن کے علاوہ ، وہ ہمیں محمد ﷺ کے بتانے سے ہی ملا ہے۔جب تک آپ 'کتاب اللہ' کو قرآن قرار نہ دیں تو اس وقت تک وہ قرآن نہیں بنتا،یعنی قرآن بھی آپؐ کے بتانے سے ہی قرآن بنا ہے۔

امام غزالی رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

''جان لو! جب ہم غور سے جائزہ لیتے ہیں تو یہ بات واضح ہوتی ہے کہ تمام اَحکام کی اصل ایک ہی ہے اور وہ اللہ تعالیٰ کا قول ہے......مگر جب ہم اپنے حق میں کسی حکم کے ظاہر ہونے کی صورت پر غور کرتے ہیں تو یہ بات سامنے آتی ہے کہ اللہ کا کوئی بھی حکم ہمیں اللہ کے رسول ﷺ کے قول کے بغیر معلوم نہیں ہو سکتا ہے، کیونکہ ہم اللہ کا کلام نہ تو براہ راست اللہ تعالیٰ سے سنتے ہیں اور نہ ہی حضرت جبریلؑ سے۔پس اللہ کی کتاب بھی آپؐ کے قول سے ہی ہمیں معلوم ہوتی ہے۔''

[المستصفی:۱/۸۰]

آپ ﷺ کے زمانے میں یہ دین، قرآن وسنت کی صورت میں موجود تھا اور آپؐ اس دین یعنی دین اسلام کو اپنے





محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com


اَقوال،افعال اور تقریرات کے ذریعے صحابہؓ تک پہنچ رہے تھے۔ اللہ کے رسولﷺ سے ہم تک دین (قرآن و سنت) کا علم کیسے منتقل ہوا ہے؟ یہ ایک اہم سوال ہے۔دوسرا قابل غور نکتہ یہ ہے کہ کیا ہمارا دین اس بارے میں ہماری رہنمائی کرتا ہے کہ اللہ کے رسولﷺ نے اللہ تعالی سے قرآن وسنت کی صورت میں جو دین حاصل کیا ہے وہ قیامت تک آنے والے آپؐ کے ہر ہر اُمتی تک کن ذرائع سے پہنچے گا؟ تیسرا تحقیق طلب سوال یہ ہے کہ دین نے ایسے کون سے ذرائع بیان کیے ہیں کہ جن ذرائع سے دین اسلام (یعنی قرآن وسنت) آپؐ کی طرف سے کسی امتی تک پہنچ جائے تو اس اُمتی کے لیے اس ذریعے کی صورت میں ملنے والے دین (قرآن وسنت) کو'دین اسلام سمجھ کر قبول کرنا واجب ہے؟

پہلے سوال کا جواب یہ ہے کہ اللہ کے رسولﷺ آج ہمارے سامنے نہیں ہیں لہٰذا ہم آپؐ کے اَقوال واَفعال کے براہِ راست مشاہدے سے اس دین کا علم حاصل نہیں کر سکتے جو آپﷺ پر قرآن وسنت کی صورت میں نازل ہوا ہے یا جسے آپؐ کے اجتہاد کی صورت میں اللہ کی تصویب وتائید حاصل ہوئی ہے۔دوسری صورت یہ ہے کہ کوئی شخص محض اپنی عقل سے غور وفکر کرتے ہوئے اس دین کو معلوم کر لے کہ جو آپؐ پر نازل ہوا تھا تو یہ بھی ناممکن ہے۔اسی طرح اگر کوئی شخص یہ کہے کہ وہ دین جو آج سے چودہ سو سال پہلے محمدﷺ پر نازل ہوا تھا۔ میں اپنے وجدان سے معلوم کرلوں تو دینِ اسلام کے علم کے حصول کی یہ صورت بھی قابل عمل نہیں ہے، کیونکہ اس کا کوئی معیار نہیں ہے کہ جس کو وہ اپنے دل میں محسوس کر رہا ہے وہ واقعتاً وہی ہے جو اللہ کے رسولﷺ پر نازل ہوا تھا یا وہ شیطانی وساوس ہیں۔پس دین کے علم کے حصول کا ایک ہی ذریعہ ہمارے پاس باقی رہ جاتا ہے اور وہ 'خبر وروایت' ہے۔اب یہ 'خبر وروایت' قطعی بھی ہی ہو سکتی ہے اور ظنی بھی۔

دوسرے اور تیسرے سوال کا جواب یہ ہے کہ یہ بات دین (قرآن وسنت) کا بنیادی موضوع ہے کہ دین (قرآن وسنت) آپﷺ سے قیامت تک آنے والے ہر ہر اُمتی تک کیسے پہنچے گا اور دین (قرآن وسنت) نے اس کو بیان بھی کیا ہے۔بعض لوگوں کا یہ کہنا کہ ''دین اسلام (قرآن وسنت) کے منتقل ہونے کے ذرائع کیا ہیں؟ یہ ایک عقلی یا تاریخی بحث ہے''، عقل وشرع دونوں کے خلاف ہے۔جس طرح کسی چیز کا دین (قرآن وسنت) ہونا یا نہ ہونا ایک اہم بحث ہے، اتنی ہی اہمیت کی حامل یہ بات بھی ہے کہ وہ دین ہم تک کیسے پہنچے گا۔ دین ہو یا دین (قرآن و سنت) کے ہر ہر اُمتی تک پہنچنے کا ذریعہ ہو' دونوں کی اہمیت عقلی اعتبار سے برابر ہے۔جناب غامدی لکھتے ہیں:

> ''دین اس دنیا میں اللہ پروردگار عالم کی ہدایت ہے جو اس نے اپنے پیغمبروں کی وساطت سے انسانوں کو دی ہے۔اس سلسلہ کے آخری پیغمبر محمدﷺ ہیں۔چنانچہ دین کا تنہا ماٰخذ اس زمین پر اب محمدﷺ ہی کی ذات والا صفات ہے۔ یہ صرف انہی کی ہستی ہے کہ جس سے قیامت تک بنی آدم کو ان کے پروردگار کی ہدایت میسر ہوسکتی اور یہ صرف انہی کا مقام ہے کہ اپنے قول وفعل اور تقریر وتصویب سے وہ جس چیز کو دین قرار دیں، وہی اب رہتی دنیا تک دین حق قرار پائے۔'' [میزان:ص۹]

دین (قرآن وسنت) کیا ہے؟ اس اعتبار سے غامدی صاحب کا یہ قول صد فی صد درست ہے کہ دین (قرآن وسنت) صرف وہی ہے کہ جس کو اللہ کے رسولﷺ نے اپنے قول، فعل اور تقریر وتصویب سے دین قرار دیا ہے، لیکن اگر ہم غور کریں تو یہ معلوم ہوتا ہے کہ مذکورہ بالا عبارت کی اہمیت اس وقت بالکل ختم ہو جاتی ہے جب ہم اس دین



محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

(قرآن وسنت) کے پہنچنے کے ذرائع کو ایک عقلی و تاریخی بحث بنا دیتے ہیں۔ کیونکہ ہم جس زمانے میں رہ رہے ہیں اس کے اعتبار سے، اللہ کے رسول ﷺ کے دور میں کیا چیز دین (قرآن وسنت) تھی؟ سے زیادہ اہم سوال یہ ہے کہ وہ دین (قرآن وسنت) ہمیں کس طرح ملا ہے یا دوسرے الفاظ میں وہ دین (قرآن وسنت) آج کہاں ہے؟ کیونکہ ایک چیز کو اُصولی طور پر دین (قرآن وسنت) مان لینے سے اس وقت تک فرق نہیں پڑتا جب تک ہم دین (قرآن وسنت) کے ذرائع کی بحث بھی دین (قرآن وسنت) کی روشنی میں ہی نہ کرلیں۔

جب تک سوال صحیح نہ ہو تو اس کا جواب بھی درست نہیں ہوتا۔اس میں کوئی شک نہیں ہے اس دنیا میں اللہ کے رسول ﷺ کی ذات ہی دین اسلام (قرآن وسنت) کا تنہا ماخذ ہے،لیکن یہ اس سوال کا جواب ہے کہ دین اسلام (قرآن وسنت) کے مآخذ کیا ہیں؟ ہمارے خیال میں اصل سوال یہ ہے کہ آج، جس زمانے میں، میں زندگی گزار رہا ہوں، میرے لیے دین اسلام (قرآن وسنت) کے مآخذ کیا ہیں؟ یعنی جو دین (قرآن وسنت) اللہ کے رسول ﷺ کو اللہ کی طرف سے بذریعہ وحی ملا ہے آج مجھے وہ کہاں ملے گا؟ آج میں اسے کہاں تلاش کروں؟ کیا اللہ تعالیٰ نے محمد ﷺ پر نازل کردہ دین (قرآن وسنت) کی حفاظت اس طرح سے کی ہے کہ آج بھی مجھے وہ دین (قرآن وسنت) اسی طرح مل جائے جس صورت میں وہ آپؐ پر نازل ہوا تھا یا اللہ تعالیٰ کا یہ فضل صرف صحابہؓ کی جماعت ہی کے لیے تھا۔ میرے سامنے آج اللہ کے رسول ﷺ نہیں ہیں کہ میں ان کے اقوال، افعال اور تقریرات کا براہِ راست مشاہدہ کرکے دین (قرآن وسنت) آپ کی ذات سے اخذ کرسکوں۔آپؐ کی حیات میں آپؐ صحابہ کرامؓ کے لیے حقیقتاً دین (قرآن وسنت) کا تنہا ماخذ تھے۔اس لیے یہ کہنا کہ دین (قرآن وسنت) کا تنہا ماخذ اللہ کے رسول ﷺ ہیں،نظری و اُصولی طور پر بالکل صد فی صد درست بات ہے، لیکن صرف یہ کہنا آج کے مسلمان کا مسئلہ اس لیے حل نہیں کرتا کہ اس کے سامنے آپؐ کی ذات موجود نہیں ہے۔

آپؐ نے قرآن اور اپنے اقوال، افعال اور تقریرات کے ذریعے جو دین اس اُمت کو دیا ہے وہ آج کہاں ہے؟ اس سوال کا جواب جب ہم اصول فقہ کی کتابوں میں تلاش کرتے ہیں تو مآخذ شریعت کے عنوان کے تحت مذکور بحث کے مطالعے سے ہمیں یہ معلوم ہو جاتا ہے کہ اہل سنت کا جواب کیا ہے۔پس یہ کہنا کہ دین (قرآن وسنت) کے ذرائع کی بحث عقل یا تاریخ کا مسئلہ ہے' ایسا ہی ہے جیسا کہ کوئی شخص یہ دعوی کرے کہ اللہ کے رسول ﷺ کے صحابہ رضی اللہ عنہم کے لیے تو دین (قرآن وسنت) کے مآخذ واضح تھے یعنی آپؐ کے اقوال، افعال و تقریرات، جبکہ قیامت تک کے انسانوں کے لیے دین کے مآخذ کیا ہیں؟ یہ عقل و تاریخ سے طے ہوگا۔

عقل و تاریخ تو یہ بتلاتی ہے کہ صحابہؓ کے لیے خبر واحد مستقل بالذات ماخذ دین تھی، کیونکہ صحابہؓ دو صورتوں میں اللہ کے رسول ﷺ سے دین حاصل کر رہے تھے یا تو براہ راست آپؐ کی مجلس میں موجود ہوتے تھے یا کسی دوسرے صحابیؓ سے اس کی خبر پاتے تھے۔پہلی صورت میں بھی آپؐ کی خبر ان کے لیے خبر واحد تھی جبکہ دوسری صورت بھی عموماً خبر واحد ہی کی ہوتی تھی جیسا کہ صحابہ رضی اللہ عنہم آپؐ کے ارشادات و افعال اور موقع بموقع نازل ہونے والی قرآنی آیات کی خبر اپنی بیویوں کو جا کر دیتے تھے تو یہ خبر واحد ہی تھی۔اس خبر واحد سے قرآن بھی ثابت ہو رہا تھا اور حلال وحرام، عبادات بھی اور معاملات بھی۔آداب بھی اور حدود و تعزیرات بھی۔



محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com


اس عقل و تاریخ کو کیا ہو گیا ہے کہ آج ہمیں یہ کہتی ہے کہ ہمارے لیے خبر واحد مستقل بالذات ماخذ دین نہیں ہے بلکہ صحابہ رضی اللہ عنہم کا اجماع اور پھر اس اجماعِ صحابہؓ کی ہر دَور میں اِجماع ہی کے ذریعے سے حکایت و روایت ہی مستقل بالذات دین کی روایت کا بنیادی ذریعہ ہے۔ ہم یہ کہتے ہیں کہ جب تک صحابہ رضی اللہ عنہم کا کسی بات پر اجماع نہیں ہوا تھا اور کسی ایک صحابیؓ نے کسی دوسرے صحابیؓ سے مثلاً تحویل قبلہ سے متعلق قرآن کی نئی نئی نازل شدہ آیات سنی تو اس صحابیؓ کے لیے وہ خبر واحد مستقل بالذات ماخذ دین تھی یا نہیں؟ اور اس خبر واحد سے قرآن اور تحویل قبلہ جیسا حکم ثابت ہو جاتا تھا یا نہیں؟ اگر تو جواب اثبات میں ہے۔ اور یقیناً ہے تو آج اس خبر واحد سے قرآن یا تحویل قبلہ جیسے اَحکامات کے اثبات میں کیا رکاوٹ ہے؟ کیا صحابہؓ کے دور میں جس قسم کی خبر واحد سے مستقل بالذات دین ثابت ہو جاتا تھا۔

امام شافعی، امام مالک، امام احمد اور امام بخاری رحمہم اللہ وغیرہ کے زمانے میں اس خبر واحد سے دین ثابت نہیں ہوتا تھا؟ کیا ذریعہ، دین پر حَکم ہے کہ وہ دین کو مستقل بالذات یا غیر مستقل بالذات بنا دیتا ہے۔ کیا جس چیز پر صحابہ، کا اجماع نہ ہو اس کو ہم مستقل بالذات دین شمار نہیں کریں گے؟ احادیث، سیرت و تاریخ کی کتب سے یہ بات واضح ہوتی ہے کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے جمع قرآن کے واقعہ سے پہلے قرآن کی قراءات کے بارے میں صحابہ رضی اللہ عنہم، میں بہت اختلافات تھے اور بعض صحابہ رضی اللہ عنہم دوسرے صحابہ رضی اللہ عنہم کی قراءت کا انکار بھی کرتے تھے اور سرحدی علاقوں میں ایسے جھگڑے بہت بڑھ گئے تھے۔

یہ تمام صحابہ رضی اللہ عنہم جو کہ قرآن کی ایک قراءت پر متفق نہیں تھے تو کیا قرآن صحابہ رضی اللہ عنہم کے اس دور میں ثابت نہیں تھا یا وہ مستقل بالذات ماخذ نہیں مانا جاتا تھا۔ یقیناً ایسا نہیں تھا۔ آج بھی تمام اُمت قرآن کریم کی کسی ایک روایت پر متفق نہیں ہے، بلکہ کہیں 'روایتِ حفص' ہے تو کہیں 'روایتِ ورش' اور بعض ممالک میں 'روایتِ قالون' رائج ہے تو بعض علاقوں میں 'روایتِ دوری' پڑھی جاتی ہے، اس کے باوجود قرآن ثابت ہے اور مستقل بالذات ماخذ دین ہے۔ مستقل بالذات دین کے ثبوت کے جو طریقے خود دین نے بیان کیے ہیں وہ 'اجماع' نہیں ہے، بلکہ 'خبر' ہے۔ اگر اس خبر پر اجماع بھی حاصل ہو جائے تو یہ ایک اضافی فائدہ ہے۔ یہی ہمارے اس مضمون کا بنیادی موضوع ہے۔

غامدی صاحب لکھتے ہیں:

''یہی قانون وحکمت وہ دین حق ہے جسے 'اسلام' سے تعبیر کیا جاتا ہے اس کے ماخذ کی تفصیل ہم اس طرح کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ سے یہ دین آپ کے صحابہ کے اجماع اور قولی و عملی تواتر سے منتقل ہوا اور دو صورتوں میں اس اُمت کو ملا ہے: ① قرآن مجید ② سنت [میزان: ص ۹]

غامدی صاحب جس کو ذریعہ قرار دے رہے ہیں، اس میں کوئی شک نہیں ہے کہ وہ ایک ذریعہ ہونے کے علاوہ آج کے دور میں ہمارے لیے مآخذ دین بھی ہیں۔ دین نے صحابہؓ کے لیے بھی اور قیامت تک آنے والے اُمتیوں کے لیے مآخذ دین (یعنی دین کو اَخذ کرنے کی جگہوں) کو بیان کر دیا ہے۔ قرآن اور سنت دونوں میں یہ بات صراحت سے بیان ہوئی ہے کہ دین کے اللہ کے رسول ﷺ سے اُمت تک منتقل ہونے کا اصل ذریعہ خبر ہے اور بذریعہ خبر اگر دین اسلام کی کوئی بات اللہ کے رسول ﷺ کی نسبت سے کسی اُمتی کو پہنچ جائے تو اس کے لیے اس بات کو دین کی حیثیت سے قبول کرنا واجب ہے، چاہے وہ خبر قطعی ہو یا ظنی۔



محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

حافظ محمد زبیر

## دین (قرآن وسنت) کی روایت کا بنیادی ذریعہ؛ قرآن کی روشنی میں

قرآن مجید نے صریحاً اور اشارتاً دین کی روایت و ذریعہ کو ایک موضوع کے طور پر بیان کیا ہے۔قرآن مجید میں اس کے درج ذیل دلائل ہیں:

**پہلی دلیل:** اِرشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿اِیْتُوْنِیْ بِکِتٰبٍ مِّنْ قَبْلِ ھٰذَا اَوْ اَثٰرَةٍ مِّنْ عِلْمٍ﴾ [الأحقاف:۴]

''تم (اپنے موقف کے حق میں) کوئی کتاب اس (قرآن) سے پہلے کی یا (سابقہ انبیاء) کی بچی کھچی منقول علمی روایت لے آؤ۔''

اس آیت مبارکہ کی تفسیر میں مولانا امین احسن اصلاحی لکھتے ہیں:

''اثارۃ' اس روایت کو کہتے ہیں جو سلف سے منقول ہوتی چلی آرہی ہو۔الأثارة البقية من العلم توثر وهم على اثارة من العلم أى بقية منه ياثرونها من الأولين (اقرب الموارد)۔اس کے ساتھ' من علم' کی قید اس حقیقت کے اظہار کے لیے ہے کہ اس روایت کی بنیاد محض وہم و گمان پر نہیں بلکہ علم پر ہو۔اگر تم مدعی ہو کہ خدا نے تمہارے معبودوں کو اپنی خدائی میں شریک بنایا ہے تو اپنے اس دعوے کی سچائی ثابت کرنے کے لیے یا تو اس قرآن سے پہلے کی کوئی کتاب پیش کرو یا کوئی ایسی روایت جس کی بنیاد وہم و گمان پر نہیں بلکہ علم پر ہو۔مطلب یہ ہے کہ خدا کا کوئی شریک ہے یا نہیں؟ اس باب میں اصلی گواہی خود خدا ہی کی ہو سکتی ہے کہ اس نے اپنا شریک کسی کو بنایا ہے یا نہیں اور بنایا ہے تو کس کو؟ خدا کی گواہی کو جاننے کا واحد ذریعہ اس کی نازل کردہ کتابیں ہیں یا وہ روایات و آثار جو اس کے نبیوں اور رسولوں سے صحیح طور پر سلف سے خلف کو منتقل ہوئے۔فرمایا کہ اس طرح کی کوئی چیز ہو تو اس کو پیش کرو، محض وہم کی بنیاد پر ایک ہوائی قلعہ تعمیر کر کے اپنی عاقبت نہ خراب کرو۔یہاں یہ بات واضح ہے کہ اللہ تعالیٰ کا نازل کردہ علم یا تو اس کی کتابوں کے ذریعہ سے خلق کو منتقل ہوا ہے مثلاً تورات و انجیل وغیرہ کے ذریعے سے یا روایات و آثار کے ذریعے سے' مثلاً حضرت ابراہیمؑ اور دوسرے انبیاء کی تعلیمات بعد والوں کو روایات ہی کے ذریعے پہنچیں۔''

[تدبر القرآن، تفسیر سورة الاحقاف:۴]

طوالت کے خوف سے ہم اس آیت مبارکہ کی تفسیر میں باقی مفسرین کی آراء نقل نہیں کر رہے ہیں۔اس آیت مبارکہ سے ثابت ہوتا ہے کہ دین کے پہنچنے کا ذریعہ بھی دین ہی کا موضوع ہے اور قرآن نے اس کو بیان کیا ہے۔ قرآن کی اس آیت کے مطابق اللہ کی کتاب اور رسولوں کی طرف منسوب اخبار، چاہے عقائد کی صورت میں ہو یا اعمال و عبادات کی شکل میں، دین اسلام کا ماخذ ہیں۔یہ آیت اس بات کی بھی دلیل ہے کہ عقیدہ بھی خبر ہی سے ثابت ہوتا ہے، چاہے وہ متواتر ہو یا خبر آحاد۔

**دوسری دلیل:** ایک اور جگہ اللہ سبحانہ وتعالیٰ فرماتے ہیں:

﴿فَلَوْلَا نَفَرَ مِنْ كُلِّ فِرْقَةٍ مِّنْهُمْ طَائِفَةٌ لِّيَتَفَقَّهُوْا فِي الدِّيْنِ وَلِيُنْذِرُوْا قَوْمَهُمْ اِذَا رَجَعُوْا اِلَيْهِمْ لَعَلَّهُمْ يَحْذَرُوْنَ﴾ [التوبة:۱۲۲]

''پس کیوں نہ ان کی ہر بڑی جماعت میں سے ایک چھوٹی جماعت نکلی تا کہ وہ دین کا گہرا فہم حاصل کریں اور تا کہ وہ اپنی قوم کو ڈرائیں جبکہ وہ ان کی طرف لوٹ کر جائیں شاید کہ وہ (یعنی قوم والے اس طرح) ڈر جائیں''۔

اس آیت مبارکہ میں 'طائفة' کا لفظ استعمال ہوا ہے جو کہ عربی زبان میں ایک قلیل جماعت کے لیے استعمال ہوتا



محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



ہے چاہے وہ 'فردِ واحد' ہی کیوں نہ ہو۔امام قرطبی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

''میں یہ کہتا ہوں کہ بہترین نص جس سے اس بات پر استدلال کیا گیا ہے کہ طائفة کا لفظ ایک کے لیے بھی بولا جاتا ہے وہ اللہ تعالیٰ کا اِرشاد ہے: ''اگر اہل ایمان میں دو افراد آپس میں لڑ پڑیں'' کیونکہ آگے فرمایا: ''اپنے دو بھائیوں کے درمیان صلح کروادیا کرو'' پس 'اَخَوَیْکُمْ' میں تثنیہ کا صیغہ استعمال کیا ہے''۔[تفسیر قرطبی: سورۃ التوبۃ:۱۲۲]

اگر اس کو جمع کے معنی میں بھی استعمال کریں تو پھر بھی تین سے جمع شروع ہو جاتی ہے اور تین راویوں کی روایت کو بھی محدثین کی اصطلاح میں 'خبر واحد' ہی کہتے ہیں۔

تیسری بات یہ ہے کہ 'فرقة' میں کم از کم تین افراد ہوں گے۔اور 'فرقة' میں سے جب 'طائفة' نکلے گا تو ایک یا دو نکلیں گے۔ابن عادل الحنبلی لکھتے ہیں:

''یہ آیت اس بات پر دلالت کرتی ہے کہ خبر واحد حجت ہے۔تین افراد مل کر فرقہ بنے۔اور اللہ نے یہ واجب کیا ہے کہ ہر فرقہ سے ایک طائفہ نکلے۔پس تین میں سے نکلنے والے دو ہوں گے یا ایک' پھر اللہ تعالیٰ ان لوگوں کی خبر پر عمل کو ﴿وَلِيُنذِرُوا قَوْمَهُمْ﴾ کے ذریعے واجب قرار دیا ہے کیونکہ اس سے مراد ان لوگوں کی خبر ہے۔اسی طرح ﴿لَعَلَّهُمْ يَحْذَرُونَ﴾ کے ذریعے ان کی قوم پر یہ واجب قرار دیا ہے کہ وہ ان کی خبر پر عمل کریں۔یہ آیت اس بات کا تقاضا کرتی ہے کہ ایک یا دو افراد کی خبر شریعت اسلامیہ میں حجت قرار پائے''۔[اللباب فی علوم الکتاب: سورۃ التوبۃ:۱۲۲]

اس آیت مبارکہ میں اللہ کے رسول ﷺ سے دین اسلام کو حاصل کرنے اور پھر واپس جا کر اپنی قوم کو بتلانے کے لیے خبر واحد کو حجت مانا گیا ہے۔احادیث' سیرت اور آثار صحابہؓ کی کتابوں میں بکثرت ایسے واقعات ملتے ہیں جن سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ بعض قبائل سے ایک فرد اور بعض سے ایک سے زائد افراد اللہ کے رسول ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوتے' دین اسلام کے احکامات سیکھتے اور واپس جا کر اپنی قوم کو اس کی تعلیم دیتے تھے۔

**تیسری دلیل:** اسی طرح ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿يَٰأَيُّهَا الَّذِينَ ءَامَنُوا إِن جَاءَكُمْ فَاسِقٌ بِنَبَإٍ فَتَبَيَّنُوا﴾ [الحجرات:۶]

''اے وہ لوگو جو ایمان لائے ہو! اگر تمہارے پاس کوئی فاسق کوئی خبر لے کر آئے تو تم تحقیق کر لیا کرو (اس خبر کی)۔''

اس آیت مبارکہ میں دین و دنیا سے متعلق کسی بھی خبر واحد کو قبول کرنے کے لیے یہ حکم دیا گیا ہے کہ اگر اس خبر کا راوی کوئی فاسق شخص ہو تو اس خبر اور اس کے راوی دونوں کی تحقیق کر لیا کرو۔الحمد للہ! محدثین نے آپ ﷺ کی طرف منسوب اَخبار میں راویان اَحادیث کی چھان پھٹک کے ساتھ ساتھ متون کی بھی تحقیق کی ہے۔محدثین کے بارے میں بعض ناواقف حضرات کا یہ خیال غلط ہے کہ ان کے نزدیک کسی حدیث کے صحیح ہونے کا دارومدار صرف اس کی سند کی صحت پر ہے اور وہ حدیث کے قبول ورد میں متن حدیث کی جانچ پڑتال نہیں کرتے اور متن کی تحقیق کے اُصول فقہاء نے وضع کیے ہیں۔محدثین کے ہاں حدیث سند و متن دونوں کے مجموعے کا نام ہے، چنانچہ ان کے اصولِ حدیث بھی سند و متن دونوں کی تحقیق سے متعلق ہیں اور یہ بات مصطلح الحدیث کی قدیم وجدید تمام کتب کی ابتداء میں فن کی تعریف، موضوع اور فائدہ وثمرہ کے عنوان کے تحت موجود ہے۔اس موضوع پر ہمارے استاد ڈاکٹر قاری حمزہ مدنی حفظہ اللہ نے اسلامیہ یونیورسٹی، بہاولپور میں پی۔ایچ۔ڈی کا مقالہ رقم فرمایا ہے، جس میں درایتِ حدیث کے اعتبار سے محدثین کی خدمات کا تفصیلی و تحقیقی جائزہ پیش کیا گیا ہے۔یہ مقالہ اِن شاء اللہ کچھ ہی عرصے بعد شائع بھی ہو جائے گا۔اس آیت



محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



مبارکہ سے یہ بھی معلوم ہوا کہ اگر خبر کا راوی فاسق نہ ہو یعنی عادل ہو تو پھر خبر کی تحقیق کی ضرورت نہیں ہے لیکن اس کے باوجود محدثین نے ہر اعتبار سے خبر کی تحقیق کی ہے۔ علامہ آلوسیؒ نے اپنی تفسیر روح المعانی میں اس آیت کے بیان میں خبر واحد کی حجیت کے بارے میں عمدہ بحث کی ہے۔

**چوتھی دلیل:** بعض جگہ قرآن میں اشارتاً بھی اس بات کا تذکرہ آیا ہے کہ خبر واحد کی صورت میں دی گئی خبر کو قبول کیا جائے گا۔ ایک جگہ ارشاد باری تعالی ہے:

﴿وَتَفَقَّدَ الطَّيْرَ فَقَالَ مَا لِيَ لَا أَرَى الْهُدْهُدَ أَمْ كَانَ مِنَ الْغَائِبِينَ لَأُعَذِّبَنَّهُ عَذَابًا شَدِيدًا أَوْ لَأَذْبَحَنَّهُ أَوْ لَيَأْتِيَنِّي بِسُلْطَانٍ مُبِينٍ فَمَكَثَ غَيْرَ بَعِيدٍ فَقَالَ أَحَطْتُ بِمَا لَمْ تُحِطْ بِهِ وَجِئْتُكَ مِنْ سَبَإٍ بِنَبَإٍ يَقِينٍ إِنِّي وَجَدْتُ امْرَأَةً تَمْلِكُهُمْ وَأُوتِيَتْ مِنْ كُلِّ شَيْءٍ وَلَهَا عَرْشٌ عَظِيمٌ وَجَدْتُهَا وَقَوْمَهَا يَسْجُدُونَ لِلشَّمْسِ مِنْ دُونِ اللَّهِ وَزَيَّنَ لَهُمُ الشَّيْطَانُ أَعْمَالَهُمْ فَصَدَّهُمْ عَنِ السَّبِيلِ فَهُمْ لَا يَهْتَدُونَ أَلَّا يَسْجُدُوا لِلَّهِ الَّذِي يُخْرِجُ الْخَبْءَ فِي السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ وَيَعْلَمُ مَا تُخْفُونَ وَمَا تُعْلِنُونَ اللَّهُ لَا إِلَٰهَ إِلَّا هُوَ رَبُّ الْعَرْشِ الْعَظِيمِ قَالَ سَنَنْظُرُ أَصَدَقْتَ أَمْ كُنْتَ مِنَ الْكَاذِبِينَ اذْهَبْ بِكِتَابِي هَٰذَا فَأَلْقِهْ إِلَيْهِمْ ثُمَّ تَوَلَّ عَنْهُمْ فَانْظُرْ مَاذَا يَرْجِعُونَ﴾ [النمل:۲۰ تا ۲۸]

''حضرت سلیمان علیہ السلام نے پرندوں کا جائزہ لیا تو کہا: کیا ہو گیا ہے مجھے، میں ہدہد کو دیکھ نہیں پا رہا ہوں یا وہ غائب ہے۔ میں اس کو لازماً شدید عذاب دوں گا یا اسے ذبح ہی کر دوں گا یا وہ میرے پاس کوئی واضح دلیل (عذر) لے کر آئے۔ پس حضرت سلیمان علیہ السلام نے زیادہ دیر نہیں گزاری (کہ ہدہد آ گیا) پس ہدہد نے کہا: میں نے اس چیز کا احاطہ کیا ہے جس کا آپ احاطہ نہیں کر سکے اور میں آپ کے پاس قوم سبا سے ایک یقینی خبر لے کر آیا ہوں۔ میں نے ایک عورت کو دیکھا ہے وہ ان پر حکمرانی کرتی ہے اور اسے ہر چیز دی گئی ہے اور اس کے پاس ایک بہت بڑا تخت ہے۔ میں اس عورت اور اس کی قوم کے لوگوں کو دیکھا ہے کہ وہ اللہ کے علاوہ سورج کو سجدہ کرتے ہیں اور شیطان نے ان کے لیے ان کے اعمال کو مزین کر دیا ہے پس اس نے انہیں سیدھے رستے سے روک دیا ہے۔ پس وہ اس بات کی طرف رہنمائی نہیں پا سکے کہ وہ اس اللہ کو سجدہ کریں جو زمین یا آسمانوں میں چھپی ہوئی ہر چیز کو نکالتا ہے اور وہ جانتا ہے جو تم چھپاتے ہو یا ظاہر کرتے ہو۔ اللہ' اس کے سوا کوئی بھی معبود نہیں ہے اور وہ عرش عظیم کا رب ہے۔ حضرت سلیمان علیہ السلام نے کہا: ہم عنقریب دیکھیں گے کہ تم نے سچ بولا یا تم جھوٹوں میں سے ہو۔ تو میرا یہ خط لے جا اور ان کی طرف ڈال دے پھر ان سے منہ موڑ لے پس دیکھ کیا وہ لوٹاتے ہیں۔''

ہدہد کے قول ﴿فَقَالَ أَحَطْتُ بِمَا لَمْ تُحِطْ بِهِ﴾ سے یہ بات ثابت ہوتی ہے کہ اس نے حضرت سلیمان علیہ السلام کو جو خبر دی تھی وہ ان کے علم میں نہ تھی اور دوسری اہم بات یہ ہے کہ ہدہد کی خبر قوم سبا کے عقیدے کے بارے میں تھی۔ حضرت سلیمانؑ نے اسے یہ نہیں کہا کہ خبر واحد سے عقیدہ ثابت نہیں ہوتا ہے بلکہ زیادہ سے زیادہ جو بات کی' وہ یہ تھی کہ ہم تمہاری خبر کی تحقیق کریں گے۔ یہ بات کہی جا سکتی ہے کہ ہدہد کی یہ خبر 'خبر الواحد المحتف بالقرائن' کے قبیل سے تھی کہ جن سے علم یقینی حاصل ہوتا ہے اور قرآن نے ﴿وَجِئْتُكَ مِنْ سَبَإٍ بِنَبَإٍ يَقِينٍ﴾ میں اس طرف اشارہ کیا ہے کہ اس قسم کی خبر واحد سے علم یقینی حاصل ہوتا ہے۔ یہ دعویٰ درست نہیں ہے کہ علم یقین صرف خبر متواتر سے ہی حاصل ہوتا ہے۔ علامہ ابن حجر رحمہ اللہ، امام نووی رحمہ اللہ کے تعاقب میں لکھتے ہیں:

''جہاں تک امام نووی رحمہ اللہ کے اس دعوے کا تعلق ہے کہ تواتر کے بغیر خبر سے علم یقین حاصل نہیں ہوتا' تو یہ دعویٰ چند وجوہات سے ناقص دعویٰ ہے۔ پہلی وجہ تو یہ ہے کہ ایسی خبر واحد کہ جس کا قرائن نے احاطہ کیا ہو، علم نظری کا فائدہ دیتی



محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com


ہے جیسا کہ امام الحرمین امام غزالی ؒ، علامہ آمدی ؒ اور ابن الحاجب ؒ وغیرہ نے بیان کیا ہے۔ دوسری بات یہ ہے کہ ایسی خبر مستفیض جو کہ کئی طرق سے مروی ہو اور اس میں کسی قسم کا طعن نہ ہو، علم حدیث کے ماہرین کو علم نظری کا فائدہ دیتی ہے۔ اس بات کو الاستاذ ابو اسحاق اسفرائینی ؒ الاستاذ ابو منصور التمیمی ؒ اور الاستاذ ابو بکر بن فورک ؒ نے بیان کیا ہے۔ تیسری بات یہ ہے کہ ہم پہلے بیان کر چکے ہیں کہ اس بات پر اجماع ہے کہ ایسی خبر واحد کہ جس کو امت میں 'تلقی بالقبول' حاصل ہو، قطعاً صحیح ہوتی ہے اور کسی خبر کے صحیح ہونے پر اُمت کے اجماع سے جو علم یقین حاصل ہوتا ہے وہ روایت کے طرق کثیرہ یا قرائن مختفہ سے بھی حاصل نہیں ہوتا۔''

[النکت علی ابن الصلاح:۱/۳۷۷،۳۷۸]

اَحادیث مبارکہ کا ایک بہت بڑا ذخیرہ ایسا ہے جو 'المحتف بالقرائن' کی قبیل سے ہے۔ اس بات کو ایک سادہ سی مثال سے یوں سمجھیں کہ زید ۱۵ سال کا ایک نوجوان لڑکا ہے اور اس کے بچپن کے دو دوست حامد اور احمد ہیں۔ حامد کی سال میں ایک آدھ دفعہ زید سے ملاقات ہو جاتی ہے جبکہ احمد اس سے مستقل طور پر رابطے میں ہے۔ اچانک ایک دن معلوم ہوا کہ زید کو کینسر ہے اور اس کو ہسپتال میں داخل کروا دیا جاتا ہے۔ احمد، زید کی عیادت کے لیے بھی ہسپتال جاتا رہتا ہے جبکہ حامد کو زید کی اس بیماری کا علم نہیں ہے۔ اَچانک ایک دن حامد اور احمد دونوں کو کسی شخص کی طرف سے صرف اتنی خبر ملتی ہے کہ زید کی وفات ہوگئی ہے تو حامد کو ملنے والی خبر، صرف خبر واحد ہے جبکہ احمد کو ملنے والی خبر 'خبر الواحد المحتف بالقرائن' ہے لہٰذا اس خبر کو سننے کے بعد دونوں کو حاصل ہونے والا علم یقیناً مختلف ہوگا۔ صحیح بخاری و صحیح مسلم کی تمام روایات 'خبر الواحد المحتف بالقرائن' میں سے ہیں کہ جن سے علم یقینی حاصل ہوتا ہے۔ اس موضوع پر راقم الحروف کا ایک مضمون ماہنامہ 'محدث' مارچ ۲۰۰۸ء اور ماہنامہ 'حکمت قرآن' اکتوبر ۲۰۰۷ء میں شائع ہو چکا ہے۔

اس بات کا امکان موجود ہے کہ حضرت سلیمان علیہ السلام کو یہ معلوم ہو کہ جس علاقے کی خبر ہدہد لے کر آ رہا ہے وہاں کوئی قوم آباد ہے، لیکن اس قوم کے عقائد و نظریات کیا تھے اس سے حضرت سلیمان علیہ السلام بے خبر تھے جس کی پھر ہدہد نے آ کر ان کو خبر دی ہے۔

## دین (قرآن وسنت) کی روایت کا بنیادی ذریعہ؛ سنت کی روشنی میں

اَحادیث میں بھی کثیر تعداد میں اس قسم کے دلائل موجود ہیں جن سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ دین (قرآن وسنت) کے منتقل ہونے میں خبر واحد کو بنیادی ذریعہ قرار دیا گیا ہے۔ امام اہل سنت، امام شافعی ؒ نے اپنی کتاب 'الرسالۃ' میں اس موضوع پر مفصل بحث کی ہے اور دین سے یہ ثابت کیا ہے کہ دین کے پہنچنے کا بنیادی ذریعہ خبر واحد ہی ہے۔

**پہلی دلیل:** امام شافعی ؒ فرماتے ہیں:

''اگر کوئی کہنے والا یہ کہے کہ تم اس بارے میں کہ خبر واحد سے دین ثابت ہوتا ہے، خود خبر سے یا اس خبر کی کسی دلالت سے یا اجماع سے حجت پیش کرو تو میں اس سے کہوں گا: مجھے سفیان نے عبد الملک بن عمیر سے خبر دی ہے۔ وہ عبد الرحمن بن عبد اللہ بن مسعود سے اور وہ اپنے باپ سے نقل کرتے ہیں کہ اللہ کے رسول ﷺ نے فرمایا ہے: اللہ تعالیٰ اس شخص کو سر سبز و شاداب رکھے جس نے میری کوئی بات سنی پس اس کو محفوظ کیا ہے پھر یاد کیا اور پھر آگے ادا کر دیا۔ پس کتنے ہی لوگ ایسے ہوتے ہیں جو کہ کسی گہرے کلام کے حاملین تو ہوتے ہیں لیکن فقیہ نہیں ہوتے۔ اور بہت سارے گہری باتوں



محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



کے حاملین ایسے بھی ہوتے ہیں جو کہ اپنے سے زیادہ فقیہ و سمجھدار کو وہ بات نقل کرنے والے ہوتے ہیں...پس جب اللہ کے رسول ﷺ نے اپنے اقوال کے سننے' ان کو یاد کرنے اور پھر ان کو آگے پہنچانے کو کسی بھی شخص کے لیے مستحب قرار دیا ہے، جب کہ وہ ایک بھی ہو، اس بات پر دلالت کرتا ہے کہ آپؐ اپنی طرف سے کسی بھی ایسی بات کو پہنچانے کا حکم نہیں دیں گے کہ جس سے اس شخص پر حجت قائم نہ ہوتی ہو کہ جس تک وہ بات پہنچائی جائے، کیونکہ آپؐ کی طرف سے حلال و حرام بھی پہنچایا جائے گا اور ایسی حدود بھی کہ جن کو قائم کیا جائے' ایسا مال بھی جو کہ دیا یا لیا جائے اور دین و دنیا کی نصیحت بھی۔'' [الرسالة: باب الحجة فی تثبیت خبر الواحد]

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ آپؐ کی طرف سے کوئی بھی خبر واحد کسی شخص تک پہنچ جائے تو اس کا ماننا اس کے لیے حجت ہے۔

امام شافعی رحمہ اللہ نے اس مسئلے کے ثبوت میں کئی ایک دلائل بیان کیے لیکن ہم یہاں صرف انہی دلائل کا تذکرہ کر رہے ہیں کہ جن کے ذریعے قرآن ثابت ہوتا ہے۔ امام شافعی رحمہ اللہ کے بقول قرآن بھی 'خبر الواحد المحتف بالقرائن' سے ثابت ہوتا ہے اور اس کے لیے ان کے پاس درج ذیل دلائل ہیں:

**دوسری دلیل:** امام شافعی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

''ہمیں مالک نے عبداللہ بن دینار سے اور انہوں نے عبداللہ بن عمرؓ سے خبر دی ہے کہ اس دوران کہ لوگ قباء میں صبح کی نماز پڑھ رہے تھے کہ ان کے پاس ایک آنے والا آیا اور اس نے یہ کہا: بے شک اللہ کے رسول ﷺ پر قرآن نازل ہوا ہے اور آپؐ کو یہ حکم دیا گیا ہے کہ آپؐ بیت اللہ کی طرف رخ کریں تو ان تمام لوگوں نے بیت اللہ کی طرف رخ کر لیا جبکہ اس سے پہلے ان کا رُخ شام کی طرف تھا تو وہ (نماز کی حالت میں ہی) کعبہ کی طرف پھر گئے۔ اہل قباء ان لوگوں میں سے ہیں جو انصار میں ایمان و دین کی سمجھ دونوں کے اعتبار سے سبقت لے جانے والوں میں سے تھے۔ یہ لوگ اس قبلے پر تھے کہ جس کی طرف رخ کرنا اللہ تعالیٰ نے ان پر فرض کیا تھا اور ان کے لیے یہ بالکل بھی جائز نہیں تھا کہ وہ قبلہ کے حوالے سے اللہ تعالیٰ کے ایک فرض حکم کو (کسی خبر کی وجہ سے) چھوڑ دیں سوائے اس (خبر) کے کہ جس سے ان پر حجت قائم ہوتی ہو حالانکہ انہوں نے اللہ کے رسول ﷺ سے ابھی (اس نئے حکم کی تصدیق کے بارے میں) ملاقات بھی نہ کی تھی اور نہ ہی انہوں نے ان آیات کو سنا تھا کہ جو کہ اللہ تعالیٰ نے تحویل قبلہ کے بارے میں آپؐ پر نازل کی تھیں' پس وہ سب اللہ کی کتاب (کے نزول) اور آپؐ کی سنت کی خبر آپ ﷺ کی طرف سے سن کر قبلہ رخ ہو جاتے اور نہ ہی انہوں نے خبر عامہ کی بنیاد پر ایسا کیا۔ وہ خبر واحد کو سن کر' جبکہ اس کے نقل کرنے والے ان کے نزدیک اہل صدق میں سے ہوں' اس فرض سے منتقل ہو جاتے ہیں کہ جس پر وہ پہلے سے تھے۔ پس وہ ایک شخص کی اللہ کے رسول ﷺ کی طرف منسوب اس خبر کی وجہ سے اپنے قبلے کو ترک کر دیتے ہیں کہ آپؐ نے ان کے بارے میں تحویل قبلہ کا ایک نیا حکم جاری کیا ہے۔ یہ صحابہؓ اس وقت تک کسی خبر کی بنیاد پر یہ کام کرنے والے نہ تھے' ان شاء اللہ تعالیٰ' جب تک کہ ان کو اس بات کا علم نہ ہوتا کہ اس قسم کی خبر سے حجت قائم ہو جاتی ہے' بشرطیکہ کہ خبر دینے والا اہل صدق میں سے ہو۔ (اسی طرح) صحابہؓ اس وقت تک اس قسم کے عظیم دینی معاملے کو (بذریعہ خبر واحد) بیان کرنے والے نہ ہوتے جب تک ان کو یہ معلوم نہ ہوتا کہ اس طرح کے معاملات کو بھی اس طرح (یعنی خبر واحد کی صورت میں) بیان کرنے کی ان کو اجازت ہے اور وہ اللہ کے رسول ﷺ کو ضرور اس بات کی خبر دیتے جو کہ انہوں نے آپؐ کی طرف منسوب خبر کی بنیاد پر کیا تھا۔ صحابہ کو جو خبر واحد دی گئی تھی' اگر اس خبر کی بنیاد پر ان کے لیے اس قبلہ کو تبدیل کرنا' جو کہ ان پر فرض تھا' جائز نہ ہوتا تو اللہ کے رسول ﷺ ان شاء اللہ ضرور صحابہؓ سے یہ بات کہتے کہ تم ایک قبلے کی پیروی کر رہے تھے اور تمہارے لیے



محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com


اس قبلے سے پھرنا اس وقت تک جائز نہیں تھا جب تک کہ تمہیں اس ذریعے سے قبلہ کی تبدیلی کا علم نہ ہو جاتا کہ جس سے حجت قائم ہو جاتی ہے مثلاً تم مجھ سے براہ راست سن لیتے یا تم تک کوئی خبر العامہ پہنچتی یا ایک سے زائد افراد تمہیں اس بارے میں خبر دیتے۔'' (ایضاً)

اہل قبا اللہ کے رسول ﷺ سے زیادہ دور آباد نہ تھے' ان میں سے کسی نے بھی یہ نہیں کہا کہ ہم اللہ کے رسول ﷺ کے پاس جا کر پہلے اس خبر کی تصدیق کریں گے کہ واقعتاً قبلہ تبدیل ہو گیا یا نہیں' پھر ہم اس خبر واحد کو قبول کریں گے۔ اس حدیث سے یہ بھی معلوم ہوا کہ ''خبر واحد المحتلف بالقرائن'' سے قرآن بھی ثابت ہوتا ہے۔

**تیسری دلیل:** امام شافعی رحمہ اللہ بیان فرماتے ہیں:

''ہمیں مالک نے اسحاق بن عبد اللہ بن ابی طلحہ سے خبر دی ہے، انہوں نے حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے خبر دی ہے کہ انہوں نے کہا: کہ میں حضرت ابوطلحہ، ابوعبیدہ بن جراح اور ابی بن کعب رضی اللہ عنہم کو کچی اور پکی کھجوروں کی شراب پلاتا تھا۔ پس ان کے پاس ایک آنے والا آیا اور اس نے کہا: بے شک شراب حرام کر دی گئی ہے تو ابوطلحہ نے کہا: اے انس! اس مٹکے کے پاس کھڑے ہو جاؤ اور اس کو توڑ دو۔ پس میں نے اپنا کھجوریں کوٹنے والا موسل اٹھایا اور اسے مٹکے کے نچلے حصے پر دے مارا یہاں تک کہ وہ ٹوٹ گیا۔ یہ صحابہ اللہ کے نبی ﷺ کے ہاں مرتبے وعلم کے اعتبار سے ایک مقام پر تھے اور حضرت انس رضی اللہ عنہ کو اللہ کے رسول رضی اللہ عنہم کی جو صحبت نصیب ہوئی ہے اس کا تو کوئی بھی عالم انکار نہیں کرے گا۔ ان صحابہؓ کے نزدیک شراب حلال تھی اور وہ اس کو پی رہے تھے پس ان کے پاس ایک آنے والا آتا ہے اور انہیں شراب کی حرمت کی خبر دیتا ہے۔ پس ابوطلحہ جو کہ شراب کے مٹکے کے مالک تھے، اس مٹکے کو توڑنے کا حکم دیتے ہیں۔ پس نہ ابوطلحہ نے، نہ ان سب صحابہ رضی اللہ عنہم نے اور نہ ہی ان میں کسی ایک صحابیؓ نے یہ بات کہی کہ ہم تو شراب کو اس وقت تک حلال سمجھیں گے جب تک خود اللہ کے رسول ﷺ سے ملاقات (کر کے اس کی حرمت معلوم) نہ کر لیں جبکہ آپؐ ان صحابہؓ کے بہت قریب بھی تھے' اسی طرح ان صحابہؓ نے یہ بھی نہیں کہا کہ جب تک ہمارے پاس 'خبر العامہ' نہیں آئے گی ہم اس وقت تک شراب کی حرمت کا یقین نہیں کریں گے۔ اور یہ اس وجہ سے بھی ہے کہ صحابہ رضی اللہ عنہم کسی بھی حلال شے کو بہا کے ضائع کرنے والے نہیں ہیں، کیونکہ حلال کو ضائع کرنا اسراف ہے اور صحابہ رضی اللہ عنہم مسرفین نہیں تھے۔''

[الرسالة:باب الحجة فی تثبیت خبر الواحد]

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ خبر واحد کی بنیاد پر اشیاء کی حلت وحرمت بھی ثابت ہوتی ہے اور یہ بھی معلوم ہوا کہ 'خبر الواحد المحتف بالقرائن' سے قرآن بھی ثابت ہوتا ہے۔ اللہ کے رسول ﷺ نے جب صحابہ رضی اللہ عنہم کو قرآن دیا تو یہ خبر واحد تھی۔ اس طرح جب صحابہ رضی اللہ عنہم سے تابعین نے قرآن سیکھا تو ایسا نہیں تھا کہ ہر ہر تابعی نے صحابہؓ کے ایک جم غفیر سے مکمل قرآن سنا ہو بلکہ ایک صحابی جب کسی ایک تابعی کو قرآن پہنچا دیتے تھے تو تابعیؒ صحابیؓ کی اس خبر واحد کو قبول کرتے تھے۔ تابعین کی ایک بہت بڑی تعداد ایسی ہے جنہوں نے ایک' دو یا تین صحابہؓ سے قرآن حاصل کیا ہے اور یہ سب خبر واحد ہی ہے، لیکن یہ ایسی خبر واحد ہے جو کہ 'المحتف بالقرائن' ہے۔ قراءات ائمہ عشرہ میں اکثر وبیشتر قراءات ایسی ہیں کہ جن کی اَسناد میں تابعین نے دو، تین، چار یا پانچ صحابہ رضی اللہ عنہم سے قرآن حاصل کیا ہے۔ روایتِ حفص جو برصغیر پاک وہند میں پڑھی جاتی ہے، کی سند میں بھی تین تابعین ہیں جنہوں نے پانچ صحابہ رضی اللہ عنہم سے پڑھا ہے۔ قرآن کی اسناد پر ہم بالتفصیل بحث آگے چل کر کریں گے۔

**چوتھی دلیل:** نویں دلیل کے طور پر امام شافعی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:



محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



''اسی طرح آپؐ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو اسی سال حج پر بھیجا اور انہوں نے مجمع عام میں قربانی کے دن سورہ توبہ کی آیات تلاوت کیں (جو کہ ابھی ابھی نازل ہوئی تھیں) اور مشرکین کے ساتھ کیے گئے معاہدات کو توڑنے کا اعلان کیا اور ان کے لیے ایک حد مقرر کی اور انہیں چند کاموں سے منع کیا۔ پس ابو بکرؓ و علیؓ اہل مکہ کے ہاں اپنے فضل' دین اور صدق میں معروف تھے اور کوئی حاجی جو کہ ان دونوں صحابہؓ یا ان میں سے کسی ایک سے ناواقف تھا، وہ کسی ایسے شخص کو پا سکتا تھا جو اس کو ان دونوں صحابہؓ کے فضل و صدق کے بارے میں خبر دے سکتا تھا۔ اللہ کے رسول ﷺ کسی بھی ایک شخص کو اس وقت تک بھیجنے والے نہ تھے جب تک کہ اس ایک شخص کے ذریعے ان پر حجت نہ قائم ہوتی ہو کہ جن کی طرف اس کو بھیجا جا رہا ہو''۔[الرسالة: باب الحجة فی تثبیت خبر الواحد]

اس حدیث سے یہ بھی معلوم ہوا کہ 'خبر الواحد المحتف بالقرائن' سے قرآن بھی ثابت ہوتا ہے۔

## قرآن کے ثبوت کا بنیادی ذریعہ

اہل سنت کے ہاں دین کے بنیادی مآخذ تین ہی ہیں یعنی قرآن، سنت اور اجماع۔ یہ تینوں اصول، خبر ہی سے ثابت ہوتے ہیں۔ ذیل میں ہم قرآن کے ثبوت کے بنیادی ذریعہ پر بحث کر رہے ہیں۔

قراء کرام نے ہر دور میں اللہ کے رسول ﷺ سے بذریعہ خبر سنتے ہوئے قرآن کی تصدیق کی ہے اور علماء و جمیع اُمت نے اس خبر پر اتفاق کیا ہے۔ آج بھی تمام اُمت قراء ہی سے قرآن حاصل کر رہی ہے اور ہر قاری کے پاس وہ سند موجود ہے جو کہ اللہ کے رسول ﷺ تک پہنچتی ہے۔ اس میں کوئی شک نہیں ہے کہ قرآن تحریری شکل میں بھی ہمارے پاس موجود ہے، لیکن یہ تحریر بھی ایک خبر ہی ہے یعنی ہم یہ نہیں کہتے کہ یہ مصاحف ہمارے اوپر آسمان سے نازل ہوئے ہیں بلکہ ہم یہ دعوی کرتے ہیں کہ ہمارے پاس موجود مصاحف وہی ہیں جو کہ صحابہؓ کے پاس تھے اور وہاں سے نقل در نقل ہم تک پہنچے ہیں اور صحابہ نے یہ مصاحف اللہ کے رسول ﷺ سے قرآن سن کر ترتیب دیے تھے۔ پس مصاحف بھی صحابہؓ کی خبر ہی کی بنیاد پر مرتب ہوئے ہیں۔ لہٰذا یہ مصاحف اور اِن مصاحف میں جو لکھا ہوا ہے اسے کیسے پڑھنا ہے، یہ دونوں باتیں ہمیں اللہ کے رسول ﷺ سے بذریعہ خبر ملی ہیں۔ پس ہم ان مصاحف اور ان کے پڑھنے کی سند اللہ کے رسول ﷺ تک قطعی و یقینی ذریعے سے پہنچاتے ہیں تو یہ ثابت ہوتا ہے کہ آج ہمارے پاس موجود قرآن وہی ہے جو آج سے چودہ صدیاں پہلے اللہ کے رسول ﷺ پر نازل ہوا تھا۔

اہل سنت کے نزدیک قرآن اللہ کے رسول ﷺ سے ایسی خبر کے ذریعے ثابت ہوتا ہے جو کہ قطعی و یقینی ہو۔ اسی لیے جمیع اہل سنت حنفیہ، مالکیہ، شافعیہ، حنبلیہ، اہل الظاہر اور اہل الحدیث (محدثین) کے علاوہ معتزلہ اور اہل تشیع کے نزدیک بھی قرآن کی وہ تمام روایات قرآن ہی ہیں کہ جن کی نسبت اللہ کے رسول ﷺ کی طرف قطعی و یقینی طور پر ثابت ہو جائے، چاہے عامة الناس ان سے واقف ہوں یا نہ ہوں۔ قرآن کی یہ روایات بیس ہیں اور علماء و قراء کی اِصطلاح میں انہیں عشرۃ قراء ات کہا جاتا ہے۔ فقہائے اربعہ اور ان کے متبعین قرآن کی ان روایات کو قرآن مانتے ہیں، لہٰذا فقہ کی کتب میں ان سے مسائل بھی مستنبط کیے جاتے ہیں۔ امام ابن جریر طبری رحمہ اللہ سے لے کر معاصر مفسرین تک تقریباً تمام مفسرین نے کتاب اللہ کی تفسیر میں ان روایات کا تذکرہ کیا ہے اور ان سے قرآن کی تفسیر کی ہے۔ ہر دور میں اُصولیین نے اپنی کتابوں میں ان روایات پر بحث کی ہے اور ان کو قرآن قرار دیا ہے۔ امام سرخسی رحمہ اللہ لکھتے ہیں:



محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



’’جان لو! کتاب اللہ سے مراد وہ قرآن ہے جو کہ اللہ کے رسولﷺ پر نازل کیا گیا ہے‘ مصاحف کے گتوں کے درمیان لکھا گیا ہے اور ہم تک معروف اَحرف سبعہ کے ساتھ تواتر سے منقول ہے‘‘۔[اُصول السرخسی:ص ۲۷۹]

امام غزالی رحمہ اللہ [م ۵۰۵ ھ] لکھتے ہیں:

’’کتاب اللہ کی تعریف یہ ہے کہ جو مصحف کے دو گتوں کے درمیان معروف اَحرف سبعہ کے ساتھ ہم تک متواتر منقول ہے۔‘‘[المستصفی:۱/۸۱]

ہر دور میں علماء کی ایک بہت بڑی تعداد قرآن کی ان روایات کو پڑھتی، پڑھاتی اور ان کی اسناد اللہ کے رسولﷺ تک پہنچاتی رہی ہے۔آج بھی علمائے امت کا ایک بڑا طبقہ ان تمام روایات کو باہتمامِ سند نقل کر رہا ہے اور بعض روایات عوامی سطح پر بھی مختلف ممالک میں پڑھی جا رہی ہیں۔ جامعة الأزهر ،مصر میں پی۔ایچ۔ڈی کا ایک مقالہ لکھوا گیا ہے، جس میں قرآن کی جمیع روایات کی اسانید کو نقل کیا گیا ہے۔ان اسانید میں سے قرآن کریم کی روایت حفص کی سند ’مجمع البحوث الاسلامية القاهرة‘ کی تصدیق سے وزارة الأوقاف والشؤون الاسلامية کویت، نے شائع کی ہے جو سرکاری سطح پر عام کی گئی ہے۔ روایت حفص کی اس سند میں عصر حاضر میں شام، مصر، افریقہ، سعودیہ، بلادِ مغرب اور برصغیر پاک و ہند وغیرہ کے معروف قراء کی تقریباً ڈیڑھ سو اسانید اللہ کے رسولﷺ تک جتنے واسطوں سے پہنچتی ہے، ان سب کو نقل کیا ہے۔ یہ ایک بہت ہی نادر علمی کام ہے اور اس نہج پر تمام متواتر قراءات کی اسناد کی طباعت کا معاملہ وزارۃ الاوقاف کے ہاں جاری ہے۔

دنیا کے تمام بڑے بڑے اسلامی ممالک مثلاً پاکستان، سعودی عرب، مصر، مراکش، لیبیا، تیونس، شام، انڈونیشیا، ملائشیا، کویت، سوڈان اور ایران وغیرہ میں ہزاروں ایسے مدارس اور یونیورسٹیاں موجود ہیں جو ان روایات کو قرآن کے طور پر پڑھا رہی ہیں، حالانکہ ان روایات کا ایک بڑا حصہ عوام الناس کے پاس نہیں ہے یعنی عامة الناس اس کو عملاً پڑھتے نہیں ہیں اور اس کی وجہ یہ ہے کہ اللہ کے رسولﷺ کے فرمان «كلها شاف كاف» کے مطابق ان میں سے ہر روایت اپنی جگہ مکمل اور کفایت کرنے والی ہے، اسی لیے عامة الناس پر تمام روایات کے پڑھنے پڑھانے کا بوجھ نہیں ڈالا گیا ہے۔

بلادِ اسلامیہ کے بعض علاقوں میں کچھ روایات معروف ہو گئیں، جبکہ بعض دوسرے ممالک میں کچھ اور روایات عام ہو گئیں، مثلاً جن علاقوں میں امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کی فقہ نافذ ہو گئی وہاں ان کے استاد امام عاصم رحمہ اللہ کی قراءت عام ہوئی۔ یہ ذہن میں رہے کہ سیدنا حفص رحمہ اللہ، جن کی روایت برصغیر پاک وہند میں پڑھی پڑھائی جاتی ہے، امام عاصم رحمہ اللہ کے شاگرد ہیں۔ علاوہ ازیں جن ممالک میں مالکی فقہ کو پذیرائی ملی وہاں امام مالک رحمہ اللہ کے استاد امام نافع رحمہ اللہ کی قراءت رائج ہو گئی، جیسا کہ آج بھی جن افریقی ومغربی اسلامی ممالک میں فقہ مالکی پر عمل ہوتا ہے وہاں روایت قالون اور روایت ورش کا رواج ہے اور یہ دونوں روایتیں امام نافعؒ سے ہی مروی ہیں۔ پس جس طرح بہت سے فقہی مذاہب تاریخی، جغرافیائی، سیاسی اور معاشرتی حالات کی وجہ سے صرف کتابوں میں رہ گئے اور عامة الناس میں جاری نہ ہو سکے اسی طرح بہت سی قرآن کی روایات ایک خاص عرصے تک ہی عامة الناس میں جاری رہی ہیں۔

امام ابن عطیہ رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

’’قراءاتِ سبعہ بلکہ عشرہ بھی ہر زمانے اور ہر شہر میں رائج رہی ہیں اور ان کی نماز میں تلاوت کی جاتی رہی ہے کیونکہ یہ



محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



اجماع امت سے ثابت ہیں۔‘‘ [المحرر الوجیز لابن عطیة:۹/۱]

لیکن بعد میں بعض فقہی وجغرافیائی اثرات کی وجہ سے عامۃ الناس میں ان کا پڑھنا، پڑھانا ختم ہو گیا اور صرف قراء و علماء کی حد تک باقی رہا، جبکہ عامۃ الناس میں عموماً وہ روایات باقی رہی ہیں کہ جن کا مروج و معروف فقہی مذاہب کے ساتھ کوئی تعلق قائم تھا۔

غامدی صاحب سے جب یہ سوال ہوا کہ قرآن کہاں ہے؟ تو اس کا جواب انہوں نے یہ دیا کہ وہ امت کے پاس ہے۔ اگر قرآن اُمت کے پاس ہے تو اس وقت اُمت میں قرآن کی چار روایات یعنی روایت حفص، روایت ورش، روایت قالون اور روایت دوری پڑھی جا رہی ہیں۔ غامدی صاحب کے پاس جو قرآن ہے وہ علماء اہل سنت کی اصطلاح میں روایتِ حفص ہے جبکہ غامدی صاحب اس کو 'روایتِ حفص' نہیں مانتے بلکہ 'قراءتِ عامہ' کہتے ہیں۔ دنیا کے تقریباً چالیس ممالک میں روایت ورش اور پانچ ممالک میں روایت قالون اور بعض ممالک میں روایت دوری میں قرآن پڑھا جاتا ہے۔ غامدی صاحب کہتے ہیں کہ قرآن امت کے اجماع اور قولی تواتر سے ثابت ہوتا ہے۔ امت تو اس وقت عملاً پانچ روایات پڑھ رہی ہے کسی ایک روایت کے پڑھنے پر امت کا اتفاق تو دور کی بات ہے' عامۃ الناس کو تو یہ بھی معلوم نہیں ہے کہ قرآن کی 'روایت حفص' کے علاوہ بھی کوئی روایت ہے جو کہ بعض دوسرے اسلامی ممالک میں پڑھی جاتی ہے اور اس کے پڑھنے کا انداز و اسلوب 'روایتِ حفص' سے بہت مختلف ہے۔

ایک نشست میں راقم الحروف نے غامدی صاحب سے جب یہ سوال کیا کہ مشرق میں جو قرآن پڑھا جا رہا ہے، بلادِ مغرب کے عامۃ الناس اس کو قرآن نہیں مانیں گے اور جو بلادِ مغرب میں پڑھا جا رہا ہے، مشرق کے لوگ اس کا انکار کریں گے تو اُمت کا ایک قرآن پر اجماع کیسے ہو گا؟ غامدی صاحب نے اس کا جواب یہ دیا کہ اگرچہ مشرق کے عوام الناس کو یہ معلوم نہیں ہے کہ مغرب میں کیا پڑھا جا رہا ہے اور اگر وہ ان کے سامنے پڑھا جائے تو وہ اپنے علماء سے اس کی تصدیق چاہیں گے اور علماء کی تصدیق کی صورت میں اس کو قرآن مان لیں گے، یعنی عوام الناس کا اجماع در اصل علماء کے تابع ہوتا ہے لہٰذا قرآن پر اجماع ہو جائے گا، چاہے وہ مشرق میں پڑھا جا رہا ہو یا مغرب میں۔ غامدی صاحب نے بہت عمدہ بات کی ہے کہ اجماع سے مراد عوام الناس کا اجماع نہیں ہے، بلکہ اہل علم کا اجماع ہے۔ پس اہلِ علم حنفی' شافعی' مالکی' حنبلی' اہل حدیث' بریلوی اور دیوبندی چودہ صدیوں سے بلا اختلاف قرآن کریم میں متعدد انداز سے پڑھنے کی مشروعیت پر متفق ہیں۔ اس بات پر بھی اتفاق ہے کہ مشرق و مغرب میں پڑھی جانے والی روایت حفص، قالون، ورش اور دوری قرآن ہیں اور اللہ کے رسول ﷺ سے قطعی و یقینی سند سے ثابت ہیں۔ اسی طرح یہ سب اہل علم اس بات پر بھی متفق ہیں کہ عشرہ ائمہ کی قراءات بھی قطعی و یقینی سند سے اللہ کے رسول ﷺ سے ثابت ہیں لہٰذا یہ سب قراءات امت کے اجماع سے ثابت ہوئی ہیں اور اگر کسی نے ان کا انکار کیا بھی ہے تو وہ ایسا ہی ہے کہ جس اختلاف کے لیے محترم غامدی صاحب 'ما لا یُعبأ به' کی اصطلاح استعمال کرتے ہیں۔ کسی بھی مسئلے میں امت کے اجماع سے مراد درحقیقت اہل علم ہی کا اجماع ہوتا ہے۔ امام ابن تیمیہ رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

’’تمام محدثین صحیحین کی اکثر احادیث کو قطعاً صحیح کہتے ہیں اور عوام الناس حدیث کے علم میں محدثین کے متبعین ہیں' پس محدثین کا کسی خبر کے صدق پر اجماع ایسا ہی ہے جیسا کہ فقہاء کا کسی فعل پر اجماع ہو کہ یہ حلال' حرام یا واجب ہے اور جب اہل علم کا کسی چیز پر اجماع ہو جائے تو تمام عوام الناس اس اجماع میں علماء کے تابع ہوتے ہیں (پس علماء کا اجماع



محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



’پوری امت کے اجماع کے قائمقام ہے) پس امت اپنے اجماع میں معصوم ہے‘ پوری امت کے لیے یہ ممکن نہیں ہے کہ وہ خطا پر اکھٹی ہو‘‘۔[مجموع فتاوی ابن تیمیة:۱۸/۱۷]

علاوہ ازیں جس خبر کو امت میں ’تلقی بالقبول‘ حاصل ہو، اس سے علم یقینی حاصل ہوتا ہے۔پس روایت حفص‘ دوری، ورش اور قالون اگرچہ سند کے اعتبار سے خبر واحد ہی کیوں نہ ہوں لیکن عامۃ الناس میں ان کو ’تلقی بالقبول‘ حاصل ہے۔اسی طرح بقیہ روایات قرآن کو اہل علم میں قبولیت عامہ کا درجہ حاصل ہے لہٰذا یہ تمام قراءات خبر واحد سے ثابت ہونے کے باوجود علم قطعی ویقینی کا فائدہ دیتی ہیں۔اسی طرح امام ابن تیمیہ رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

’’ایسی خبر واحد کہ جس کو ’تلقی بالقبول‘ حاصل ہو علم کا فائدہ دیتی ہے اور یہی جمہور احناف‘ مالکیہ‘ شوافع اور اصحاب احمد رحمہم اللہ کا قول ہے اور اکثر اشاعرہ کا بھی یہی مذہب ہے جیسا کہ الاستاذ اسفرائینی رحمہ اللہ اور ابن فورک رحمہ اللہ ہیں۔‘‘

[مجموع فتاوی ابن تیمیة:۱۸/۴۱]

حقیقت یہ ہے کہ قرآن اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے قطعی ویقینی سند کے ساتھ ثابت ہوتا ہے اور مشہور قراء کے اتفاق سے قرآن قرار پاتا ہے۔باقی اُمت قرآن کے معاملے میں قراء کے تابع ہے لہٰذا قرآن کی جس روایت کو قراء قطعی و یقینی سند کے ساتھ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم تک ثابت کر دیں اور اس کے قرآن ہونے پر اتفاق کر لیں تو وہ قرآن ہے۔ جس پر قراء کا اتفاق ہے تبعاً اُمت کے علماء اور عامۃ الناس بھی اس کو قرآن قرار دیتے ہیں لہٰذا اس طرح وہ اُمت کے اتفاق سے قرآن قرار پاتا ہے۔امام شوکانی رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

’’کتاب اللہ کی تعریف یہ ہے کہ اس سے مراد وہ کلام ہے جو کہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل کیا گیا ہے‘ مصاحف میں لکھا گیا ہے اور ہم تک تواتر سے منقول ہے......ہم تک تواتر سے منقول ہونے کی شرط لگانے سے قراءات شاذہ نکل گئی ہیں......اور اس ساری بحث کا حاصل کلام یہ ہے کہ جس پر مصاحف مشتمل ہیں اور معروف قراء کا اس پر اتفاق ہو، وہ قرآن ہے‘‘۔ [ارشاد الفحول:ص۴۶،۴۷]

آج قرآن کہاں ہے؟اس کا جواب یہ ہے کہ قرآن اس قطعی ویقینی خبر میں ہے کہ جس کی نسبت قراء حضرات نے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف کی ہے۔قراء کرام متصل سند کے ساتھ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے حاصل کیے گئے قرآن کو اُمت تک پہنچاتے ہیں۔یہ قرآن اگرچہ مصاحف میں بھی لکھا ہوا ہے،لیکن قراء سے سیکھے بغیر کسی شخص کے لیے براہِ راست مصاحف سے اس کو صحیح طور پر پڑھنا ممکن نہیں ہے۔اُمت ہر دور میں قراء کرام ہی سے قرآن سیکھتی آئی ہے۔

آج بھی تمام اسلامی ممالک میں جو مصاحف شائع کیے جاتے ہیں ان کی طباعت واشاعت کی اس وقت تک اجازت نہیں ہوتی ہے جب تک کہ اس کی تصدیق ان مستند قراء سے نہ کروالی جائے جو کہ باقاعدہ علم قراءات اور اس سے متعلقہ فنون سے واقف ہوں اور ان کے پاس اس کی سند بھی اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم تک موجود ہو۔پس اس وقت جو بھی مصاحف اسلامی ممالک میں شائع ہو رہے ہیں وہ انہی قراء کرام کی تصدیق سے شائع ہو رہے ہیں جو کہ باقاعدہ قرآن کی سند رکھتے ہیں، لہٰذا عامۃ الناس کے پاس جو مصاحف موجود ہیں وہ قراء کے واسطے سے ہیں اور عامۃ الناس مطبوع قرآن کے حصول میں بھی قراء کے محتاج ہیں۔ مثال کے طور پر ’مجمّع الملك فهد‘ کے زیر نگرانی کروڑوں کی تعداد میں جو بھی مصاحف شائع کر کے پوری دنیا میں بھیجے جاتے ہیں‘ ان سب مصاحف کی مراجعت جلیل القدر مصری وسعودی علماء کی ایک جماعت کرتی ہے اور اس مراجعت میں کتب قراءات کو ہی معیار بنایا جاتا



محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



ہے۔ مصحف مدنی کے آخر میں ہے:

’’پس علماء کی اس کمیٹی نے اس مصحف کی نظر ثانی کی ذمہ داری قبول کی ہے اور علم قراءات، علم الرسم، علم الضبط، علم الفواصل، علم الوقف اور علم التفسیر کی بنیادی کتابوں سے اس مصحف کی مراجعت کا کام مکمل کیا ہے‘‘۔

یہ مصحف سعودی حکومت کی نگرانی میں شائع ہوتا ہے۔اسی طرح روایت قالون میں ’لیبیا‘ سے شائع ہونے والے مصحف کے آخر میں ہے:

’’تیونس‘ لیبیا اور بلاد مغرب کے علماء کی ایک کمیٹی نے اس مصحف کی مراجعت کا کام مکمل کیا ہے جو کہ علم قراءات‘ علم الرسم اور علم ضبط میں ماہر علماء شمار ہوتے ہیں‘‘۔

یہ مصحف ’لیبیا‘ کی حکومت کی نگرانی میں شائع ہوا ہے۔’لیبا‘ میں عوام الناس میں روایت قالون پڑھی جاتی ہیں اسی لیے وہاں روایت قالون میں مصحف شائع ہوتے ہیں۔

’لیبیا‘ ہی سے سرکاری سطح پر شائع ہونے والے ایک اور مصحف کے آخر میں ہے:

’’امام قالون رحمہ اللہ کی امام نافع رحمہ اللہ سے مروی روایت تمام طبقات میں متواتر ہے...امام قالون رحمہ اللہ کی یہ روایت لیبا‘ تیونس‘ موریطانیہ اور افریقہ کے دوسرے ممالک میں بہت بڑے پیمانے پر پھیلی ہوئی ہے۔وہ طریقہ کہ جس کے ذریعے یہ روایت ہمارے ان علاقوں میں پھیلی ہے اور اسکے ذریعے قرآن کو یاد کیا گیا ہے وہ یہ ہے کہ یہ روایت ہم تک روایت کے اعلی درجات سے نقل ہوتے ہوئے پہنچی ہے یعنی اس طرح کہ ایک قاری کسی دوسرے مقری (پڑھانے والے) سے براہ راست قرآن کو اخذ کرتا ہے اور یہ سلسلہ اللہ کے رسول ﷺ تک اور پھر حضرت جبرئیل علیہ السلام اور پھر اللہ رب عزوجل تک پہنچ جاتا ہے جیسا کہ ہم نے روایت کی سند میں اس بات کا تذکرہ کیا ہے‘‘۔

روایت ’دوری‘ میں بیروت سے شائع ہونے والے ایک مصحف کے آخر میں ہے:

’’پس اللہ سبحانہ و تعالیٰ نے اپنے احسان اور فضل سے امام ابوعمرو بصریؒ کے شاگرد ’دُوری‘ کی روایت میں قرآن کو چھاپنے کی توفیق دی ہے۔اس مصحف کو شام کے فضیلۃ الشیخ محمد کریم راجح اور محمد فھد خاروف نے علم قراءات، علم الرسم، علم الضبط، علم الفواصل، علم الوقف اور علم التفسیر کے بنیادی مصادر کی رہنمائی میں تیار کیا ہے‘‘۔

اسی طرح مراکش سے ’وزارة الأوقاف والشؤون الاسلامية المملكة المغربية‘ کے تحت شائع ہونے والے مصحف کے آخر میں بھی قراء کی ایک فہرست بیان کی گئی ہے کہ جنہوں نے اس روایت کی تصدیق کی ہے۔یہ مصحف مراکش کی حکومت کی طرف سے سرکاری طور پر جاری کیا گیا ہے اور یہ روایت ورش میں ہے کیونکہ مراکش اور افریقہ کے اکثر ممالک میں عامۃ الناس روایت ورش میں قرآن پڑھتے ہیں۔

اسی طرح کا معاملہ مصر اور پاکستان سے شائع ہونے والے مصاحف کا بھی ہے۔مصر میں جامعة الازھر کے ما تحت ادارے ’مجمع البحوث الاسلامية‘ کی تصدیق کے بعد مصاحف شائع کیے جاتے ہیں، جبکہ پاکستان میں ’وزارة الأوقاف‘ کی طرف سے مقرر کردہ قراء حضرات کی تصدیق کے بعد قرآن کی طباعت اور نشر واشاعت کی اجازت دی جاتی ہے۔

مکتبہ کلیہ القرآن، جامعہ لاہور الاسلامیہ میں عالم اسلام میں مروج چار قراءات میں چالیس کے قریب مطبوع مصاحف موجود ہیں، جن میں تمام مصاحف کے آخر میں ماہر قراء کے تصدیق نامے موجود ہیں اور اس کے بعد ہی وہ مصاحف نشر کیے گئے ہیں۔شائقین حضرات تحقیق کی غرض سے ان مصاحف کا مشاہدہ کر سکتے ہیں۔



محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com


یہ تو مصاحف کا معاملہ ہے جبکہ دوسری طرف مصاحف سے قرآن پڑھنے کے لیے بھی عامۃ الناس قراء ہی کے محتاج ہیں۔ ہمارے معاشرے کا ۹۹ فی صد طبقہ ایسا ہے جو آج بھی مسجد کے قاری صاحب سے قرآن حاصل کر رہا ہے، نہ کہ اپنے ماں، باپ یا دادا، دادی یا نانا نانی سے۔ جس ایک فی صد طبقے نے اپنی نانی و دادی سے قرآن سیکھا بھی ہے تو امر واقعہ ہے کہ یہ لوگ قرآن کی دو سطریں بھی درست نہیں پڑھ سکتے ہیں۔ پس ثابت ہوا کہ اصل قرآن قراء ہی سے حاصل ہوتا ہے نہ کہ عامۃ الناس سے اور عامۃ الناس قرآن کے حصول میں قراء کے تابع ہیں۔

الحمد للہ! آج کسی بھی بریلوی، دیوبندی، اہل حدیث، حنفی، مالکی، شافعی یا حنبلی کو یہ سوال پیدا نہیں ہوتا ہے کہ روایت حفص کے علاوہ بھی قرآن ہے یا نہیں؟ اگر انہیں یہ سوال پیدا ہو بھی جائے تو وہ اپنے علماء اور قراء پر اس مسئلے میں اعتبار کرتے ہیں اور وہ کبھی تمنا عمادی صاحب یا جاوید غامدی صاحب سے پوچھنے نہیں جاتے کہ یہ قرآن ہے یا نہیں۔ اس طرح بیس روایات کے قرآن ہونے پر امت کا اتفاق حاصل ہو جاتا ہے، سوائے ان لوگوں کے، جن کی تعداد ورائے کو امت کے اجماع کے بالمقابل کوئی اہمیت حاصل نہیں ہے۔ آج اللہ کے فضل سے مرکز اسلام مسجد نبوی اور دنیا کی کئی ایک معروف مساجد میں نماز میں کئی ایک روایات میں قرآن پڑھا جاتا ہے۔

اب ہم اس سوال کے جواب کی طرف آتے ہیں کہ قرآن خبر متواتر سے ثابت ہے یا نہیں؟ اگر ہے تو خبر متواتر سے مراد کیا ہے؟ خبر کے ذریعہ سے جو علم حاصل ہوتا ہے بعض اوقات وہ ظنی ہوتا ہے اور بعض اوقات قطعی ویقینی ہوتا ہے۔ ایسی خبر کہ جس کے ذریعہ قطعی ویقینی علم حاصل ہو خبر متواتر کہلاتی ہے۔ متواتر کے اس مفہوم پر اہل سنت کا اتفاق ہے۔ بعض علماء نے خبر متواتر کے لیے ایک جم غفیر کی روایت کو بطور شرط بیان کیا ہے لیکن جمہور علمائے اہل سنت کے نزدیک خبر متواتر کو صرف تعداد رواۃ کے ساتھ مقید کرنا غلط ہے۔ امام ابن تیمیہ رحمہ اللہ [م ۷۲۸ھ] فرماتے ہیں:

''متواتر کی اصطلاح کا اصل مقصود علم یقینی کا حصول ہے جبکہ بعض لوگ متواتر اس کو کہتے ہیں جس کو ایک بہت بڑی تعداد نے نقل کیا ہو اور علمِ یقینی صرف ان کی کثرت تعداد کی بنیاد پر حاصل ہو رہا ہو۔ ان کا کہنا یہ ہے کہ ایک مخصوص تعداد جب ایک واقعے میں علم یقین کا فائدہ دیتی ہے تو وہ تعداد ہر واقعے میں علم یقین کا فائدہ دے گی اور یہ قول ضعیف ہے۔ صحیح قول جمہور علماء کا ہے، جس کے مطابق بعض اوقات علم یقینی مخبرین کی تعداد سے حاصل ہوتا ہے جبکہ بعض اوقات مخبرین کی (اعلیٰ) دینی صفات اور ضبط سے حاصل ہوتا ہے۔ اسی طرح بعض اوقات خبر کے ساتھ کچھ ایسے قرائن ملے ہوئے ہوتے ہیں کہ جن کی موجودگی میں علم یقینی حاصل ہو رہا ہوتا ہے جبکہ بعض اوقات ایک گروہ کو ایک خبر سے علم یقینی حاصل ہوتا ہے اور دوسرے کو نہیں ہو رہا ہوتا ہے... جہاں تک اس عدد کا تعلق ہے کہ جس سے تواتر حاصل ہو جائے تو بعض لوگوں نے اس کے لیے ایک مخصوص عدد مقرر کیا ہے۔ پھر جنہوں نے مخصوص عدد مقرر کیا ہے ان میں اس عدد کی تعیین میں بھی اختلاف ہے۔ بعض کے نزدیک چار سے زائد، بعض کے ہاں بارہ، بعض چالیس، بعض ستر، بعض تین سو اور بعض تین سو تیرہ کے عدد کو تواتر کے حصول کی بنیاد بناتے ہیں۔ اس کے علاوہ بھی کچھ اقوال ہیں لیکن یہ سب اقوال باطل ہیں کیونکہ یہ دعوی میں ایک دوسرے کے مخالف ہیں جبکہ صحیح قول یہ ہے کہ تواتر کا کوئی عدد مقرر نہیں ہے ...(یعنی یہ ایک آدمی سے بھی حاصل ہو سکتا ہے اور بعض اوقات ستر سے بھی حاصل نہ ہوگا)۔ [مجموع الفتاوی: ۱۸/۴۹]

امام ابن جزری رحمہ اللہ متوفی ۸۳۲ھ نے بھی منجد المقرئین میں تواتر کی اصل، تعداد رواۃ کی بجائے علم کے حصول کو قرار دیا ہے۔ پس جب علماء قرآن کو متواتر کہتے ہیں تو ان کی تواتر سے مراد تعدد رواۃ نہیں ہوتی بلکہ علم یقینی کا حصول ہوتا ہے۔ امام سرخسی رحمہ اللہ لکھتے ہیں:



محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



''جان لو! کتاب اللہ سے مراد وہ قرآن ہے جو کہ اللہ کے رسول ﷺ پر نازل کیا گیا ہے' مصاحف کے گتوں کے درمیان لکھا گیا ہے اور ہم تک معروف اُحرف سبعہ کے ساتھ تواتر سے منقول ہے۔'' [أصول السرخسی: ص ۲۷۹]

امام غزالی رحمہ اللہ [م ۵۰۵ ھ] لکھتے ہیں:

''کتاب اللہ کی تعریف یہ ہے کہ جو مصحف کے دو گتوں کے درمیان معروف اُحرف سبعہ کے ساتھ ہم تک متواتر منقول ہے''۔ [المستصفی: ۱/۸۱]

ان دونوں جلیل القدر فقہاء نے قرآن کی تعریف میں قراءات متواترہ کو بھی شامل کیا ہے اور یہ بات اظہر من الشمس ہے کہ قراءات متواترہ کا تواتر، تعدد رواۃ کی بنیاد پر نہیں ہے بلکہ ایسی سند کی بنیاد پر ہے جو یقینی و قطعی طور پر ثابت ہے، کیونکہ قراءات سبعہ کو نقل کرنے والے أئمہ بھی منفرد ہیں یعنی أئمہ کے طبقے میں اسنادی تواتر غریب کے درجے کو پہنچ جاتا ہے۔ اگرچہ یہ بات درست ہے کہ أئمہ سبعہ کے طبقات میں ایسے قراء موجود تھے جو ان أئمہ ہی کی طرح قراءات نقل کر رہے تھے، لیکن ان کی اسناد آگے منتقل نہ ہو سکیں۔ پس یہ عددی تواتر طبقاً عن طبق تو موجود ہے یعنی قراء کے ایک بہت بڑے طبقے نے دوسرے بڑے طبقے سے نقل کیا ہے اور قراء کے ان طبقات کے حالات زندگی طبقات القراء کی کتب میں موجود ہیں لیکن استنادی تواتر کہ ایک ہی سند کے ہر طبقے میں قراء کی ایک بڑی تعداد کسی قراءت یا روایت کو نقل کر رہی ہو تو ایسا عددی تواتر کتب قراءات میں ہر طبقے کے حوالے سے محفوظ نہیں ہے۔

یہ بھی واضح رہے کہ طبقات القراء کی کتب کا ہر طبقے میں سبعہ عشرہ قراءات کے نقل میں عددی تواتر کو ثابت کرنا، خبر واحد سے منقول بعض قراءات عشرہ کے ثبوت کے لیے قرائن مختفہ میں سے ہے۔ جو عددی تواتر طبقاً عن طبق ہوتا ہے اس سے مراد یہ ہے کہ ایک ہی طبقے مثلاً تیسری صدی ہجری کے بارے میں طبقات القراء کی کتابوں میں قراء کے حالات زندگی سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ اس صدی میں اتنے قراء تھے جو سبعہ عشرہ کو نقل کر رہے تھے، ان کے اساتذہ کی تعداد اتنی تھی اور ان کے شاگرد اتنے تھے۔ اس معنی میں عددی تواتر عشرہ قراءات کے ہر طبقے میں موجود ہے۔

خلاصہ کلام یہ ہے کہ غامدی صاحب اس مسئلے میں تو اہل سنت کے ساتھ ہیں کہ قرآن بنیادی مآخذ دین میں سے ہے، لیکن قرآن سے مراد کیا ہے؟ اس میں غامدی صاحب اور اہل سنت میں اختلاف ہے۔ اہل سنت جمیع قراءات متواترہ کو قرآن کے مسمی میں شامل کرتے ہیں، جبکہ غامدی صاحب ان قراءات کو فتنہ عجم قرار دیتے ہیں۔ علاوہ ازیں قرآن کے منتقل ہونے کے جو بنیادی ذرائع ہیں' ان میں بھی اہل سنت اور غامدی صاحب کے درمیان فرق یہ ہے کہ غامدی صاحب کے نزدیک قرآن اجماع صحابہؓ سے ثابت ہوتا ہے اور اجماع ہی کے ذریعے منتقل بھی ہوتا ہے، جبکہ اہل سنت کے نزدیک قرآن صحابہؓ کی طرف سے اللہ کے رسول ﷺ کی طرف منسوب قطعی خبر واحد سے ثابت ہوتا ہے، جو بعض اوقات محتف بالقرائن کے قبیل سے ہوتی ہے اور بعض اوقات اس خبر کے ثبوت پر اجماع امت بھی ہوتا ہے۔

پس دین قرآن کے منتقل و حجت ہونے کا اصل و واحد ذریعہ خبر ہے۔ قرآن وسنت کی بیسیوں نصوص میں ہر دور میں اللہ کے نبی ﷺ کی طرف سے پہنچائی گئی ہر اس قطعی خبر میں قرآن کو تلاش کرنے کا حکم دیا گیا ہے، جس کا اتصال آپ تک ثابت ہو۔ پس آج کے دور میں قرآن تاج کمپنی کے مصاحف میں ہے؟ یا مولانا اصلاحی کے تفسیری نکات میں؟ یا منکرین قراءات کی بے بنیاد تحقیقات میں؟ کہاں ہے؟ اس سوال کا جواب یہ ہے کہ آج قرآن قراء کی جماعت کی اس قطعی خبر میں ہے کہ جس کی نسبت قراء کرام اللہ کے رسول ﷺ کی طرف متصل طور پر ثابت کرتے ہیں۔



محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com


حافظ محمد زبیر☆

# قراءات متواترہ...... غامدی موقف کا تجزیہ

## [قراءاتِ متواترہ اور اہل سنت کا موقف]

حافظ محمد زبیر حفظہ اللہ کی فاضل شخصیت علمی حلقوں میں اب محتاج تعارف نہیں۔ موصوف کو اللہ تعالیٰ نے ذہانت وفطانت سے حظ وافر عطاء فرمایا ہے۔ جاوید احمد غامدی کے جمیع منحرف نظریات کے اُصول ومبادی پر آپ کی کئی تحریریں منظر عام پر آکر داد وصول کرچکی ہیں، جو کہ 'فکر غامدی' کے نام سے کتابی صورت میں بھی مطبوع ہیں۔ زیر نظر شمارہ میں بھی حافظ صاحب حفظہ اللہ نے جاوید غامدی کے نظریہ 'انکار قراءات' پر دو مضمون تحریر کیے ہیں، جن میں سے یہ مضمون اگرچہ ماہنامہ 'رشد' کے جولائی ۲۰۰۷ء کے شمارے میں پہلے شائع ہوچکا ہے، لیکن موصوف نے اس مضمون میں متعدد مقامات پر تشنہ رہ جانے والے دیگر پہلوؤں کا اضافہ بھی کیا ہے اور غامدی صاحب کی طرف سے پیش کردہ بعض دیگر اعتراضات، جن کا جواب پچھلے مضمون میں ذکر نہیں کیا جاسکا تھا، کا تنقیدی جائزہ بھی پیش کردیا ہے۔ [ادارہ]

قرآن مجید اللہ تعالیٰ کا کلام ہے اور شریعت اِسلامیہ میں اصل الاصول کی حیثیت رکھتا ہے۔ تاریخ اسلامی کے ہر دور میں فقہاء وعلماء نے استنباطِ اَحکام کے لیے اسے اپنا اوّلین مرجع ومصدر بنایا۔ اس کی بہت سی خصوصیات ہیں، ان میں سے ایک یہ بھی ہے کہ یہ اللہ کے رسول ﷺ پر ایک سے زائد قراءات کے ساتھ نازل ہوا اور پھر اِن قراءات کے ساتھ اُمت میں مروی ہے۔ ان میں سے بعض قراءات ایسی ہیں جو آج بھی بعض ممالک اِسلامیہ میں عوام الناس کی سطح پر رائج ہیں، مثلاً روایتِ حفص، روایتِ قالون، روایتِ ورش اور روایتِ دُوری۔ جب کہ بعض قراءات ایسی ہیں جو اُمت کے خواص میں نقل در نقل چلی آرہی ہیں اور اُمت کے فقہاء، علماء، مفسرین، محدثین، مجتہدین اور قراء کا ان قراءات کے قرآن ہونے پر اتفاق ہے۔

علمائے اُمت نے قراءات کی دو قسمیں بیان کی ہیں:

### ① قراءات متواترہ

یہ وہ قراءات ہیں جن میں درج ذیل تین شرائط پائی جائیں:

(ا) جو رسول اللہ ﷺ سے صحیح سند کے ساتھ ثابت ہو اور ائمۂ قراء کے ہاں مشہور ہو۔

(ب) جو مصاحف عثمانیہ کے رسم الخط کے مطابق ہو۔

(ج) جو لغات عرب میں سے کسی لغت کے مطابق ہو۔

☆ فاضل جامعة لاهور الإسلامية، لاہور و فاضل قراءات سبعة وعشرة





محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



### ② قراءاتِ شاذہ

اگر کسی قراءت میں ان تین شرائط میں سے کوئی شرط مفقود ہو تو اسے قراءتِ شاذہ کہتے ہیں۔قرآن سے اَحکام مستنبط کرتے ہوئے اور قرآن کی قراءاتِ متواترہ کو دلیل بنانے پر مذاہبِ اَربعہ کے جمیع فقہاء کا اتفاق ہے،لیکن قراءات شاذہ کے بارے میں اختلاف ہے۔

اَحناف اور حنابلہ کا موقف یہ ہے کہ قراءاتِ شاذہ کی اگر سند صحیح ہو تو وہ بطورِ حدیث حجت ہیں، جب کہ مالکیہ اور شوافع کا نقطہ نظر یہ ہے کہ قراءاتِ شاذہ حجت نہیں ہیں۔

## قراءاتِ متواترہ کے بارے میں غامدی صاحب کا نقطۂ نظر

غامدی صاحب نے اپنی کتاب 'میزان' میں قراءات متواترہ پر مختلف اعتراضات وارد کرتے ہوئے ان کا انکار کیا ہے۔غامدی صاحب کے نزدیک قرآن کی متواتر قراءات فتنۂ عجم کی باقیات میں سے ہیں۔ان کے نزدیک قرآن کی صرف ایک ہی قراءت ہے جسے وہ 'قراءتِ عامہ' کہتے ہیں۔یہ وہ قراءت ہے جو کہ مشرق کے اکثر و بیشتر ممالک میں 'روایت حفص' کے نام سے رائج ہے۔غامدی صاحب لکھتے ہیں:

''لہٰذا یہ بالکل قطعی ہے کہ قرآن کی ایک ہی قرأت ہے جو ہمارے مصاحف میں ثبت ہے۔اس کے علاوہ اس کی جو قرائتیں تفسیروں میں لکھی ہوئی ہیں یا مدرسوں میں پڑھی پڑھائی جاتی ہیں یا بعض علاقوں میں لوگوں نے اختیار کر رکھی ہیں،وہ سب اس فتنۂ عجم کی باقیات ہیں جس کے اَثرات سے ہمارے علوم کا کوئی شعبہ،افسوس ہے کہ محفوظ نہیں رہ سکا۔''

[میزان:ص۳۲]

غامدی صاحب مراکش، تیونس، لیبیا، سوڈان، یمن، موریطانیہ، الجزائر، صومالیہ اور افریقہ کے اکثر و بیشتر ممالک میں رائج قراءات کو قرآن نہیں مانتے۔ایک جگہ لکھتے ہیں:

''قرآن وہی ہے جو مصحف میں ثبت ہے اور جسے مغرب کے چند علاقوں کو چھوڑ کر پوری دنیا میں اُمت مسلمہ کی عظیم اَکثریت اس وقت تلاوت کر رہی ہے۔یہ تلاوت جس قرأت کے مطابق کی جاتی ہے،اس کے سوا کوئی دوسری قرأت نہ قرآن ہے اور نہ اسے قرآن کی حیثیت سے پیش کیا جا سکتا ہے۔'' [میزان:ص۲۵،۲۶]

غامدی صاحب نے قراءات متواترہ کے بارے میں صحاح ستہ میں موجود 'سبعہ اَحرف' کی متواتر روایات کا انکار کیا ہے۔وہ حضرت ہشام بن حکیم رضی اللہ عنہ اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی روایت پر اعتراضات کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

''اول یہ کہ یہ روایت اگرچہ حدیث کی امہات کتب میں بیان ہوئی ہے،لیکن اس کا مفہوم ایک ایسا معمہ ہے جسے کوئی شخص اس اُمت کی پوری تاریخ میں کبھی حل کرنے میں کامیاب نہیں ہو سکا۔امام سیوطی رحمہ اللہ نے اس کی تعیین میں چالیس کے قریب اَقوال اپنی کتاب 'الاتقان' میں نقل کیے ہیں،پھر ان میں سے ہر ایک کی کمزوری کا احساس کر کے موطأ کی شرح 'تنویر الحوالك' میں بالآخر یہ اعتراف کر لیا ہے کہ اسے من جملہ متشابہات ماننا چاہیے جن کی حقیقت اللہ کے سوا کوئی نہیں جانتا......یہی معاملہ ان روایتوں کا بھی ہے جو سیدنا صدیق اور ان کے بعد سیدنا عثمان کے دور میں قرآن کی جمع و تدوین سے متعلق حدیث کی کتابوں میں نقل ہوئی ہیں۔قرآن،جیسا کہ اس بحث کی ابتدا میں بیان ہوا،اس معاملے میں بالکل صریح ہے کہ وہ براہِ راست اللہ کی ہدایت کے مطابق اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے حین حیات میں مرتب ہوا،لیکن یہ روایتیں اس کے برخلاف ایک دوسری ہی داستان سناتی ہیں جسے نہ قرآن قبول کرتا ہے اور نہ عقل عام ہی کسی طرح ماننے کے لیے تیار ہو سکتی ہے۔صحاح میں یہ اصلاً ابن شہاب زہری کی وساطت سے آئی ہیں۔ائمہ رجال



محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



انہیں تدلیس اور اِدراج کا مرتکب تو قرار دیتے ہی ہیں، اس کے ساتھ اگر وہ خصائص بھی پیش نظر رہیں جو امام لیث بن سعد نے امام مالک کے نام اپنے ایک خط میں بیان فرمائے ہیں تو ان کی کوئی روایت بھی، بالخصوص اس طرح کے اہم معاملات میں قابل قبول نہیں ہو سکتی۔'' [میزان: ص ۳۰، ۳۱]

## غامدی صاحب کے نقطۂ نظر کی غلطی

ہم ذیل میں غامدی صاحب کے ان اعتراضات اور ان کے جوابات کو علی الترتیب ذکر کریں گے:

### غامدی صاحب کی عربی دانی

غامدی صاحب قراءات متواترہ پر تنقید کا شوق پورا فرما رہے ہیں اور کیفیت یہ ہے کہ انہوں نے اپنی کتاب 'میزان' میں ص ۲۵ سے لیکر ۳۳ تک 'قرأت کے اختلاف' کے عنوان سے قراءات متواترہ پر بحث کی ہے اور 'قرأت' کا لفظ اپنی اس بحث میں تقریباً ۳۴ دفعہ لے کر آئے ہیں اور ہر دفعہ انھوں نے اس لفظ کو 'قرأت' ہی لکھا ہے' گویا انہیں یہ بھی معلوم نہیں کہ یہ لفظ 'قرأت' نہیں، بلکہ 'قراءت' ہوتا ہے، جس کی جمع 'قراءات' ہے۔

## غامدی صاحب حفاظت قرآن کے قائل نہیں ہیں

غامدی صاحب تو حفاظت قرآن کے بھی قائل نہیں ہیں۔ وہ لکھتے ہیں:

''لہٰذا یہ بالکل قطعی ہے کہ قرآن کی ایک ہی قرأت ہے جو ہمارے مصاحف میں ثبت ہے۔ اس کے علاوہ اس کی جو قرأتیں تفسیروں میں لکھی ہوئی ہیں یا مدرسوں میں پڑھی اور پڑھائی جاتی ہیں یا بعض علاقوں میں لوگوں نے اختیار کر رکھی ہیں، وہ سب اس فتنۂ عجم کے باقیات ہیں''۔ [میزان: ص ۳۲]

گویا غامدی صاحب قرآن کو محفوظ نہیں سمجھتے۔ اگر قرآن مجید محفوظ ہے تو پھر یہ 'قراءات' اُمت میں بطورِ قرآن کیسے رائج و معروف ہو گئیں؟

- امام المفسرین ابن جریر طبری رحمہ اللہ سے لے کر علامہ آلوسی رحمہ اللہ تک ہر مفسر نے اپنی تفسیر میں ان قراءات کا تذکرہ کیا ہے اور ان کے ذریعے آیات قرآنیہ کی تفسیر و تاویل میں مدد لی ہے۔
- یہ قراءات مشرق سے لے کر مغرب تک تقریباً تمام اسلامی ممالک کی عالمی شہرت کی حامل جامعات مثلاً جامعہ ازہر، جامعہ کویت اور مدینہ یونیورسٹی وغیرہ کے نصاب میں شامل ہیں۔
- بریلوی ہوں یا اہل حدیث، دیوبندی ہوں یا اہل تشیع، تقریباً تمام مکاتب فکر کے بڑے بڑے مدارس میں یہ قراءات سبقاً سبقاً پڑھائی جاتی ہیں۔
- اُمت ِمسلمہ کی ایک بہت بڑی تعداد غامدی صاحب کی 'قرأت عامہ' کے مطابق قرآن نہیں پڑھتی۔ مثلاً لیبیا، تیونس اور الجزائر کے بعض علاقوں میں روایت 'قالون' پڑھی جاتی ہے۔ سوڈان، صومالیہ اور یمن (حضرموت) کے علاقے میں روایت 'دوری' میں قرآن پڑھا جاتا ہے۔ اسی طرح موریطانیہ' الجزائر کے اکثر و بیشتر علاقوں، مراکش اور براعظم افریقہ کے اکثر ممالک میں روایت 'ورش' رائج ہے۔ بلکہ واضح رہے کہ اکیلی روایت 'ورش' دنیا کے تقریباً چالیس ممالک میں رائج ہے۔ ہمارا غامدی صاحب سے سوال ہے کہ:
- کیا ہمارے تمام مفسرین قرآن سے جاہل تھے؟





محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

- کیا اللہ تعالیٰ نے 'فتنہ عجم' کو امت مسلمہ میں اتنا عام کر دیا کہ کیا خواص اور کیا عوام' سب ہی اسے چودہ صدیوں سے قرآن سمجھ کر پڑھ رہے ہیں؟
- کیا ان مذکورہ بالا تمام ممالک میں رہنے والے کروڑوں مسلمان اپنی نمازوں میں قرآن کی بجائے 'فتنہ عجم' کی تلاوت کرتے ہیں؟
- کیا غامدی صاحب مراکش'لیبیا'تیونس'الجزائر'موریطانیہ'سوڈان'صومالیہ'یمن'مغربی ممالک اور براعظم افریقہ کے کروڑوں مسلمانوں کو اُمت مسلمہ میں شامل نہیں سمجھتے ؟
- کیا عالم عرب وعجم کے تمام معروف قراء کی مختلف 'قراءات' میں آڈیو اور ویڈیو کیسٹس 'مشرق' میں عام نہیں ہیں؟

اس میں کوئی شک نہیں ہے کہ اُمت مسلمہ میں سب سے زیادہ پڑھی جانے والی روایت، روایت حفص ہے،لیکن اُمت کی ایک معتد بہ تعداد میں روایت قالون،ورش اور دوری بھی رائج ہے۔اور ان 'قراءات' کا اُمت مسلمہ میں رائج ہونا ہی ان کے قرآن ہونے کی سب سے بڑی دلیل ہے' کیونکہ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

﴿اِنَّا نَحۡنُ نَزَّلۡنَا الذِّکۡرَ وَاِنَّا لَہٗ لَحٰفِظُوۡنَ﴾ [الحجر:۹]

''بے شک ہم نے ہی قرآن کو نازل کیا ہے اور ہم ہی اس کی حفاظت کرنے والے ہیں''۔

جب اللہ تعالیٰ نے خود قرآن کی حفاظت کا ذمہ لیا ہے تو ایک ایسی چیز جو قرآن نہیں ہے، وہ اُمت مسلمہ میں بطور قرآن کیسے رائج ہو سکتی ہے؟

غامدی صاحب کی اطلاع کے لیے عرض ہے کہ جس طرح وہ صرف اسی قراءت کے قائل ہیں جو مشرق کے عوام الناس میں رائج ہے اور مغرب میں پڑھی جانے والی قراءات کے انکاری ہیں اسی طرح مغرب میں بھی بعض ایسے لوگ موجود ہیں جو صرف اسی قراءت کو حق سمجھتے ہیں جو کہ ان کے علاقوں میں پڑھی جاتی ہے اور غامدی صاحب کی 'قرأت عامہ' ان کے نزدیک قرآن نہیں ہے' بلکہ وہ اپنے ہاں رائج قراءت کو ہی 'قرأت عامۃ' کہتے ہیں۔

## غامدی صاحب کی 'قرأت عامہ' اور اُمت مسلمہ کے مصاحف

غامدی صاحب کے نزدیک قرآن کی صرف ایک ہی قراءت ہے جو کہ مصاحف میں ثبت ہے۔وہ لکھتے ہیں:

''لہٰذا یہ بالکل قطعی ہے کہ قرآن کی ایک ہی قرأت ہے جو ہمارے مصاحف میں ثبت ہے۔''[میزان:ص۳۲]

'ہمارے مصاحف' سے غامدی صاحب کی کیا مراد ہے ؟'المورد' کے تصدیق شدہ مصاحف یا امت مسلمہ کے مصاحف؟اگر تو ان کی مراد 'المورد' کے مصاحف ہیں تو پھر تو ہم بھی مانتے ہیں کہ قرآن کی ایک ہی قراءت ہے،لیکن اگر ان کی مراد امت مسلمہ کے مصاحف ہیں تو وہ جس طرح روایت حفص میں ہمارے ممالک میں موجود ہیں اسی طرح روایت قالون، روایت ورش،روایت دوری کے مطابق یہ مصاحف لاکھوں کی تعداد میں متعلقہ ممالک میں باقاعدہ ان ممالک کی حکومتوں کی زیرنگرانی ایسے ہی شائع کیے جاتے ہیں جیسے کہ غامدی صاحب کا 'قرأت عامۃ' کا مصحف۔اب تو مجمّع الملك فهد نے بھی لاکھوں کی تعداد میں روایتِ دوری ،قالون اور ورش کے مطابق مصاحف کو متعلقہ ممالک کے مسلمانوں کے لیے شائع کیا ہے۔مختلف قراءات کے رسم الخط کے مطابق یہ طبع شدہ مصاحف ہمارے پاس بھی موجود ہیں،لہٰذا ثابت یہ ہوا کہ جو مصاحف اُمت مسلمہ میں رائج ہیں وہ ایک سے زائد


محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com


قراءات پر مشتمل ہیں اور غامدی صاحب کا یہ دعویٰ بے بنیاد ہے کہ ہمارے مصاحف میں ایک ہی قراءت ثبت ہے۔

## غامدی صاحب کی 'قرأتِ عامہ' اور اُمت مسلمہ کی روایت حفص

قراءاتِ قرآنیہ کے نقل کرنے میں دس امام ایسے ہیں جنہیں بہت شہرت حاصل ہوئی اور مابعد کے زمانوں میں یہ قراءات انہی ائمہ کے ناموں سے معروف ہوگئیں۔ان ائمہ کے نام درج ذیل ہیں: امام نافع رحمہ اللہ [م ۱۶۹ھ] امام ابن کثیر مکی رحمہ اللہ [م ۱۲۰ھ]، امام ابوعمرو بصری رحمہ اللہ [م ۱۵۴ھ] امام ابن عامر شامی رحمہ اللہ [م ۱۱۸ھ]، امام عاصم رحمہ اللہ [م ۱۲۷ھ] امام حمزہ رحمہ اللہ [م ۱۸۸ھ] امام کسائی رحمہ اللہ [م ۱۸۹ھ] امام ابو جعفر رحمہ اللہ [م ۱۳۰ھ] رحمہ اللہ امام یعقوب رحمہ اللہ [م ۲۲۵ھ] امام خلف رحمہ اللہ [م ۲۰۵ھ]۔ان ائمہ کی قراءات 'قراءات عشرۃ' کہلاتی ہیں۔ان ائمہ سے ان قراءات کو نقل کرنے والے ان کے سینکڑوں شاگرد ہیں، لیکن ہر امام کی قراءت بعدازاں اس کے دو شاگردوں سے معروف ہوئی۔ان شاگردوں کی اپنے امام سے نقل قراءت قرآن کی 'روایت' کہلاتی ہے۔ پس ہر امام کے دو شاگردوں کے اعتبار سے قرآن کی کل بیس روایات ہوئیں۔ان بیس روایات میں سے چار روایات ایسی ہیں جو اُمت مسلمہ کے مختلف علاقوں میں عوامی سطح پر رائج ہیں، جن کا ہم پہلے ذکر کر چکے ہیں، جب کہ باقی سولہ روایات قراء کی ایک بہت بڑی تعداد سے نقل در نقل چلی آ رہی ہیں اور ان تمام قراءات کی اللہ کے رسول ﷺ تک باقاعدہ اسناد موجود ہیں۔

غامدی صاحب ان بیس کی بیس روایات قرآنیہ کے منکر ہیں اور انھیں فتنہ عجم قرار دیتے ہیں، لیکن ان بیس روایات میں سے ایک روایت 'روایتِ حفص' ہے اور 'حفص' امام عاصمؒ کے شاگرد ہیں۔کیا ہی عجب اور حسنِ اتفاق ہے کہ 'روایتِ حفص' لفظ بلفظ وہی ہے جسے غامدی صاحب 'قرأت عامہ' کے نام سے موسوم کرتے ہیں اور اسے قرآن کہتے ہیں۔اب غامدی صاحب اگر اس روایت کا انکار کریں تو اپنی ہی 'قرأت عامہ' کے بھی انکاری ہوں گے اور اگر وہ اس روایت حفص کو مان لیں تو باقی انیس روایات کو ماننے سے انکار کیوں؟

اگر 'قرأتِ عامہ' سے غامدی صاحب کی مراد عوام الناس کی قراءت ہے تو روایت حفص، روایت ورش، روایت قالون اور روایت دوری بھی تو عوام الناس ہی کی قراءات ہیں' ان کو ماننے سے غامدی صاحب کیونکر انکار کر سکتے ہیں؟

غامدی صاحب کے نزدیک قرآن اجماع وقولی تواتر سے ثابت ہوتا ہے' جبکہ قرآن کی مندرجہ بالا روایات اربعہ بلکہ عشرہ اجماع وقولی تواتر دونوں سے ثابت ہیں۔لیکن اس کے باوجود وہ ان روایات کو قرآن ماننے سے انکاری ہیں۔

## قراءاتِ متواترہ اور اجماع امت

غامدی صاحب کے نزدیک قراءات متواترہ کے بارے میں مروی وہ تمام روایات جو صحاح ستہ میں موجود ہیں سنداً اور معناً دونوں اعتبارات سے ناقابل قبول ہیں۔سنداً اس لیے کہ ان تمام روایات کی سند میں ابن شہاب زھری ہے، جو آئمہ رجال کے ہاں مدلس ہے اور معناً اس لیے کہ ان احادیث کے معنی ومفہوم کا آج تک تعین نہیں ہو سکا۔

غامدی صاحب کی بنیادی غلطی یہ ہے کہ وہ قرآن کو حدیث کی دلیل سے ثابت کرنا چاہتے ہیں، حالانکہ قرآن اپنے ثبوت کے لیے کسی حدیث کا محتاج نہیں ہے۔غامدی صاحب جس کو 'قرأت عامہ' کہتے ہیں کیا وہ حدیث سے ثابت ہے؟ قرآن کا اجماع اور تواتر کے ساتھ امت میں نقل ہونا ہی اس کے ثبوت کی سب سے بڑی دلیل ہے، اور 'قراءاتِ عشرہ' تواتر اور اجماع کے ساتھ ثابت ہیں۔مشہور مفسر اور اندلسی عالم ابن عطیہ رحمہ اللہ لکھتے ہیں:


محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com


”ومضت الاعصار والامصار علی قراء ات الائمة السبعة بل العشرة وبها یصلی لانها تثبت بالاجماع“ [المحرر الوجیز لابن عطیه:۱/۹]

’’قراءات سبعہ بلکہ عشرہ بھی ہر زمانے اور ہر شہر میں رائج رہی ہیں اور ان کی نماز میں تلاوت کی جاتی رہی ہے، کیونکہ یہ اجماعِ امت سے ثابت ہیں۔‘‘

آج بھی مدارس و جامعات اِسلامیہ کے ہزاروں طلبہ ان قراءات کو اپنے شیوخ سے نقل کر رہے ہیں۔ ان میں سے بعض قراءات تو مغرب و افریقہ کے بلادِ اِسلامیہ میں اسی طرح رائج ہیں جس طرح ہمارے ہاں روایت حفص، اور ان قراءات کا تواتر کے ساتھ اُمت میں پڑھا جانا ہی ان کے قرآن ہونے کے ثبوت کے لیے قطعی دلیل ہے۔

## سبعہ اَحرف کا مفہوم اور غامدی صاحب کے مغالطے

غامدی صاحب نے سبعة أحرف کی روایات پر اعتراض یہ کیا ہے کہ اس کے معنی و مفہوم کے تعین میں علما کے تقریباً چالیس اقوال نقل کیے گئے ہیں۔ غامدی صاحب لکھتے ہیں:

’’اوّل یہ کہ یہ روایت اگرچہ حدیث کی اُمہاتِ کتب میں بیان ہوئی ہے، لیکن اس کا مفہوم ایک ایسا معمہ ہے جسے کوئی شخص اس اُمت کی پوری تاریخ میں کبھی حل کرنے میں کامیاب نہیں ہو سکا۔ امام سیوطی رحمہ اللہ نے اس کی تعیین میں چالیس کے قریب اقوال اپنی کتاب 'الاتقان' میں نقل کیے ہیں۔‘‘ [میزان: ص ۳۰]

غامدی صاحب نے امام سیوطی رحمہ اللہ کا حوالہ نقل کر دیا ہے، لیکن کاش وہ امام سیوطی رحمہ اللہ کی کتاب 'الاتقان' کھول کر دیکھنے کی زحمت بھی گوارا کر لیتے۔ حقیقت یہ ہے کہ امام سیوطی رحمہ اللہ نے چالیس نہیں، بلکہ سولہ اَقوال اپنی کتاب میں بیان کیے ہیں، البتہ انہوں نے ابن حبان رحمہ اللہ کے حوالے سے پینتیس اَقوال کا تذکرہ کیا ہے جو کہ درج ذیل ہیں:

① زجر، امر، حلال، حرام، محکم، متشابہ، امثال
② حلال، حرام، امر، نہی، زجر، مستقبل کی خبریں، امثال
③ وعد، وعید، حلال، حرام، مواعظ، امثال، احتجاج
④ امر، نہی، بشارت، نذارت، اخبار، امثال
⑤ محکم، متشابہ، ناسخ، منسوخ، خصوص، عموم، قصص
⑥ امر، زجر، ترغیب، ترہیب، جدل، قصص، مثل
⑦ امر، نہی، وجد، علم، سر، ظہر، بطن
⑧ ناسخ، منسوخ، وعد، وعید، رغم، تادیب، انذار
⑨ حلال، حرام، افتتاح، اخبار، فضائل، عقوبات
⑩ اوامر، زواجر، امثال، أنباء، عتب، وعظ، قصص
⑪ حلال، حرام، امثال، منصوص، قصص، اباحات
⑫ ظہر، بطن، فرض، ندب، خصوص، عموم، امثال
⑬ امر، نہی، وعد، وعید، اباحت، ارشاد، اعتبار
⑭ مقدم، مؤخر، فرائض، حدود، مواعظ، متشابہ، امثال


محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



⑮ مقیس ، مجمل ، مقضی ، ندب ، حتمی ، امثال
⑯ امر حتم ، امر ندب ، نہی حتم ، نہی ندب ، اخبار ، اباحات
⑰ امر فرض ، نہی حتم ، امر ندب ، نہی مرشد ، وعد ، وعید ، قصص
⑱ لفظ خاص مراد خاص ، لفظ عام مراد عام ، لفظ عام مراد خاص ، لفظ خاص مراد عام ، وہ لفظ جس کا معنی واضح ہو ، وہ لفظ جس کا مفہوم علماء پر ظاہر ہو ، وہ لفظ جس کا معنی صرف الراسخون فی العلم کو معلوم ہو۔
⑲ اظہارِ ربوبیت ، اثبات وحدانیت ، تعظیم الوہیت ، التعبد للہ ، مجانبۃ الاشراک ، ترغیب ، ترہیب
⑳ سبع لغات مراد ہیں ، جن میں پانچ بنو ہوازن کی جبکہ دو قریش کی ہیں ۔
㉑ عرب کے متفرق مشہور قبائل کی سات لغات مراد ہیں ۔
㉒ سبع لغات ہیں جن میں چار بنو ہوازن کی جبکہ تین قریش کی ہیں ۔
㉓ سات قبائل کی لغات مراد ہیں : قریش ، یمن ، جرھم ، ہوازن ، قضاعہ ، تمیم ، طی
㉔ کعب بن عمرو اور کعب بن لوی کی لغات مراد ہیں جو کہ سات ہیں ۔
㉕ ایک ہی معنی ادا کرنے کے لیے عرب کے مختلف قبائل کی لغات مراد ہیں ۔
㉖ سات صحابہ کی قراءات مراد ہیں : ابوبکر ، عمر ، عثمان ، علی ، ابن مسعود ، ابن عباس ، ابی ابن ، کعب
㉗ ہمز ، امالہ ، فتح ، کسر ، تفخیم ، مد ، قصر
㉘ تعریف ، مصادر ، عروض ، غریب ، سجع ، لغات مختلفہ
㉙ ایک ہی کلمہ جس کو سات طرح سے اعراب دیا جا سکتا ہے ۔
㉚ بنیادی حروف تہجی مراد ہیں : الف ، با ، جیم ، دال ، را ، سین ، عین
㉛ سات اسماء مراد ہیں : رب ، غفور ، رحیم ، سمیع ، بصیر ، علیم ، حکیم
㉜ سات قسم کی آیات مراد ہیں : وہ آیات جو صفات ذاتیہ پر مشتمل ہوں ، وہ آیات جو کسی دوسری آیت کی تفسیر کر رہی ہوں ، وہ آیات جن کی تفسیر سنت میں ہو ، انبیاء و رُسل کے قصص پر مشتمل آیات ، اشیاء کی تخلیق کے بارے میں آیات ، جنت کے اَوصاف پر آیات ، جہنم کے اوصاف پر آیات ۔
㉝ سات قسم کی آیات مراد ہیں : صانع کے اوصاف پر مشتمل آیات ، اثبات وحدانیت کی آیات ، اثبات صفات کی آیات ، اثباتِ رُسل کی آیات ، اثبات کتب کی آیات ، اثبات اسلام کی آیات ، نفیٔ کفر کی آیات
㉞ سات قسم کی صفات ذاتیہ مراد ہیں جن کی کیفیت بیان کرنا ممکن نہیں ہے ۔
㉟ ایمان باللہ ، شرک سے اجتناب ، اوامر کا اثبات ، مجانبت زواجر ، ثبات علی الایمان ، تحریم ما حرم اللہ ، اطاعت رسول

ان پینتیس اقوال کو غامدی صاحب نے ایک صحیح متواتر روایت کے انکار کی دلیل بنایا ہے ۔ ہم غامدی صاحب سے چند سوالات کرتے ہیں :

❁ پہلا سوال یہ ہے کہ بظاہر پینتیس نظر آنے والے یہ اقوال کیا واقعتاً پینتیس ہی ہیں ؟ اگر ہم غور کریں تو یہ درحقیقت سات اقوال ہیں : ایک قول تو یہ ہے کہ 'سبعۂ احرف' سے مراد مضامین قرآن ہیں ، پھر اس میں آگے اختلاف



محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com


ہے کہ کون سے مضامین مراد ہیں ۔دوسرا قول یہ ہے کہ سبعہ احرف سے مراد سات لغات ہیں ،پھر آگے اس میں اختلاف ہے کہ کن قبائل کی لغات مراد ہیں ۔تیسرا قول یہ ہے کہ اس سے مراد صحابہ کی سات قراءات ہیں ۔چوتھا قول یہ ہے کہ اس سے مراد سات حروف تہجی ہیں ۔پانچواں قول یہ ہے کہ اس سے مراد اللہ تعالیٰ کے سات نام ہیں ۔چھٹا قول یہ ہے کہ اس سے مراد سات قسم کے اعراب ہیں ۔ساتواں قول یہ ہے کہ اس سے مراد حروف کی ادائیگی کی مختلف کیفیات ہے ۔اسی لیے امام سیوطی رحمہ اللہ نے ان اقوال کے نقل کرنے کے بعد ابن حبان کا قول نقل کیا ہے:

”و ھی اقاویل یشبه بعضها بعضا“[الاتقان:۴۹/۱]

’’یہ اقوال ایک دوسرے سے ملتے جلتے ہیں۔‘‘

اس کے بعد امام سیوطی رحمہ اللہ نے امام مزنی المرسی رحمہ اللہ کے حوالے سے نقل کیا ہے:

”وقال المرسی هذه الوجوه أكثرها متداخلة“[الاتقان:۴۹/۱]

’’مرسی نے کہا ہے کہ یہ اقوال ایک دوسرے سے پیوستہ ہیں‘‘۔

باہم متشابہ اور متداخل اقوال کو غامدی صاحب نے چالیس اقوال سمجھ لیا اور اس بنا پر 'سبعہ اَحرف' کی متواتر روایت کا انکار کر دیا۔

❁ دوسرا سوال یہ کہ بالفرض ہم مان لیں کہ یہ چالیس اَقوال ہیں، جیسا کہ غامدی صاحب کا کہنا ہے،تو اگر قرآن کی کسی آیت کی تفسیر میں پینتیس یا چالیس اَقوال نقل ہو جائیں تو کیا اس بنیاد پر غامدی صاحب قرآن کی اس آیت کا انکار کر دیں گے کہ اس آیت کے معنی ومفہوم کے تعین میں چالیس قوال نقل ہوئے ہیں؟ چالیس تو چھوڑیے اگر ہم بدعتی فرقوں مثلاً باطنیہ، روافض اور صوفیاء کی تفاسیر کا مطالعہ کریں تو ہمیں ایک ایک آیت کی تفسیر میں ستر ستر اَقوال بھی ملتے ہیں،تو کیا ہم صرف اس بنا پر قرآن کی اس آیت کو ماننے سے ہی انکار کر دیں؟

❁ تیسرا اور سب سے اہم سوال یہ ہے کہ یہ کیسے ثابت ہوگا کہ یہ پینتیس اقوال مختلف پینتیس علماء کے ہیں؟ بعض اَفراد نے ان اقول کو اپنی کتابوں میں نقل تو کر ہی دیا ہے لیکن ان کے قائلین کو کوئی آج تک نہ جان سکا۔جیسا کہ امام سیوطی رحمہ اللہ نے امام مزنی المرسی رحمہ اللہ کے حوالے سے نقل کیا ہے:

”وقال المرسی هذه الوجوه أكثرها متداخلة و لا أدری مستندها و لا عمن نقلت“

’’مرسی نے کہا ہے کہ یہ اقوال ایک دوسرے سے پیوستہ ہیں اور میں نہیں جانتا کہ ان کی سند کیا ہے یا کس سے یہ منقول ہیں؟‘‘ [الاتقان:۴۹/۱]

اِن اقوال کی باہمی مشابہت ومماثلت دیکھنے کے بعد اندازہ یہی ہوتا ہے کہ دو چار نامعلوم اور گمنام افراد نے سبعہ احرف کی تشریح میں مختلف احتمالات پیش کیے تھے، جنہیں بعد والوں نے مستقل اقوال کی حیثیت سے نقل کر دیا۔

ان پینتیس اقوال میں سے اکثر و بیشتر کی تردید خود سبعہ احرف کی روایات سے ہی ہو رہی ہے، کیونکہ اکثر و بیشتر اقوال کا جائزہ لیں تو واضح ہوتا ہے کہ ان اقوال کی رو سے 'سبعۃ احرف' کا تعلق قرآن کے مضامین یا معانی سے ہے جبکہ 'سبعہ احرف' کی اکثر و بیشتر روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ 'سبعۃ احرف' کا تعلق الفاظ سے ہے ۔مثلاً حضرت ہشام بن حکیم رضی اللہ عنہ اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ میں آپس میں قراءت کا اختلاف ہوا تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ ، حضرت ہشام رضی اللہ عنہ ،کو ان کی چادر سے کھینچتے ہوئے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس لے آئے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے کہا:


محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com


”انی سمعت هذا يقرأ بسورة الفرقان على حروف لم تقرئنيها فقال رسول ﷺ: «أرسله اقرأ يا هشام» فقرأ عليه القراءة التى سمعته يقرأ فقال رسول ﷺ : «كذلك أنزلت» ثم قال : «اقرأ يا عمر» فقرأت القراءة التى اقرأنى فقال رسول ﷺ: « كذلك أنزلت إن هذا القرآن أنزل على سبعة أحرف فاقرء وا ما تيسر منه»“

[ صحيح البخاري، كتاب فضائل القرآن، باب أنزل القرآن على سبعة أحرف ]

”میں نے اس (یعنی ہشام بن حکیم رضی اللہ عنہ) کو سورۂ فرقان اُن حروف کے ساتھ پڑھتے سنا ہے جن حروف کے ساتھ آپ ؐ نے مجھے یہ سورت نہیں پڑھائی۔رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''اے عمر رضی اللہ عنہ !اسے چھوڑ دو، اور کہا: ''اے ہشام پڑھو''۔پس حضرت ہشام ؓ نے اس قراءت کے مطابق پڑھا جو میں نے ان سے سنی تھی تو آپ ؐ نے کہا: ''یہ سورت اسی طرح نازل کی گئی ہے''۔ پھر آپ ﷺ نے کہا: ''اے عمر رضی اللہ عنہ اب تم پڑھو''تو میں نے اس سورت کو اس قراءت کے مطابق پڑھا جس پر آپ ﷺ نے مجھے پڑھایا تھا تو آپ ﷺ نے کہا: ''یہ سورت اسی طرح نازل کی گئی ہے اور قرآن سات حروف پر نازل کیا گیا ہے، پس اس میں سے جو بھی تمہیں آسان لگے اس کے مطابق پڑھ لو۔“

اسی لیے امام سیوطی رحمہ اللہ ، امام مزنی رحمہ اللہ کا قول نقل کرتے ہوئے لکھتے ہیں :

”وأكثرها معارضة حديث عمر وهشام ابن حكيم الذى فى الصحيح فإنهما لم يختلفا فى تفسيره ولا أحكامه وإنما اختلفا فى قراءة حروفه“[الاتقان:۴۹/۱]

”ان میں سے اکثر اَقوال حضرت عمر رضی اللہ عنہ اور حضرت ہشام بن حکیم رضی اللہ عنہ کی حدیث کے خلاف ہیں جو کہ صحاح میں ہے۔حضرت عمر رضی اللہ عنہ اور حضرت ہشام بن حکیم رضی اللہ عنہ ' کا اختلاف قرآن کی تفسیر یا اس کے احکام میں نہ تھا بلکہ ان دونوں حضرات نے قرآن کے حروف کے پڑھنے میں آپس میں اختلاف کیا تھا“۔

جب خود روایت کے الفاظ سے ہی اس کے معنی کے تعین میں واردشدہ اقوال کی تردید ہو رہی ہو تو اُن اقوال کو اس روایت کی تشریح و توضیح کے ضمن میں پیش کرنا اور ان میں اختلاف کی بنیاد پر روایت ہی کو رد کر دینا کون سی عقل مندی ہے؟

جہاں تک سبعہ احرف کے معنی و مفہوم کے تعین کی بحث ہے تو اس بارے میں علماء کے بنیادی اقوال دو ہی ہیں :

## پہلا قول

پہلا قول یہ ہے جو علماء میں امام رازی رحمہ اللہ کے حوالے سے معروف ہوا، کہ سبعہ احرف سے مراد سات وجوہ ہیں جو قراءات کے تمام اختلافات کو محیط ہیں اور وہ وجوہ اختلاف درج ذیل ہیں: اسماء کا اختلاف (یعنی تذکیر و تانیث اور جمع وافراد وغیرہ) ،تصریف افعال کا اختلاف (ماضی ،مضارع اور امر وغیرہ)، وجوہ اعراب کا اختلاف، نقص و زیادت کا اختلاف، تقدیم و تاخیر کا اختلاف ،اختلاف ابدال ،اختلاف لغات (یعنی لہجات کا اختلاف)۔یہی قول امام مالک، قاضی ابوبکر باقلانی ،ابن قتیبہ دینوری، علامہ ابن الجزری رحمہم اللہ وغیرہ سے کچھ اختلاف کے ساتھ منقول ہے۔

## دوسرا قول

دوسرا قول، جو علماء میں ابن جریر طبری رحمہ اللہ کے حوالے سے معروف ہوا، وہ یہ کہ سبعہ اَحرف سے مراد مختلف عرب قبائل کی سات لغات ہیں جن میں تھوڑا بہت اختلاف موجود تھا۔اسی قول کو امام ابوعبید قاسم بن سلام ،سفیان بن عیینہ، ابن وھب ،احمد بن یحییٰ ،امام طحاوی ،امام ابوحاتم سجستانی ،امام بیہقی ،علامہ ابن جوزی ،علامہ ابن الاثیر الجزری ،ابن


محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



عبد البر اور شیخ عبد الحق محدث دہلوی رحمہم اللہ وغیرہ نے کچھ اختلاف کے ساتھ اختیار کیا ہے ، بلکہ ابن عبد البر رحمہ اللہ نے تو اسے جمہور علماء کا قول قرار دیا ہے۔

ان دونوں اقوال میں بھی قدرِ مشترک یہ ہے کہ ان کے قائلین اس بات پر متفق ہیں کہ 'سبعہ اَحرف' سے مراد قرآن کے الفاظ کو سات طرح سے پڑھنا ہے۔ پہلے قول کے قائلین کا کہنا یہ ہے کہ اس سے مراد قرآن کو پڑھنے کے سات قسم کے اختلافات ہیں جبکہ دوسرے گروہ کا موقف یہ ہے کہ اس سے مراد سات لغات میں قرآن کو پڑھنا ہے۔

ہم ان دونوں اَقوال میں موجود اختلاف کا انکار نہیں کرتے ،لیکن یہ بھی حقیقت ہے کہ یہ اختلاف، اختلاف تضاد نہیں ہے بلکہ اختلاف تنوع ہے، کیونکہ دونوں گروہوں کے اَقوال کا نتیجہ یہ نکلتا ہے کہ قرآن کی ایک سے زائد قراء ات ہیں جن کے مطابق قرآن کو پڑھنا صحیح ہے، جبکہ غامدی صاحب قرآن کی ایک سے زائد قراء ات کو نہیں مانتے۔ ان دو کے علاوہ جتنے بھی اَقوال ہیں ان کی نہ تو کوئی سند ہے، نہ ہی ان کے قائلین کی کسی کو خبر ہے اور نہ ہی وہ کسی قسم کا علمی وزن رکھتے ہیں۔ لہٰذا ایسے اقوال پر بحث کرنا صرف اور صرف وقت کا ضیاع ہے۔

## اِمام ابن شہاب زہری رحمہ اللہ اور غامدی صاحب کے اعتراضات

غامدی صاحب نے سبعہ اَحرف والی روایات کو سنداً ضعیف قرار دیا ہے۔ ان کا کہنا یہ ہے کہ ایسی تمام روایات کی سند میں ایک راوی امام ابن شہاب زہری رحمہ اللہ ہے جسے وہ مدلس اور مدرج قرار دیتے ہیں۔ غامدی صاحب لکھتے ہیں :

''لیکن یہ روایتیں اس کے برخلاف ایک دوسری ہی داستان سناتی ہیں جسے نہ قرآن قبول کرتا ہے اور نہ عقل عام ہی کسی طرح ماننے کے لیے تیار ہوسکتی ہے۔ صحاح میں یہ اصلاً ابن شہاب زہری کی وساطت سے آئی ہیں۔ ائمہ رجال انھیں تدلیس اور اِدراج کا مرتکب قرار دیتے ہی ہیں، اس کے ساتھ اگر وہ خصائص بھی پیش نظر رہیں جو امام لیث بن سعد رحمہ اللہ نے امام مالک رحمہ اللہ کے نام اپنے ایک خط میں بیان فرمائے ہیں تو ان کی کوئی روایت بھی ، بالخصوص اس طرح کے اہم معاملات میں، قابل قبول نہیں ہوسکتی۔ وہ (امام لیث بن سعد رحمہ اللہ) لکھتے ہیں: اور ابن شہاب سے جب ہم ملتے تھے تو بہت سے مسائل میں اختلاف ہو جاتا تھا اور ہم میں سے کوئی جب ان سے لکھ کر دریافت کرتا تو علم و عقل میں فضیلت کے باوجود ایک ہی چیز کے متعلق ان کا جواب تین طرح کا ہوا کرتا تھا جن میں سے ہر ایک دوسرے کا نقیض ہوتا اور انھیں اس بات کا احساس ہی نہیں ہوتا تھا کہ وہ اس سے پہلے کیا کہہ چکے ہیں۔ میں نے ایسی ہی چیزوں کی وجہ سے ان کو چھوڑا تھا، جسے تم نے پسند نہیں کیا۔'' [ میزان: ص ۳۰، ۳۱]

اب ہم امام ابن شہاب زہری رحمہ اللہ [ م ۱۲۵ھ ] کے بارے میں ائمہ جرح و تعدیل، ائمہ محدثین اور ائمہ فقہاء اور ان کے معاصر علماء کی آراء نقل کرتے ہیں :

◉ امام ابن حجر رحمہ اللہ [ م ۸۵۲ھ ] کی رائے : علامہ ابن حجر رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

"الفقیه الحافظ متفق علی جلالته و اتقانه' [ تقریب: ۲/۲۰۷]

''فقیہ، اور الحافظ، ہیں، ان کی بزرگی اور حافظے کی پختگی پر محدثین کا اتفاق ہے۔''

◉ امام ذہبی رحمہ اللہ [ م ۷۴۸ھ ] کی رائے امام ذہبی رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

"محمد بن مسلم الحافظ الحجة" [ میزان الاعتدال: ۴/۴۰]

''محمد بن مسلم الحافظ اور الحجة ہیں۔''



محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



◉ امام ابن حبان رحمہ اللہ [م ۲۵۴ھ] کی رائے: امام ابن حبان رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

"رأى عشرة من أصحاب رسول اللهﷺ وكان أحفظ أهل زمانه وأحسنهم سياقا لمتون الأخبار وكان فقيها فاضلا" [كتاب الثقات: ۴/۳]

''انھوں نے دس صحابہ رضی اللہ عنہم کی زیارت کی ہے اور وہ اپنے زمانے کے سب سے بڑے حدیث کے حافظ اور احادیث کے متون کو بیان کرنے میں سب سے اچھے، فقیہ اور فاضل تھے۔''

◉ امام احمد العجلی رحمہ اللہ [م ۲۵۷ھ] کی رائے: امام احمد العجلی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

"تابعى ثقة" [تاريخ الثقات: ص ۴۱۲] ''تابعی اور ثقہ تھے۔''

◉ حضرت عمر بن عبد العزیز رحمہ اللہ کی رائے ابن ابی حاتم الرازی رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

"قال عمر بن عبد العزيز عليكم بابن شهاب هذا فانكم لا تتبعون أحدا أعلم بالسنة الماضية منه" [كتاب الجرح و التعديل: ص ۱۲]

''حضرت عمر بن عبد العزیز رحمہ اللہ نے کہا ہے تم ابن شہاب رحمہ اللہ کو لازم پکڑو (ان سے استفادہ کرو) کیونکہ گزری ہوئی سنن کے بارے میں ان سے بڑھ کر کوئی جاننے والا نہیں ہے۔''

◉ امام مالک رحمہ اللہ [م ۱۷۹ھ] کی رائے امام ذہبی رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

"قال ابن القاسم سمعت مالكا يقول بقى ابن شهاب وماله فى الدنيا نظير"

''ابن القاسم رحمہ اللہ نے کہا ہے کہ میں نے امام مالک رحمہ اللہ سے سنا وہ کہہ رہے تھے ابن شہاب رحمہ اللہ باقی رہ گئے اور ان کی کوئی مثال اس دنیا میں نہیں ہے۔'' [سير أعلام النبلاء: ۴/۱۴۰]

◉ امام احمد رحمہ اللہ [م ۲۴۲ھ] کی رائے:

"أحسن الناس حديثا وأجود الناس إسنادا" [ایضاً: ص ۱۴۱]

''لوگوں میں حدیث کے اعتبار سے سب سے بہتر اور سند کے اعتبار سے سب سے عمدہ ہیں۔''

◉ امام ابو حاتم الرازی رحمہ اللہ [م ۲۷۷ھ] کی رائے:

"أثبت أصحاب أنس الزهرى" [ایضاً]

''حضرت انس رضی اللہ عنہ کے اصحاب میں سب سے زیادہ 'ثابت' امام زہری رحمہ اللہ ہیں۔''

◉ امام قتادہ رحمہ اللہ [م ۱۰۹ھ] کی رائے:

"ما بقى أحد أعلم بسنة ماضية من ابن شهاب" [ایضاً]

''گزشتہ سنن کے بارے میں ابن شہاب رحمہ اللہ سے زیادہ علم رکھنے والا کوئی بھی باقی نہیں رہا۔''

◉ یحییٰ بن سعید رحمہ اللہ کی رائے:

"مابقى عند أحد من العلم ما بقى عند ابن شهاب" [ایضاً]

''کسی ایک کے پاس بھی وہ علم نہیں رہا جو ابن شہاب رحمہ اللہ کے پاس ہے''۔

◉ سعید بن عبد العزیز رحمہ اللہ کی رائے:

"ما كان الا بحرا" [ایضاً: ص ۱۴۲]

''وہ تو علم کا ایک سمندر ہے۔''

◉ سفیان ثوری رحمہ اللہ [م ۱۶۱ھ] کی رائے:



محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com


"کان الزھری أعلم أھل المدینة"[ایضاً:ص۱۴۰]
''امام زہری رحمہ اللہ اہل مدینہ میں سب سے بڑے عالم ہیں۔''

◉ عمرو بن دینار رحمہ اللہ [م۱۲۶ھ] کی رائے:
"ما رأیت أحدا أنص للحدیث من الزھری"[ایضاً:ص۱۴۰]
''حدیث کی سند بیان کرنے میں زہری رحمہ اللہ سے بڑھ کر میں نے کوئی عالم نہیں دیکھا۔''

◉ ابوایوب سختیانی رحمہ اللہ [م۱۳۱ھ] کی رائے امام ذہبی رحمہ اللہ لکھتے ہیں:
" قال أبو أیوب ما رأیت أعلم منه"[ایضاً:ص۱۱۰]
''ابوایوب رحمہ اللہ نے کہا: میں نے ان سے بڑا عالم کوئی نہیں دیکھا۔''

◉ امام لیث بن سعد رحمہ اللہ [م۱۷۵ھ] کی رائے:
"کان من أسخی الناس"[تذکرة الحفاظ:۱۰۹/۱]
''وہ لوگوں میں سب سے زیادہ سخاوت کرنے والے تھے۔''
روی أبو صالح عن اللیث بن سعد ما رأیت عالما قط أجمع من الزھری[ایضاً:ص۱۰۹]
''ابوصالح امام لیث بن سعد رحمہ اللہ سے نقل کرتے ہیں کہ میں نے ابن شہاب زہری رحمہ اللہ سے زیادہ جامع العلوم کسی عالم کو نہیں دیکھا۔''

◉ امام نسائی رحمہ اللہ [م۳۰۳ھ] کی رائے امام مزی رحمہ اللہ لکھتے ہیں:
"قال النسائی أحسن أسانید تروی عن رسول اللہ أربعة منھا: الزھری عن علی بن الحسین عن الحسین بن علی عن علی ابن أبی طالب عن رسول اللہ ﷺ والزھری عن عبید اللہ بن عبد اللہ بن عتبة بن مسعود عن ابن عباس عن عمر عن رسول اللہ ﷺ"[ایضاً:ص۱۱۰]
''امام نسائی رحمہ اللہ نے کہا کہ سب سے بہتر اسناد جو کہ اللہ کے رسول ﷺ سے مروی ہیں وہ چار ہیں: زہری رحمہ اللہ حضرت علی بن حسین رضی اللہ عنہ سے وہ حسین بن علی رضی اللہ عنہ سے وہ حضرت علی رضی اللہ عنہ بن ابی طالب سے اور وہ اللہ کے رسول ﷺ سے روایت کرتے ہیں اور زہری رحمہ اللہ عبید اللہ بن عبد اللہ بن عتبہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے وہ ابن عباس رضی اللہ عنہ سے وہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے اور وہ اللہ کے رسول ﷺ سے روایت کرتے ہیں۔''

◉ عمرو بن دینار رحمہ اللہ [م۱۲۶ھ] کی رائے:
"قال سفیان بن عیینه عن عمرو بن دینار ما رأیت أنص للحدیث من الزھری"
''سفیان بن عیینہ،عمرو بن دینار رحمہ اللہ سے نقل کرتے ہیں کہ میں نے حدیث کی سند بیان کرنے میں زہری رحمہ اللہ سے بڑھ کر کسی کو نہیں دیکھا۔'' [تھذیب الکمال:۵۱۲/۶]

◉ محمد بن سعد رحمہ اللہ اور محدثین کی رائے:
"وقال محمد بن سعد قالوا:وکان الزھری ثقة کثیر الحدیث والعلم والروایة فقیھا جامعا"[ایضاً]
''محمد بن سعدؒ نے کہا محدثین کا کہنا ہے کہ زہری ثقہ راوی ہے اور کثرت سے علم رکھنے والا،احادیث کو جاننے والا اور اَحادیث کو نقل کرنے والا ہے۔''

◉ مکحول رحمہ اللہ [م۱۰۹ھ] کی رائے:
"قال عمرو بن أبی سلمة سمعت سعید بن عبد العزیز یحدث عن مکحول قال:ما بقی عن


محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



ظهرها احد اعلم بسنة ماضية من الزهری"[ایضاً]

''عمرو بن ابی سلمہ رحمہ اللہ کہتے ہیں کہ میں نے سعید بن عبدالعزیز رحمہ اللہ سے سنا، وہ مکحول رحمہ اللہ سے نقل کرتے ہیں کہ انہوں نے کہا: زمین کی پشت پر گزری ہوئی سنت کے بارے میں زہریؒ سے بڑھ کر کوئی عالم باقی نہیں رہا ہے''۔

◉ ابوبکر الھذلی رحمہ اللہ [م ۱۶۷] کی رائے:

"وقال سفيان بن عيينه قال ابو بكر الهذلی : قد جالست الحسن و ابن سيرين فما رأيت أحدا أعلم منه يعنی الزهری"[ایضاً]

''سفیان بن عیینہ رحمہ اللہ کہتے ہیں کہ ابوبکر رحمہ اللہ کہتے ہیں: میں حسن بصری رحمہ اللہ اور ابن سیرین رحمہ اللہ کے ساتھ بیٹھا، لیکن میں نے زہری رحمہ اللہ سے بڑھ کر کوئی عالم نہیں دیکھا۔''

◉ یحییٰ بن معین رحمہ اللہ متوفی ۲۳۲ھ کی رائے:

"قال الدارمی قلت له (يعنی يحيى بن معين )الزهری أحب إليك فی سعيد بن المسيب أو قتادة فقال كلاهما فقلت فهما أحب إليك أو يحيٰی بن سعيد فقال كل ثقة"[ایضاً]

''امام دارمی رحمہ اللہ کہتے ہیں کہ میں نے یحییٰ بن معین رحمہ اللہ سے کہا کہ زہری رحمہ اللہ آپ کو سعید بن مسیّب رحمہ اللہ سے زیادہ محبوب ہے یا قتادہ رضی اللہ عنہ؟ تو انھوں نے کہا دونوں، تو میں نے پھر کہا کہ وہ دونوں آپ کو زیادہ محبوب ہیں یا یحییٰ بن سعید رحمہ اللہ، تو یحییٰ بن معین رحمہ اللہ نے کہا: یہ سب ثقہ راوی ہیں''۔

◉ علی بن مدینی رحمہ اللہ [م ۲۳۴ھ] کی رائے:

" قال علی بن المدينی حفظ العلم علی أمة محمد ستة فلأهل مكة عمرو بن دينار ولأهل مدينة ابن شهاب الزهری ......"[تهذيب الكمال:۸۴/۱۲]

''علی بن مدینی رحمہ اللہ نے کہا ہے کہ حدیث کا علم اُمت محمد میں چھ افراد نے محفوظ کیا۔ اہل مکہ میں سے عمرو بن دینار رحمہ اللہ نے اور اہل مدینہ میں ابن شہاب الزہری رحمہ اللہ نے....''

امام ابن شہاب زہری رحمہ اللہ کی تعدیل و توصیف سے اسماء الرجال کی کتب بھری پڑی ہیں۔ غامدی صاحب کو امام زہری رحمہ اللہ کے بارے میں جلیل القدر معاصر و متاخر فقہاء، تابعین اور محدثین کے یہ اقوال تو نظر نہ آئے، اور اگر کچھ نظر آیا تو وہ امام لیث بن سعد رحمہ اللہ کا وہ قول جسے ابن قیم رحمہ اللہ نے اپنی کتاب 'اعلام الموقعین' میں نقل کیا ہے۔ اس قول کے بارے میں ہماری رائے درج ذیل نکات پر مشتمل ہے:

### ❁ پہلا نکتہ

پہلی بات تو یہ ہے کہ 'اعلام الموقعین' اسماء الرجال کی کتاب نہیں ہے۔ ہم غامدی صاحب کو یہ مشورہ دیں گے کہ امام زہری رحمہ اللہ کی شخصیت پر اگر بحث کرنی ہے تو اسماء الرجال کی کتب میں موجود ائمۂ جرح و تعدیل کے اقوال کی روشنی میں کریں۔

### ❁ دوسرا نکتہ

دوسری بات یہ کہ امام لیث بن سعد رحمہ اللہ کا وہ خط جس کا غامدی صاحب نے حوالہ دیا ہے، وہ تقریباً تین صفحات پر مشتمل ہے، جبکہ غامدی صاحب نے اس خط میں اپنے کام کی تین چار سطریں اخذ کر لیں، حالانکہ اگر اس پورے خط کا مطالعہ کیا جائے تو یہ بات واضح ہوتی ہے کہ امام لیث بن سعد رحمہ اللہ نے اتنا لمبا چوڑا جو خط امام مالکؒ کو لکھا ہے اس کا





محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



موضوع امام زہری رحمہ اللہ کی شخصیت نہیں ہے بلکہ اس کا موضوع امام لیث بن سعد رحمہ اللہ اور امام مالک رحمہ اللہ کے درمیان ایک مسئلے میں علمی اختلاف ہے اور وہ یہ کہ امام لیث بن سعد رحمہ اللہ کے نزدیک 'عمل اہل مدینہ' کے خلاف فتویٰ دینا جائز ہے ،جبکہ امام مالک رحمہ اللہ اس کو ناجائز قرار دیتے تھے ۔اس پر امام لیث بن سعد رحمہ اللہ نے امام مالک رحمہ اللہ کو خط لکھا جس میں مدینہ کے علماء کے باہمی اختلاف اور ان کی آراء کے کمزور پہلوؤں کو اجاگر کیا،ان علمائے مدینہ میں ایک ابن شہاب زہری رحمہ اللہ بھی تھے ۔یہ تو ایک فقہی اختلاف ہے جس کی کچھ عبارت کو جناب غامدی صاحب نے درمیان سے اٹھالیا اور اسے امام لیث بن سعد رحمہ اللہ کی ابن شہاب زہری رحمہ اللہ پر تنقید کے عنوان سے پیش کر دیا حالانکہ امام لیث بن سعد رحمہ اللہ نے امام زہری رحمہ اللہ کے علم حدیث میں مقام و مرتبہ کو بیان کرتے وقت اسی مبالغے کا اظہار کیا ہے جو کہ تمام علمائے جرح وتعدیل سے منقول ہے۔امام لیث رحمہ اللہ فرماتے ہیں :

”وقال أبو صالح عن الليث بن سعد ما رأيت عالما قط أجمع من ابن شهاب ولا أكثر علما منه......“[تهذيب الكمال:۸۴/۱۲]

''ابو صالح' امام لیث بن سعد رحمہ اللہ سے نقل کرتے ہیں کہ میں نے ابن شہاب زہری رحمہ اللہ سے زیادہ جامع العلوم کسی عالم کو نہیں دیکھا اور نہ ہی ان سے بڑے کسی عالم کو دیکھا ہے.....''

”كتبت من علم محمد بن شهاب الزهري علما كثيرا“[وفيات الأعيان:۱۲۷/۴]

''میں نے امام ابن شہاب زہری رحمہ اللہ کے علم میں سے بہت کچھ لکھا ہے۔''

### تیسرا نکتہ

تیسری بات یہ کہ غامدی صاحب کے بقول امام زہری رحمہ اللہ کے بارے میں امام لیث بن سعد رحمہ اللہ نے یہ اعتراض کیا کہ ایک ہی مسئلے میں بعض اوقات ان کے فتاویٰ جات مختلف ہوتے ہیں ۔ ہم یہ کہتے ہیں کہ ایک ہی مسئلے میں امام مالک رحمہ اللہ ، امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ ، امام شافعی رحمہ اللہ اور امام احمد رحمہ اللہ جیسے جلیل القدر فقہاء کی بھی ایک سے زائد آراء منقول ہوتی ہیں، کیونکہ فتویٰ حالات کے مطابق ہوتا ہے۔بعض اَوقات ایک شخص کو دیکھ کر مفتی ایک مسئلے میں ایک فتویٰ دیتا ہے اور بعض اوقات دوسرے شخص کو اس کے حالات کے مطابق بالکل اس کے برعکس فتویٰ دیتا ہے، جیسا کہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک نوجوان کو روزے کی حالت میں اپنی بیوی کا بوسہ لینے سے روک دیا جبکہ ایک بوڑھے شخص کو اس کی اجازت دے دی۔بعض اوقات یہ بھی ہوتا ہے کہ ایک عالم ایک مسئلے میں ایک فتویٰ دیتا ہے، بعد میں اس کی رائے تبدیل ہو جاتی ہے اور وہ اس کے بالکل برعکس فتویٰ دیتا ہے، جیسا کہ امام شافعی رحمہ اللہ کے بارے میں معروف ہے کہ ان کی ایک قدیم رائے ہے اور ایک جدید رائے ہے۔

### چوتھا نکتہ

چوتھی بات یہ ہے کہ امام لیث بن سعد رحمہ اللہ نے امام زہری رحمہ اللہ پر جو جرح کی ہے وہ ان کے فتاویٰ جات کے اعتبار سے ہے نہ کہ ان کی حدیث بیان کرنے کے اعتبار سے۔اگر وہ حدیث کے معاملے میں بھی ایسا ہی کرتے کہ کبھی ایک روایت کو کچھ الفاظ کے ساتھ اور کبھی اس کے بالکل برعکس الفاظ کے ساتھ نقل کرتے تو امام لیث رحمہ اللہ اس کا ضرور تذکرہ فرماتے۔جتنی جرح نقل کر کے غامدی صاحب امام زہری رحمہ اللہ کی شخصیت کو متنازعہ بنانا چاہتے ہیں اتنی جرح تو ائمۂ رجال کے ہاں حدیث کے مسئلے میں امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ پر بھی موجود ہے،لیکن اس جرح کے باوجود امام ابوحنیفہ کی



محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



ایک فقیہ کی حیثیت سب کے نزدیک متفق علیہ اور مسلّم ہے۔ اس لیے امام زہری رحمہ اللہ کے فتاویٰ پر جرح سے یہ بات لازم نہیں آتی کہ وہ حدیث میں بھی مجروح ہوں ۔ یہ تو ایسے ہی ہے جیسے کوئی شخص یہ دعویٰ کرے کہ 'فلاں شخص محدث نہیں ہے' اور اس دعوے کے ثبوت کے لیے اگر اس کے پاس کوئی دلیل بھی ہو تو وہ یہ کہ 'فلاں شخص فقیہ نہیں ہے'۔

### پانچواں نکتہ

پانچویں بات یہ ہے کہ غامدی صاحب نے امام زہری رحمہ اللہ کے بارے میں امام لیث بن سعد رحمہ اللہ کی جو ایک رائے نقل کی ہے، اگر کسی ایک شخص کی رائے پر ہی کسی کے علمی مقام و مرتبہ کے تعین کا انحصار ہے تو ایسی آراء تو ہر فقیہ اور محدث کی ذات یا اس کی کتب کے بارے میں موجود ہیں' تو کیا ایسی ایک شاذ رائے کی وجہ سے ان کے تمام علمی کام اور مرتبے کا انکار کر دیا جائے گا؟

## امام زہری رحمہ اللہ اور تدلیس

جناب غامدی صاحب نے امام زہری رحمہ اللہ کی روایات قبول نہ کرنے کی جو تین وجوہات بیان کی ہیں ان میں سے ایک یہ بھی ہے کہ وہ تدلیس کرتے ہیں۔ غامدی صاحب لکھتے ہیں :

''صحاح میں یہ اصلاً ابن شہاب زہری کی وساطت سے آئی ہیں۔ ائمہ رجال انھیں تدلیس اور ادراج کا مرتکب تو قرار دیتے ہی ہیں، اس کے ساتھ اگر وہ خصائص بھی پیش نظر رہیں جو امام لیث بن سعد نے امام مالک کے نام اپنے ایک خط میں بیان فرمائے ہیں تو ان کی کوئی روایت بھی' بالخصوص اس طرح کے اہم معاملات میں' قابل قبول نہیں ہو سکتی''۔

[میزان: ص۳۱]

غامدی صاحب جن ائمہ رجال پر اعتماد کرتے ہوئے امام زہری رحمہ اللہ، کو تدلیس اور اِدراج کا مرتکب قرار دے رہے ہیں وہی ائمہ رجال امام زہری رحمہ اللہ کی روایات کو قبول کرتے ہیں۔ صحاحِ ستہ کے مؤلفین نے امام زہری رحمہ اللہ سے روایات لی ہیں اور ائمہ جرح وتعدیل نے ان پر صحیح کا حکم بھی لگایا ہے جس سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ ائمہ محدثین ورجال کے نزدیک امام زہری رحمہ اللہ کی روایات مردود نہیں بلکہ مقبول ہیں۔ امام زہری رحمہ اللہ کی 'سبعہ اَحرف' کی جس روایت پر جاوید احمد غامدی صاحب تنقید کر رہے ہیں اور اس کو مردود قرار دے رہے ہیں، وہ صحیح بخاری کی روایت ہے کہ جس کی صحت پر محدثین کا اتفاق ہے۔

قابل غور بات یہ ہے کہ علم حدیث میں غامدی صاحب کا مقام و مرتبہ کیا ہے یا ان کی خدمات کیا ہیں جس کی بنیاد پر وہ صحیح بخاری کی روایات کو مردود کہہ رہے ہیں ؟ امام بخاری رحمہ اللہ کہہ رہے ہیں کہ یہ روایت صحیح ہے اور ان کی رائے کو قبول کیا جائے تو بات سمجھ میں بھی آتی ہے' کیونکہ وہ حدیث کے امام ہیں۔ اسی طرح اگر امام دارقطنی رحمہ اللہ صحیح بخاری کی روایات پر تنقید کریں تو بات سمجھ میں بھی آتی ہے' کیونکہ وہ اس کے اہل بھی ہیں اور فنِ حدیث اور اس کی اصطلاحات کی روشنی میں ہی روایات پر بحث کرتے ہیں' لیکن غامدی صاحب جیسے محقق اگر صحیح بخاری کی روایات کو مردود کہنے لگ جائیں تو علم دین کا اللہ ہی حافظ ہے، کیونکہ نہ تو وہ فن حدیث اور اس کی اِصطلاحات سے کماحقہ واقف ہیں اور نہ ہی وہ اس کے طے شدہ اُصولوں کی روشنی میں اَحادیث کے بارے میں فیصلہ کرتے ہیں۔ اس سلسلے میں چند مزید پہلوؤں کو بھی مدنظر رکھنا چاہیے :



محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

❁ پہلی بات تو یہ ہے کہ صرف تدلیس کوئی ایسا عیب نہیں ہے کہ جس کی وجہ سے کسی راوی کی روایات کو مردود قرار دیا جائے۔امام ابن صلاح رحمہ اللہ فرماتے ہیں :

"أن التدلیس لیس کذبا وانما هو ضرب من الایهام بلفظ محتمل"[مقدمه ابن الصلاح:۱۴/۱]

''تدلیس جھوٹ نہیں ہے، یہ تو محتمل الفاظ کے ساتھ ابہام کی ایک قسم ہے۔''

❁ دوسری بات یہ ہے کہ امام زہری رحمہ اللہ کی تدلیس وہ تدلیس نہیں ہے جس معنی میں متاخرین اس کو تدلیس کہتے ہیں، بلکہ وہ اِرسال کی ہی ایک قسم ہے جس کو بعض متقدمین نے تدلیس کہہ دیا۔شیخ ناصر بن احمد الفہد لکھتے ہیں :

"لم أجد أحداً من المتقدمین وصفه بالتدلیس غیر أن ابن حجر ذکر أن الشافعی والدارقطنی وصفاه بذلك والذی یظهر أنهما أرادا الارسال لا التدلیس بمعناه الخاص عند المتأخرین أو أنهم أرادوا مطلق الوصف بالتدلیس غیر القادح ...... وهو من أهل المدینة و التدلیس لا یعرف فی المدینة"[منهج المتقدمین فی التدلیس:ص۶۰،۶۱]

''میں نے متقدمین میں سے کسی ایک کو بھی نہیں پایا جس نے امام زہری رحمہ اللہ کو تدلیس سے متصف کیا ہو،صرف ابن حجر رحمہ اللہ نے لکھا ہے کہ امام شافعی رحمہ اللہ اور امام دارقطنی رحمہ اللہ نے ان کو تدلیس سے متصف کیا ہے اور صحیح بات یہ ہے کہ ان دونوں حضرات کے کلام کا مفہوم یہ ہے کہ امام زہری رحمہ اللہ ارسال کے مرتکب تھے نہ کہ اس معنی میں تدلیس کے کہ جس معنی میں یہ متاخرین میں معروف ہے یا ان کا مقصد امام زہری رحمہ اللہ کو مطلقاً ایسی تدلیس سے متصف کرنا تھا جو کہ عیب دار نہ ہو...امام زہری رحمہ اللہ اہل مدینہ میں سے ہیں اور اہل مدینہ میں تدلیس معروف نہ تھی۔''

❁ تیسری بات یہ کہ امام زہری رحمہ اللہ سے تدلیس شاذ و نادر ہی ثابت ہے۔امام ذہبی رحمہ اللہ لکھتے ہیں :

"کان یدلس فی النادر"[ میزان الاعتدال:۴۰/۴]

''وہ شاذ و نادر ہی تدلیس کرتے تھے''۔

باقی ابن حجر رحمہ اللہ کا یہ کہنا کہ امام زہری رحمہ اللہ تدلیس میں مشہور تھے' صحیح نہیں ہے، کیونکہ متقدمین میں سے کسی نے بھی یہ بات نہیں کی۔شیخ ناصر بن حمد الفہد لکھتے ہیں :

"و یعسر اثبات تدلیس الزهری (التدلیس الخاص) فضلا عن أن یشتهر به"

[ منهج المتقدمین فی التدلیس:ص۶۲]

''امام زہری رحمہ اللہ کے بارے میں تدلیس (تدلیس خاص) کو ثابت کرنا ہی مشکل ہے چہ جائیکہ یہ دعویٰ کیا جائے کہ وہ تدلیس میں مشہور تھے''۔

امام صنعانی رحمہ اللہ نے بھی ابن حجر رحمہ اللہ پر یہ اعتراض وارد کیا ہے کہ انھوں نے امام زہری رحمہ اللہ کا شمار مدلسین کے تیسرے طبقے میں کیوں کیا ہے؟امام صنعانی رحمہ اللہ لکھتے ہیں :

"فما کان یحسن أن یعده الحافظ ابن حجر فی هذه الطبقة بعد قوله أنه اتفق علی جلالته و اتقانه"[توضیح الأفکار:۳۶۵/۱]

''یہ بات اچھی نہیں ہے کہ ابن حجر رحمہ اللہ نے امام زہری رحمہ اللہ ،کو تیسرے طبقے میں شمار کیا،جبکہ خود ابن حجر کا امام زہری رحمہ اللہ کے بارے میں یہ قول موجود ہے کہ ان کے علمی مقام اور حافظے کی پختگی پر محدثین کا اتفاق ہے۔''

❁ چوتھی بات یہ کہ امام زہری رحمہ اللہ کی وہ روایات جن میں سماع کی تصریح موجود ہے،وہ تو قابل قبول ہیں ،اس کے علاوہ ان کی وہ روایات بھی مقبول ہیں جو کہ 'عنعنہ ' کے ساتھ ہوں۔ابراہیم بن محمد العجمی فرماتے ہیں :


محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



"و قد قبل الأئمة قوله عن" [التبيين لأسماء المدلسين:ص۹]

''اور ائمہ محدثین نے ان کی 'عن' کے ساتھ روایات کو قبول کیا ہے۔''

امام بخاری اور امام مسلم نے ان کی 'عن' کے صیغہ کے ساتھ روایات کو قبول کیا ہے۔ شیخ ناصر ابن احمد الفہد لکھتے ہیں:

"وأما رد حديثه الا عند ذكر السماع فلا أظنك تجد ذلك عند أحد من الأئمة المتقدمين"

[منهج المتقدمين فى التدليس:ص۶۰،۶۱]

''اور جہاں تک اس بات کا معاملہ ہے کہ صراحت کے ساتھ سماع کے علاوہ ان (یعنی امام زہری رحمہ اللہ) کی روایت قبول نہ کی جائے،' تو میرا نہیں خیال کہ ائمہ متقدمین میں سے کسی کا یہ موقف رہا ہو''

## امام زہری رحمہ اللہ اور اِدراج

غامدی صاحب نے امام زہری رحمہ اللہ پر ادراج کا الزام بھی لگایا ہے' لیکن انہوں نے یہ واضح نہیں کیا کہ وہ کس قسم کے ادراج کے مرتکب ہوئے ہیں۔ یہ بات تو صحیح ہے کہ کسی حدیث کے متن میں اپنی طرف سے جان بوجھ کر کچھ اضافہ کر دینا حرام ہے، لیکن ادراج کی ایک قسم وہ بھی ہے جو کہ جائز ہے، اور وہ یہ کہ کوئی راوی اَحادیث کے غریب الفاظ کی تشریح میں کچھ الفاظ اس طرح بیان کرے کہ وہ حدیث کا حصہ معلوم ہوں۔ امام زہری رحمہ اللہ کے ادراج کی نوعیت بھی یہی ہے، جیسا کہ امام سیوطی رحمہ اللہ کی درج ذیل عبارت سے واضح ہو رہا ہے۔ امام سیوطی رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

"وعندى ما أدرج لتفسير غريب لا يمنع ولذلك فعله الزهرى وغير واحد من الأئمة"

''اور میرے نزدیک کسی غریب الفاظ کی تشریح کے لیے جو ادراج کیا جائے تو وہ ممنوع نہیں ہے جیسا کہ امام زہری رحمہ اللہ اور دوسرے ائمہ حدیث سے مروی ہے۔'' [تدريب الراوى:۲۳۱/۱]

غامدی صاحب جس تدلیس اور ادراج کی بنیاد پر امام زہری رحمہ اللہ 'کو مجروح قرار دے رہے ہیں وہ تدلیس اور ادراج تو بعض صحابہ رضی اللہ عنہم سے بھی ثابت ہے، مثلاً حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ اور حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ وغیرہ سے، جیسا کہ امام سیوطیؒ نے 'تدریب الراوی' میں اور امام صنعانی رحمہ اللہ نے 'توضیح الأفکار' میں اس کی مثالیں بیان کی ہیں، تو کیا اس بنیاد پر صحابہ رضی اللہ عنہم کی روایات کو مردود کہیں گے؟ واقعہ یہ ہے کہ غامدی صاحب کی آراء کا علمی جائزہ لینے کے بعد یہ محسوس ہوتا ہے کہ انہوں نے صرف 'تدلیس' اور 'ادراج' جیسی اصطلاحات کا نام سنا ہوا ہے، جہاں تک ان اِصطلاحات کی مفصل اور عمیق ابحاث کا تعلق ہے، وہ اس کے لیے وقت نہیں نکال پائے، اسی لیے وہ صحیح بخاری اور صحیح مسلم کی ایسی متفق علیہ روایت کو مردود کہنے کی جرات کر رہے ہیں جو کہ جملہ محدثین اور ائمۂ رجال کے نزدیک صحیح ہیں۔

## امام زہری رحمہ اللہ کے علاوہ ثقہ رواۃ سے سبعہ اَحرف کی روایات

غامدی صاحب نے سبعہ اَحرف کی روایات کا اس بنا پر انکار کیا ہے کہ ان روایات کا مرکزی راوی امام زہری رحمہ اللہ ہے جس کی روایات ان کے نزدیک مردود ہیں۔ اگر ہم غامدی صاحب کو یہی روایات امام زہری رحمہ اللہ کے طریق کے علاوہ کسی اور ثقہ راوی کے طریق سے پیش کر دیں تو کیا وہ ان روایات کو مان لیں گے؟ ذیل میں ہم امام زہری رحمہ اللہ کے طریق کے علاوہ بعض دوسرے طرق سے چند صحیح روایات بطور مثال ایک سے زائد قراءات کے اثبات کے لیے تحریر کر دیتے ہیں۔ صحیح بخاری کی ایک روایت ہے:



محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



"حدثنا أبو الوليد حدثنا شعبة قال عبد الملك بن مسيرة أخبرني قال سمعت نزال بن سبرة قال سمعت عبد الله يقول"[صحيح البخاري،كتاب الخصومات،باب ما يذكر في الأشخاص والخصومة]

سنن نسائی کی ایک روایت ہے:

"أخبرني يعقوب بن ابراهيم قال حدثنا يحيى عن حميد عن أنس عن أبي بن كعب قال"
[ سنن النسائي،كتاب الافتتاح،باب جامع ما في القرآن]

اسی طرح سنن نسائی کی ایک اور روایت ہے:

أخبرني عمرو بن منصور قال حدثنا أبو جعفر بن نفيل قال قرأت على معقل بن عبيد الله عن عكرمة بن خالدعن سعيد بن جبير عن ابن عباس عن أبي بن كعب قال. [ایضاً]

اسی طرح کی بیسیوں روایات ایسی ہیں جن سے قرآن کی ایک سے زائد قراءات کا اثبات ہوتا ہے اور ان کی سند میں امام زہری رحمہ اللہ موجود نہیں ہیں۔غامدی صاحب نے اپنی کتاب میں ان روایات پر کوئی تبصرہ نہیں فرمایا۔کیا یہ روایات بھی ان کے نزدیک مردود ہیں ؟اگر ہیں تو کن اُصولوں کی روشنی میں ؟ اگر غامدی صاحب نے 'سبعہ احرف' کی روایات پر بحث کرنی ہے تو پھر ایک سے زائد قراءات کے اثبات میں مروی ان تمام روایات کا بھی جواب دیں جن کی سند میں امام زہری رحمہ اللہ موجود نہیں ہیں۔

## غامدی صاحب کی 'قرأت عامہ' کی دلیل کا ایک جائزہ

غامدی صاحب نے اپنی 'قرأت عامہ' کی دلیل کے طور پر معروف تابعی ابوعبدالرحمن السلمی [م ۷۰ھ] کا ایک قول نقل کیا ہے' جس کو امام زرکشی رحمہ اللہ [م ۷۹۴ھ] نے اپنی کتاب البرھان میں بیان کیا ہے۔غامدی صاحب لکھتے ہیں:

''ابوعبدالرحمن السلمی رحمہ اللہ کی روایت ہے:''ابوبکر وعمر،عثمان،زید بن ثابت اور تمام مہاجرین و انصار کی قرأت ایک ہی تھی۔وہ قرأت عامہ کے مطابق قرآن پڑھتے تھے۔یہ وہی قرأت ہے جس پر اللہ کے رسول ﷺ نے اپنی وفات کے سال جبریل امین کو قرآن سنایا۔عرضہ اخیرہ کی اس قرأت میں زید بن ثابت بھی موجود تھے۔دنیا سے رخصت ہونے تک وہ لوگوں کو اسی کے مطابق قرآن پڑھاتے تھے۔'' [میزان:ص ۲۸،مطبوعہ ۲۰۰۲ء]

غامدی صاحب قرآن کو ثابت کرنے چلے ہیں اور اس کے ثبوت کی دلیل کے طور پر ان کے پاس اگر کچھ ہے تو وہ ایک تابعی کا قول ہے کہ جس کی کوئی سند بھی موجود نہیں ہے۔امام زرکشی رحمہ اللہ نے 'البرھان' میں اس قول کی کوئی سند بیان نہیں فرمائی ہے۔اگر تو ایک تابعی کا یہ قول ایک سے زائد قراءات کے انکار پر مبنی ہے جیسا کہ غامدی صاحب کا گمان ہے تو تابعی کے ایک ایسے قول کو، کہ جس کی سند بھی موجود نہ ہو،صحاح ستہ کی قراءات متواترہ کے ثبوت میں موجود صحیح، مستند، مرفوع اور اُمت میں معروف ومقبول روایات پر ترجیح دینا، ہماری سمجھ سے بالاتر ہے۔

امام قراءات، امام ابوعبدالرحمن سلمی رحمہ اللہ کی طرف اس قول کی نسبت کو درست تسلیم کر بھی لیا جائے تو پھر بھی اس کا معنی و مفہوم وہ نہیں ہے جو کہ غامدی صاحب سمجھ رہے ہیں ۔امام زرکشی رحمہ اللہ نے جب اس قول کو اپنی کتاب 'البرھان' میں بیان کیا ہے تو انہیں تو وہ بات سمجھ میں نہ آئی جو کہ غامدی صاحب اس قول سے نکال رہے ہیں۔اس میں کوئی شک نہیں ہے کہ بعض روایات میں 'قراءت عامہ' کا لفظ بھی استعمال ہوا ہے جیسا کہ صحیح بخاری کی ایک روایت کے



محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com


الفاظ ہیں:

عن عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ أن رسول اللہ ﷺ قرأ 'فھل من مدّکر' مثل القرء ة العامة [صحیح البخاري، کتاب الأنبیاء]

''عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ اللہ کے رسول ﷺ نے فھل من مدّکر کو قراء ت عامہ کے مطابق پڑھا ہے۔''

جامعہ دمشق کے استاذ الحدیث ڈاکٹر مصطفی دیب البغا، اس روایت کی تشریح میں لکھتے ہیں:

"قراء ة العامة أی القراء ة المشھورة التی یقرأ بھا عامة القراء الذین رووا القراء ات المتواترة" [صحیح البخاري: ۱۲۱۶/۳، دار ابن کثیر الیمامة، بیروت]

''قراءت عامہ سے مراد وہ مشہور قراءت ہے کہ جس کے مطابق ان عام قراء نے، کہ جنہوں نے قراءات متواترہ کو نقل کیا ہے، قرآن کو پڑھا ہے۔''

پس اہل سنت کے نزدیک 'قراءت عامہ' سے مراد بھی معروف و متواتر قراءت ہی ہیں۔ واقعہ یہ ہے کہ صحابہ رضی اللہ عنہم و تابعین کے زمانے میں بعض لوگوں کا خیال یہ تھا کہ 'فھل من مدکر' میں 'مدّکر' کو اہل عرب کے استعمالات کی رعایت رکھتے ہوئے 'مذکر' پڑھنا چاہیے، کیونکہ اس لفظ کا مادہ بھی 'ذکر' ہی ہے، لیکن حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے اس بارے میں دو اساسی باتوں کو واضح کیا ہے ایک تو یہ کہ قرآن کی قراءت میں اصل، اللہ کے رسول ﷺ سے اس کا سماع ہے نہ کہ عرب کا محاورہ، دوسری بات انہوں نے یہ بیان کی کہ مسلمانوں نے جن طرق سے قرآن اللہ کے رسول ﷺ سے حاصل کیا ہے، ان سب میں یہ لفظ 'مدکر' ہی پڑھا گیا ہے۔ اسی لیے ہم دیکھتے ہیں کہ قراءات عشرہ متواترہ کے دس ائمہ نے بھی اسے 'مدکر' ہی پڑھا ہے۔

امام بخاری رحمہ اللہ نے 'فھل من مدکر' کی قراءت کو واضح کرنے کے لیے 'کتاب التفسیر' میں چار ابواب باندھے ہیں، جن میں حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے مروی چھ احادیث بیان کی ہیں، انہی میں سے ایک روایت کے الفاظ ہیں کہ آپ سے یہ سوال بھی ہوا تھا کہ اس لفظ کو 'مذکر' پڑھنا چاہیے یا 'مدکر'؟

پس اہل سنت کے نزدیک 'قراءت عامہ' سے مراد وہ قراءت ہے' جو قراءت شاذہ نہیں ہے یعنی قراءات متواترہ۔ 'قراءات شاذہ کے بالمقابل 'قراءت عامہ' ایک ہی ہے لیکن اپنی اصل کے اعتبار سے یہ کئی ایک روایات پر مبنی ہے۔

علاوہ ازیں امام ابوعبد الرحمٰن سلمی رحمہ اللہ سے صحیح اور متصل سند کے ساتھ مروی ہے کہ انہوں نے امام عاصم کو جو قراءت پڑھائی تھی وہ دو روایتوں، روایت حفص اور روایت شعبہ پر مشتمل تھی۔ جبکہ غامدی صاحب کی قراءت عامہ صرف روایت حفص کو شامل ہے۔ پس امام ابوعبد الرحمٰن السلمی سے صحیح اور متصل سند کے ساتھ روایت شعبہ کا ثبوت اس بات کی دلیل کے طور پر کافی ہے کہ امام صاحب کی قراءت عامہ صرف روایت حفص پر مشتمل نہ تھی۔ اس رسالہ کے بعض دوسرے مضامین میں ان اسناد کے بارے میں تفصیلاً بحث موجود ہے۔

## غامدی صاحب اور امام سیوطی رحمہ اللہ کا قول

غامدی صاحب نے اپنے نظریہ قراءت میں بعض ائمہ سلف کے اقوال سے جو استفادہ کیا ہے تو اس کی مثال ایسے ہی ہے کہ جیسے عربی میں کہا جاتا ہے: 'کلمة حق أرید بہ الباطل' یعنی بات درست ہے، لیکن اس کا جو مفہوم لیا



محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



گیا ہے وہ باطل ہے یا اس قول کا قائل اپنے اس قول سے وہ مفہوم نکالنے پر راضی نہیں ہے۔ غامدی صاحب نے امام سیوطی کے ایک قول سے بھی وہ مفہوم نکالنے کی کوشش کی ہے جس پر امام سیوطی رحمہ اللہ کے وہم و گمان میں بھی نہ ہو گا۔ غامدی صاحب قراءات کا انکار اس وجہ سے بھی کرتے ہیں کہ قراءات کے ثبوت میں مروی روایت میں سبعہ اَحرف کا مفہوم متشابہات میں سے ہے۔ پس جب دلیل ہی متشابہات میں سے ہے تو وہ دلیل کیسے بن سکتی ہے؟ غامدی صاحب سبعہ اَحرف کے بارے میں لکھتے ہیں:

''اِمام سیوطی رحمہ اللہ نے اس کی تعیین میں چالیس کے قریب اقوال اپنی کتاب 'الاتقان' میں نقل کیے ہیں، پھر ان میں سے ہر ایک کی کمزوری کا احساس کر کے موطأ کی شرح 'تنویر الحوالك' میں بالآخر اعتراف کر لیا ہے کہ اسے من جملہ متشابہات ماننا چاہیے جن کی حقیقت اللہ کے سوا کوئی نہیں جانتا۔ وہ لکھتے ہیں: میرے نزدیک سب سے بہتر رائے اس معاملے میں انہی لوگوں کی ہے جو کہتے ہیں کہ یہ روایت ان امور متشابہات میں سے ہے جن کی حقیقت کسی طرح سمجھی نہیں جا سکتی۔'' [میزان: ص ۳۰، مطبوعہ ۲۰۰۲ء]

امام سیوطی رحمہ اللہ کے بیان کردہ چالیس اقوال کی حقیقت کیا ہے وہ تو ہم پیچھے بیان کر چکے ہیں۔ واقعہ یہ ہے کہ غامدی صاحب نے 'الاتقان' کھول کر بھی نہیں دیکھی ورنہ وہ ان اقوال کی صحیح تعداد ہی نقل کر دیتے جو امام سیوطی رحمہ اللہ نے بیان کیے ہیں۔

اِمام سیوطی رحمہ اللہ کیا قراءات کو نہیں مانتے؟ یقیناً ایسا نہیں ہے۔ وہ قراءات عشرہ کے قائل ہیں۔ ان کی 'الاتقان' اٹھا کر دیکھ لیں تو قراءات کے بارے میں ان کا موقف واضح ہو جائے گا۔ غامدی صاحب کے علم میں اضافہ کے لیے ہم ذکر کیے دیتے ہیں کہ امام سیوطی رحمہ اللہ تو درکنار ہمارا دعویٰ یہ ہے کہ سلف و خلف میں سے قراءات کا انکار کسی امام نے نہیں کیا اور نہ متنوع قراءات قرآنیہ کو ماننے میں انہیں کوئی شبہ ہے، اختلاف صرف سبعہ احرف کی تعیین میں ہے، جسے غامدی صاحب نے کم فہمی سے متنوع قراءات کو نہ ماننے کی بنیاد کے طور پر پیش کر دیا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ سبعہ احرف کے مفہوم کے ضمن میں پیش کردہ تمام اقوال کے قائلین کے درمیان ایک شے بہرحال قدر مشترک ہے کہ وہ تمام قرآن کریم میں پڑھنے کے متعدد اسالیب کے قائل ہیں۔

اب آتے ہیں امام سیوطی رحمہ اللہ کے قول سے غامدی صاحب کے استدلال کی طرف، تو غامدی صاحب! جن کو بنیاد بنا کر آپ انکارِ قراءات کا موقف اپنائے ہوئے ہیں وہ تو قراءات پر کئی کتب کے مؤلف ہیں، جن کی فہرست زیر نظر شمارہ کے حصہ دوم میں ''مختلف زمانوں میں قراءات پر لکھی گئی کتب...... ایک جائزہ'' کے زیر عنوان لکھے گئے مضمون میں دیکھ سکتے ہیں۔ قراءات قرآنیہ متواترہ میں اہل فن کے ہاں سب سے مشہور کتاب امام شاطبی رحمہ اللہ کی حرز الامانی ووجه التهانی المعروف بالشاطبیه ہے، امام سیوطی رحمہ اللہ کی شرح شاطبیہ مکتبہ کلیہ القرآن الکریم، جامعہ لاہور الاسلامیہ میں ریاض یونیورسٹی، سعودیہ کے ایک پروفیسر کی تحقیق سے مطبوع ہے۔ غامدی صاحب اگر چاہیں تو اس کتاب کا مطالعہ فرما سکتے ہیں۔

امام سیوطی رحمہ اللہ نے 'الأتقان' ہی میں محکم و متشابہ کی تین قسمیں بیان کی ہیں جن میں ایک قسم وہ ہے جو من وجہ محکم ہو اور من وجہ متشابہ ہو۔ پس یہ حدیث بھی اس قسم میں سے ہے۔

اس حدیث کا یہ معنی تو محکم اور سب ائمہ کے نزدیک متفق علیہ ہے کہ یہ حدیث قرآن کو پڑھنے کے اختلافات کے



محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com


بارے میں مروی ہے۔کیا اس حدیث کے مطالعے کے بعد کسی صاحب عقل کے ذہن میں یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ یہ حدیث قرآن کی بجائے نماز، روزے یا حج کے مسائل کے بارے میں منقول ہے یا کسی معروف عالم دین نے یہ خیال پیش کیا ہے کہ یہ حدیث قرآن کے پڑھنے کی بجائے اس کے معنی ومفہوم کی متنوع اَقسام کو بیان کر رہی ہے؟۔پس اس حدیث کا یہ معنی تو محکم ہے کہ یہ حدیث قرآن کے بارے میں ہے اور قرآن کے بھی پڑھنے کے اِختلافات کے بارے میں مروی ہے،لیکن وہ اختلافات کس طرح سات کے عدد میں سمو جاتے ہیں؟اس میں ائمہ کے مابین اختلاف ہے اور حدیث کے معنی کے اس پہلو کے اعتبار سے امام سیوطی رحمہ اللہ نے اس کو متشابہ قرار دیا ہے۔امام سیوطی رحمہ اللہ پڑھنے کے اختلافات یعنی عشرہ قراءات سے بھی واقف ہیں اور ان کو مانتے بھی ہیں،لیکن قراءات کے ان جمیع اختلافات کو، جنہیں قراءِ عشرہ قراءات میں نقل کر رہے ہیں، حدیث کے الفاظ 'سبعہ اَحرف' میں کیسے سمو دیں یہ ابھی تک واضح نہیں ہو سکا ہے۔پس اس اعتبار سے امام سیوطی رحمہ اللہ نے سبعہ اَحرف کو متشابہ کہا ہے۔

کیا امام سیوطی رحمہ اللہ جب قرآن کی کسی آیت کو متشابہ قرار دیتے ہیں تو ان کے نزدیک اس آیت کا وجود ہی مشتبہ قرار پاتا ہے؟یقیناً ایسا کسی کے ہاں بھی نہیں ہے۔پس امام سیوطی رحمہ اللہ جب اس حدیث کو متشابہ قرار دے رہے ہیں تو وہ اس کو معنوی اعتبار سے ایک پہلو سے متشابہ کہہ رہے ہیں نہ کہ اس حدیث کی استنادی حیثیت یا وجود ہی کو مشکوک سمجھ رہے ہیں جیسا کہ غامدی صاحب کا خیال ہے۔پس امام سیوطی رحمہ اللہ کے اس کو من وجہ متشابہ قرار دینے سے اس حدیث کی صحت پر کوئی اعتراض لازم نہیں آتا۔

اگر امام سیوطی رحمہ اللہ قرآن کی کسی آیت کو متشابہ قرار دیں تو بعد میں آنے والے علماء کے لیے یہ گنجائش باقی رہتی ہے کہ وہ تحقیق وتنقیح کے رستے سے اس آیت کا تشابہ دور کر دیں۔پس اسی طرح اس حدیث کے بارے میں پائے جانے والے اَقوال کی کثرت کی حقیقت اور علمی بنیادوں کی طرف ہم نے بھی کچھ اِشارے کیے ہیں اور ہمارے علاوہ علماء کی ایک جماعت نے بھی اس موضوع پر مستقل کتابیں لکھی ہیں جو اس حدیث کے بارے میں امام سیوطی رحمہ اللہ کو پیدا ہونے والے من وجہ تشابہ سے بھی ہمیں نجات دلاتی ہیں۔

## غامدی صاحب کا اپنے اُصولوں سے انحراف

غامدی صاحب نے اپنی تحقیقات میں بہت سی ایسی اَحادیث سے استدلال کیا ہے جن کے مرکزی راوی امام زہری رحمہ اللہ ہیں۔ان اَحادیث میں سے دو کو بطورِ مثال ہم یہاں بیان کیے دیتے ہیں:

① غامدی صاحب اپنی کتاب 'میزان' میں اسلام کے شورائی نظام کے اصول بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

''اوّلاً' یہ اُصول قائم کیا گیا کہ مسلمان اپنے معتمد لیڈروں کی وساطت سے شریکِ مشورہ ہوں گے۔بخاری میں ہے:

أن رسول الله ﷺ قال حين أذن لهم المسلمون في عتق سبي هوازن فقال: إني لا أدري من اذن فيكم ممن لم يأذن فارجعوا حتى يرفع إلينا عرفاء كم أمركم۔ [رقم:۷۱۷۶]

''مسلمانوں نے حضور ﷺ کے ارشاد کے مطابق جب ہوازن کے قیدی رہا کرنے کی اجازت دی تو آپ ﷺ نے فرمایا: میں نہیں جان سکا کہ تم میں سے کس نے اجازت دی ہے اور کس نے نہیں دی۔پس تم جاؤ اور اپنے لیڈروں کو بھیجو تا کہ وہ تمہاری رائے سے ہمیں آگاہ کریں۔'' [میزان:ص۱۱۸،۱۱۹]

غامدی صاحب نے اپنی کتاب 'میزان' میں مذکورہ بالا روایات بیان کرنے کے بعد اس کا جو حوالہ دیا ہے وہ امام



محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



بخاری رحمہ اللہ نے اس سند کے ساتھ نقل کیا ہے:

"حدثنا إسماعيل بن أبي أويس حدثني إسماعيل بن إبراهيم عن عمه موسى بن عقبه قال ابن شهاب حدثني عروة بن الزبير أن مروان بن الحكم والمسور بن مخرمة أخبراه أن رسول الله ﷺ قال" [ صحيح البخاري، كتاب الأحكام، باب العرفاء للناس]

اس حدیث کی سند میں بھی وہی راوی موجود ہے جس کی روایات کو غامدی صاحب مردود قرار دے چکے ہیں۔ غامدی صاحب کا معاملہ یہ ہے کہ وہ دوسروں کا رد کرنے کے لیے اُصول تو بنا لیتے ہیں، لیکن جب اپنا فکر و فلسفہ بیان کرتے ہیں تو بھول جاتے ہیں کہ وہ اپنے ہی وضع کردہ اُصولوں کی خلاف ورزی کر رہے ہیں۔ اس حدیث کے اور طرق بھی موجود ہیں، لیکن انمیں بھی ابن شہاب رحمہ اللہ موجود ہیں، گویا اس روایت کا انحصار ابن شہاب رحمہ اللہ پر ہی ہے۔

④ اس سلسلے کی دوسری روایت وہ ہے جسے غامدی صاحب نے اسلام کے شورائی نظام کے دوسرے اصول کی وضاحت میں بیان کیا ہے۔ غامدی صاحب لکھتے ہیں:

''ثانیاً' یہ روایت قائم کی گئی کہ امامت و سیاست کا منصب ریاست میں موجود مسلمانوں کے مختلف گروہوں میں سے اس گروہ کا استحقاق قرار پائے گا جسے عام مسلمانوں کی اکثریت کا اعتماد حاصل ہو... انھوں (حضرت عمر رضی اللہ عنہ) نے فرمایا:

فلا يغترن امرؤ أن يقول: إنما كانت بيعة أبي بكر فلتة وتمت 'الا' وإنها قد كانت كذلك و لكن الله وقى شرها وليس فيكم من تقطع الأعناق إليه مثل أبي بكرمن بايع رجلا من غير مشورة المسلمين فلا يبايع هو ولا الذى بايعه تغرة أن يقتلا"

[ میزان: ص۱۲۱، ۱۲۴، ۱۲۵، صحيح البخاري: ۶۸۳۰]

''تم میں سے کوئی شخص اس بات سے دھوکا نہ کھائے کہ ابوبکر کی بیعت اچانک ہوئی اور لوگوں نے اسے قبول کر لیا۔ اس میں شبہ نہیں کہ ان کی بیعت اسی طرح ہوئی، لیکن اللہ نے اہل ایمان کو اس کے کسی برے نتیجے سے محفوظ رکھا اور یاد رکھو، تمہارے اندر اب کوئی ایسا شخص نہیں ہے کہ ابو بکر رضی اللہ عنہ کی طرح جس کے سامنے گردنیں جھک جائیں۔ لہٰذا جس شخص نے اہل ایمان کی رائے کے بغیر کسی کی بیعت کی اس کی اور اس سے بیعت لینے والے دونوں کی بیعت نہ کی جائے۔ اس لیے کہ اپنے اس اقدام سے وہ گویا اپنے آپ کو قتل کے لیے پیش کریں گے۔''

غامدی صاحب کی بیان کردہ اس روایت کو امام بخاری رحمہ اللہ نے درج ذیل سند کے ساتھ نقل کیا ہے:

"حدثنا عبد العزيز بن عبد الله حدثني إبراهيم بن سعد عن صالح عن ابن شهاب عن عبيد الله بن عبد الله بن عتبه بن مسعود عن ابن عباس قال"

[صحيح البخارى، كتاب الحدود، باب رجم الحبلى من الزنا]

اس روایت کے بھی مرکزی راوی امام زہری ہیں جو کہ 'مدلس' اور 'مدرج' ہیں اور اس پر مستزاد یہ کہ 'عنعنہ' سے روایت کر رہے ہیں، لیکن اسکے باوجود غامدی صاحب ان کی روایت کو قبول کر رہے ہیں، آخر کس بنیاد پر؟

دلچسپ بات یہ ہے کہ غامدی صاحب کی کتاب 'میزان' کا کوئی ایک بھی باب ایسا نہیں ہے جس میں غامدی صاحب نے امام زہری رحمہ اللہ کی روایات سے استدلال نہ کیا ہو۔ غامدی صاحب کی کتاب 'میزان' مطبوعہ ۲۰۰۲ء، درج ذیل آٹھ ابواب پر مشتمل ہے:

① **قانون سیاست:** اسلام کے شورائی نظام کے اصول و مبادی بیان کرتے ہوئے اس باب میں غامدی صاحب نے



محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



امام زہری رحمہ اللہ کی روایات سے استدلال کیا ہے۔ مثلاً ملاحظہ فرمائیں میزان: ص۱۲۴، بخاری: ۶۸۳۰، میزان: ص۱۱۸، بخاری: ۲۱۷۶

④ **قانون معیشت:** اسلامی شریعت میں بیع کی ناجائز اقسام کا تعارف کرواتے ہوئے اس باب میں غامدی صاحب نے امام زہری رحمہ اللہ کی درج ذیل روایات سے استدلال کیا ہے۔ میزان: ص۱۴۷، صحیح بخاری: ۲۱۳۱ اور صحیح بخاری: ۲۱۴۰ ملاحظہ ہو۔ علاوہ ازیں ص۱۷۱، صحیح بخاری: ۶۴۶۷ بھی دیکھیں۔

③ **قانونِ دعوت:** اس باب میں غامدی صاحب نے چند ایک دعوتی اُصول بیان کرتے ہوئے امام زہری رحمہ اللہ کی روایت سے استدلال کیا ہے۔ ملاحظہ ہو میزان: ص۲۲۴، صحیح بخاری: ۲۲۰

④ **قانون جہاد:** غامدی صاحب نے اس باب میں قتال کا اجر وثواب بیان کرتے ہوئے امام زہری رحمہ اللہ کی درج ذیل روایت سے استدلال کیا ہے۔ ملاحظہ ہو میزان: ص۲۵۴، صحیح بخاری: ۲۷۸۷

⑤ **حدود وتعزیرات:** حدود وتعزیرات کے بیان میں غامدی صاحب نے قتل خطا کے قانون کی وضاحت کرتے ہوئے امام زہری رحمہ اللہ کی ایک روایت سے استدلال کیا ہے۔ ملاحظہ ہو میزان: ص۲۹۷، صحیح بخاری: ۱۴۹۹

⑥ **خورد ونوش:** اس باب میں غامدی صاحب نے مردار کی کھال وغیرہ سے نفع اٹھانے کو جائز قرار دیتے ہوئے امام زہری رحمہ اللہ کی روایت سے استدلال کیا ہے۔ ملاحظہ ہو میزان: ص۳۲۰، صحیح مسلم: ۳۶۳

⑦ **رسوم وآداب:** دین اسلام میں رسوم وآداب کی تفصیل بیان کرتے ہوئے غامدی صاحب نے امام زہری رحمہ اللہ کی روایت سے استدلال کیا ہے۔ ملاحظہ ہو، میزان: ص۳۲۵، صحیح مسلم: ۲۵۷

⑧ **قسم وکفارۂ قسم:** اس باب میں نذر کا کفارہ بیان کرتے ہوئے غامدی صاحب نے امام زہری رحمہ اللہ کی روایت سے استدلال کیا ہے۔ ملاحظہ ہو میزان: ص۳۳۷، سنن ابوداؤد: ۳۲۹۰

پس ثابت ہوا کہ غامدی صاحب کے فکر کے ہر باب کی بنیاد امام زہری رحمہ اللہ کی روایات پر ہے جن کی روایات بقول غامدی صاحب کے مدلس اور مدرج ہونے کی وجہ سے مردود ہیں۔ اس اعتبار سے ہم غامدی صاحب سے یہ مطالبہ کرنے میں حق بجانب ہیں کہ وہ واضح کریں کہ ایسے 'مدلس' اور 'مدرج' راوی کی بیان کردہ روایات کی بنیاد پر قائم ان کے تصور دین کی اصل حقیقت کیا ہے؟

غامدی صاحب کے تحقیقی نتائج سے محسوس یہ ہوتا ہے کہ کسی حدیث کو قبول کرنے یا رد کرنے کی اصل بنیاد اُصول حدیث نہیں بلکہ ان کی انسانی فکر ہے۔ کہیں معاملہ ایسا تو نہیں ہے کہ جس حدیث سے انکے افکار ونظریات کی تائید ہوتی ہو وہ ان کے نزدیک صحیح ہے اور جو حدیث ان کے موقف کے خلاف ہو وہ مردود ہے؟ ہماری گزارش تو صرف اتنی ہے کہ اگر غامدی صاحب اپنے ہی وضع کردہ اصولوں کی پاسداری کرلیں تو شاید اہل سنت کی شاہراہ کے بہت قریب آجائیں۔

*———*———*



محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



پروفیسر محمد رفیق چودھری ☆

# قراءاتِ متواترہ کے بارے میں مولانا اصلاحی اور غامدی صاحب کے موقف کا علمی جائزہ

اہل علم کا اس امر پر اتفاق ہے کہ قرآن مجید کی ایک سے زیادہ (سبعہ یا عشرہ) قراءتیں ہیں، لیکن مولانا امین احسن اصلاحی اور جاوید احمد غامدی صاحب دونوں (استاد وشاگرد) ہی قرآنِ مجید کی ان سبعہ (یا عشرہ) متواتر قراءتوں کے منکر ہیں۔ وہ صرف ایک ہی قراءت کو متواتر اور صحیح مانتے ہیں اور باقی تمام متواتر قراءتوں کو شاذ اور غیر معروف عجم کا فتنہ قرار دیتے ہیں۔ اس سلسلے میں ہم پہلے مولانا امین احسن اصلاحی اور پھر غامدی صاحب کے موقف کا علمی جائزہ لیں گے۔

مولانا اصلاحی اپنی تفسیر 'تدبر قرآن' میں لکھتے ہیں:

''قراءتوں کا اختلاف بھی اس تفسیر (تدبر قرآن) میں دور کردیا گیا ہے۔ معروف اور متواتر قراءت وہی ہے جس پر یہ مصحف ضبط ہوا ہے جو ہمارے ہاتھوں میں ہے۔ اس قراءت پر قرآن کی ہر آیت اور ہر لفظ کی تاویل لغت عرب، نظم کلام اور شواہد قرآن کی روشنی میں اس طرح ہو جاتی ہے کہ اس میں کسی شک کا احتمال نہیں رہ جاتا۔ چنانچہ میں نے ہر آیت کی تاویل اسی قراءت کو بنیاد بنا کر کی ہے اور میں پورے اعتماد کے ساتھ یہ کہتا ہوں کہ اس کے سوا کسی دوسری قراءت پر قرآن کی تفسیر کرنا اس کی بلاغت، معنویت اور حکمت کو مجروح کیے بغیر ممکن نہیں۔''

[تدبر قرآن، مقدمہ: ۸/۸، مطبوعہ نومبر ۱۹۸۲ء، لاہور]

وہ مزید لکھتے ہیں:

''اس نوعیت کا ایک اور فتنہ بعض مسلمان ملکوں میں اٹھ رہا ہے کہ وہاں ایسے قرآن مجید چھاپے جارہے ہیں جن میں مصحف عثمانی کی معروف ومتواتر قراءت (روایتِ حفص) کو نظر انداز کرکے دوسری غیر معروف اور شاذ قراءتیں اختیار کر لی گئی ہیں۔'' [تدبر قرآن، مقدمہ: ۸/۷، مطبوعہ نومبر ۱۹۸۲ء، لاہور]

اس سے معلوم ہوا کہ مولانا اصلاحی کے نزدیک:

① قراءتوں کا اختلاف تفسیر تدبر قرآن کے ذریعے دور کردیا گیا ہے۔
② معروف اور متواتر قراءت صرف وہی ہے جس پر مصحف (قرآن) ضبط ہوا ہے۔
③ قراءت حفص کے سوا کسی اور قراءت کے ذریعے قرآن کے کسی لفظ یا آیت کی صحیح تفسیر نہیں کی جاسکتی۔
④ قراءت حفص کے سوا باقی تمام قراءات غیر معروف اور شاذ ہیں اور ان کے مطابق قرآنِ مجید لکھنا اور چھاپنا ایک فتنہ ہے۔

☆ ناظم مکتبہ قرآنیات، اردو بازار و مدرّس الھدیٰ انٹرنیشنل، لاہور



محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



## اب ہم ان چاروں نکات کا علمی تجزیہ کریں گے:

❶ کیا قراءتوں کے اختلاف کو دور کرنے کا دعویٰ درست ہے؟

مولانا اصلاحی کا دعویٰ ہے کہ انہوں نے اپنی تفسیر کے ذریعے قراءتوں کا اختلاف دور کردیا ہے۔

حقیقت یہ ہے کہ متواتر قراءتوں کا اختلاف ایک ایسا معاملہ ہے جس پر پوری اُمت کا اتفاق اور اجماع ہے۔ اسے نہ تو ختم کیا جاسکتا ہے اور نہ اسے ختم کرنے کی ضرورت ہے۔ جس طرح کوئی شخص دنیا سے قرآن مجید کا وجود ختم نہیں کرسکتا اسی طرح ان تمام متواتر قراءتوں کو دُنیا سے مٹا دینا کسی کے بس کی بات نہیں۔ یہ ممکن ہوسکتا ہے کہ کبھی دنیا مصاحف سے خالی ہو جائے مگر یہ ممکن نہیں ہے کہ اس دنیا سے متواتر قراءتوں کا وجود مٹ جائے۔ جب تک دنیا میں قرآن موجود ہے یہ تمام متواتر قراءتیں بھی موجود رہیں گی، کیونکہ اب ان دونوں کی حیثیت لازم وملزوم کی ہے۔

❷ کیا مصحف صرف ایک ہی قراءت پر منضبط ہوا ہے؟

مولانا اِصلاحی کا دعویٰ ہے کہ مصحف صرف ایک ہی قراءت پر منضبط ہوا ہے۔ دوسرے الفاظ میں یہ کہ قرآن مجید کو صرف ایک ہی روایت کے مطابق لکھا گیا ہے۔

مولانا صاحب کو خبر ہی نہیں کہ رسم الخط اور قراءت میں کیا فرق ہوتا ہے ورنہ وہ ایسا احمقانہ دعویٰ نہ کرتے کہ مصحف صرف ایک ہی قراءت پر منضبط ہوا ہے۔

اہل علم جانتے ہیں کہ رسم الخط قرآن مجید کے متن (Text) کے حروف والفاظ کی مختلف اشکال کا نام ہے۔ گویا قرآنی الفاظ کی شکل وصورت کا نام رسم الخط ہے اور اسے آواز کے ساتھ پڑھنے کو قراءت کہتے ہیں۔ مولانا صاحب قراءت کو رسم الخط اور رسم الخط کو قراءت سمجھ بیٹھے ہیں۔ دوسرے الفاظ میں وہ پڑھنے کو تحریر اور تحریر کو پڑھنا قرار دیتے ہیں اور یہی ان کا سوء فہم ہے۔

اہل علم جانتے ہیں کہ مصحف عثمانی بغیر اعراب، حرکات اور نقاط کے لکھا گیا تھا، کیونکہ ان چیزوں کا اس وقت رواج نہ تھا۔ مثال کے طور پر تسمیہ کو مصحف عثمانی میں اس طرح لکھا گیا:

ٮسم الله الرحمں الرحىم

یہ تسمیہ کا ابتدائی رسم الخط ہے جو الفاظ اور حروف کی مخصوص شکلوں سے عبارت ہے اور جو اعراب، نقطوں اور رموز اَوقاف سے بالکل خالی ہے۔ مولانا صاحب اسے قراءت کا نام دے رہے ہیں جب کہ یہ قراءت نہیں ہے بلکہ رسم الخط ہے اور اسے رسمِ عثمانی کہا جاتا ہے۔ جب اس رسم الخط کے الفاظ کو کوئی شخص اپنی آواز کے ساتھ ادا کرے گا تو اسے قراءت کہا جائے گا۔ اس لیے یہ دعویٰ کرنا کہ مصحف قراءت حفص پر ضبط (لکھا) ہوا ہے علمیت کی نہیں جہالت کی دلیل ہے۔

❸ کیا قراءت حفص کے سوا کسی اور قراءت کے مطابق قرآن کا صحیح ترجمہ وتفسیر ممکن نہیں؟

مولانا اِصلاحی کا یہ دعویٰ بھی بے بنیاد اور غلط ہے کہ قراءت حفص کے سوا کسی اور قراءت کے مطابق قرآن مجید کا صحیح ترجمہ وتفسیر ممکن نہیں ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ جس طرح قراءت حفص کے مطابق قرآن کا ترجمہ وتفسیر درست ہے اسی طرح دوسری متواتر قراءتوں کے مطابق بھی قرآن کا صحیح ترجمہ وتفسیر بالکل ممکن ہے اور اس سے قرآن کی بلاغت،



محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

معنویت اور حکمت پر کوئی حرف نہیں آتا۔مثال کے طور پر سورۃ الفاتحہ میں ہے کہ

ملك يوم الدين (مٰلِكِ يَوْمِ الدِّين یا مَلِكِ يَوْمِ الدِّين )

اس مقام پر مٰلِكِ کو مَلِكِ بھی پڑھا گیا ہے اور یہ بھی اس کی ایک متواتر قراءت ہے۔

اب مٰلِكِ يَوْمِ الدِّين جو کہ قراءت حفص ہے اس کے مطابق اس کا ترجمہ یہ ہے کہ ''بدلے کے دن کا مالک'' اور اس کی تفسیر خود قرآن مجید کے نظائر کی روشنی میں یہ ہے کہ جزاوسزا کے دن تمام اختیارات کا مالک صرف اللہ تعالیٰ ہوگا اور سب اس کے آگے عاجز اور بے بس ہوں گے۔جیسا کہ دوسرے مقام پر ارشاد ہوا:

﴿يَوْمَ لَا تَمْلِكُ نَفْسٌ لِّنَفْسٍ شَيْئًا وَالْأَمْرُ يَوْمَئِذٍ لِّلَّهِ﴾ [الانفطار:۱۹]

''جس دن کسی جان کو دوسری جان پر اختیار نہ ہوگا اور سارا معاملہ اس دن اللہ ہی کے اختیار میں ہوگا۔''

اب دوسری متواتر قراءت میں مَلِكِ يَوْمِ الدِّين ہے اس کا ترجمہ یہ ہے کہ

''بدلے کے دن کا بادشاہ۔''

اور اس کی تفسیر قرآن مجید کے دوسرے نظائر میں یہ ہوگی کہ جزا اور سزا کے دن اللہ تعالیٰ ہی بادشاہ ہوگا اور سب اس کے محکوم ہوں گے۔بادشاہی صرف اسی کی ہوگی اور حکم صرف اسی کا چلے گا۔جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ

﴿لِمَنِ الْمُلْكُ الْيَوْمَ ۖ لِلَّهِ الْوَاحِدِ الْقَهَّارِ﴾ [المؤمن:۱۶]

''آج بادشاہی کس کی ہے؟صرف اللہ واحد قہار کی۔''

اس طرح دونوں متواتر قراءتوں کے مطابق قرآن کی تفسیر درست ہوجاتی ہے۔بلکہ دلچسپ امر یہ ہے کہ مولانا اصلاحی نے خود اس آیت کی جو تفسیر لکھی ہے وہ ان کے اپنے دعویٰ کے برعکس قراءت حفص کے بجائے دوسری متواتر قراءت کے نظائر کے مطابق لکھی گئی ہے۔چنانچہ انہوں نے اس کی یہ تفسیر بیان کی ہے:

''جزا اور سزا کے دن کا تنہا مالک ہونے کا مطلب یہ ہے کہ اس روز سارا زور اور اختیار اسی کو حاصل ہوگا۔اس کے آگے سب عاجز وسرفگندہ ہوں گے۔کسی کی مجال نہ ہوگی کہ اس کی اجازت کے بغیر زبان کھول سکے،سارے معاملات کا فیصلہ تنہا وہی کرے گا جس کو چاہے گا سزا دے گا،جس کو چاہے گا انعام دے گا۔جیسا کہ فرمان باری تعالیٰ ہے

﴿اَلْمُلْكُ يَوْمَئِذٍ لِّلَّهِ يَحْكُمُ بَيْنَهُمْ﴾ [الحج:۵۶]

''اس دن اختیار اللہ ہی کو ہوگا،وہی ان کے درمیان فیصلہ کرے گا''

﴿لِمَنِ الْمُلْكُ الْيَوْمَ ۖ لِلَّهِ الْوَاحِدِ الْقَهَّارِ﴾[المؤمن:۱۶]

''آج کے دن بادشاہی کس کی ہے؟صرف خدائے واحد وقہار کی۔''[تدبر قرآن:۱/۷۵،طبع مئی ۱۹۸۳ء لاہور]

اس طرح مذکورہ آیت کا ترجمہ وتفسیر خود قرآن حکیم ہی کے نظائر کی روشنی میں دونوں طرح ممکن ہے اور درست ہے اور اس سے نہ تو قرآن کی بلاغت ومعنویت مجروح ہوتی ہے اور نہ اس کی حکمت میں کوئی کمی واقع ہوتی ہے۔

۴ کیا قراءت حفص کے سوا باقی تمام قراءتیں شاذ اور غیر معروف ہیں؟

مولانا اصلاحی کا یہ دعویٰ بھی ہے کہ قراءت حفص کے سوا باقی تمام قراءتیں شاذ اور غیر معروف ہیں۔

یہ محض علم ونظر کا افلاس ہے کہ قراءت حفص کے سوا باقی تمام قراءتوں کو شاذ اور غیر معروف سمجھا جائے۔حقیقت یہ ہے کہ فن قراءت کا ایک معمولی سا طالب بھی جانتا ہے کہ سبعہ اور عشرہ قراءتوں کے معروف اور متواتر ہونے اور ان کے شاذ اور غیر معروف نہ ہونے پر اُمت مسلمہ کا اتفاق اور اجماع ہے اور جس طرح قراءت حفص ان میں سے ایک



محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



متواتر اور معروف ہے اسی طرح تمام معروف اور متواتر قراءتوں کے مطابق قرآن کو پڑھنا اور ان کے اعراب، نقطے اور رموز او قاف ثبت کرنا بھی ایسا معاملہ ہے جس پر امت کے تمام اہل علم متفق ہیں اور یہ کام صدیوں سے کئی اسلامی ممالک میں ہو رہا ہے۔

میرے ذاتی کتب خانے میں تفسیر الکشاف کا نسخہ جو چار جلدوں پر مشتمل ہے، ایک متواتر اور معروف قراءت دوری کے مطابق لکھا ہوا موجود ہے اور یہ قراءت امام ابوعمرو بصری کی روایت ہے۔ یہ نسخہ مصر سے ۱۳۹۲ھ (۱۹۷۲ء) کا طبع شدہ ہے۔

اب کئی برسوں سے مدینہ منورہ کے شاہ فہد قرآن کمپلکس میں ایک سے زیادہ متواتر اور معروف قراءتوں کے مطابق مصاحف طبع کر کے افریقہ اور دیگر ممالک میں بھیجے جا رہے ہیں اور اس مبارک کام کو، افسوس ہے کہ مولانا صاحب فتنے سے تعبیر کرتے ہیں حالانکہ رسم عثمانی (عثمانی رسم الخط) کی خوبی یہی ہے کہ اس میں تمام معروف اور متواتر (سبعہ، عشرہ) قراءتوں کی گنجائش موجود ہے۔ یاد رہے کہ مصحف عثمانی کی نقل کی ایک فوٹو کاپی مسجد نبوی کے کتب خانے میں بھی موجود ہے جو راقم الحروف نے بھی خود دیکھی ہے۔

## غامدی صاحب کا تصور قراءت

قراءات کے مسئلے میں جاوید غامدی صاحب اپنے استاد مولانا اصلاحی سے بھی دو قدم آگے ہیں۔ ایسا کیوں نہ ہو، پنجابی زبان کی مثل ہے ''گرو جناں دے ٹپنے، چیلے شاشڑپ''

''جن کے استاد اچھل کود کریں ان کے شاگرد لمبی چھلانگیں لگاتے ہیں۔''

چنانچہ غامدی صاحب بھی اپنے استاد کی ہاں میں ہاں ملاتے ہوئے صرف ایک ہی قراءت کو متواتر اور صحیح مانتے ہیں اور قرآن مجید کی سبعہ (یا عشرہ) قراءتوں کے منکر ہیں۔ وہ صرف ایک ہی قراءت کو درست مانتے ہیں اور وہ ہے قراءت عامہ، جسے بقول ان کے، علمائے اسلام اور خود ان کے استاد مولانا اصلاحی غلطی سے قراءت حفص، کا نام دیتے ہیں۔ اس ایک قراءت (قراءت عامہ) کے سوا باقی تمام قراءتوں کو وہ قطعیت کے ساتھ عجم کا فتنہ قرار دیتے ہیں۔

چنانچہ وہ اپنی دو کتابوں میں قراءت کے مسئلے پر لکھتے ہیں کہ

''یہ بالکل قطعی ہے کہ قرآن کی ایک ہی قراءت ہے جو ہمارے مصاحف میں ثبت ہے۔ اس کے علاوہ اسکی جو قراءتیں تفسیروں میں لکھی ہوئی ہیں یا مدرسوں میں پڑھی اور پڑھائی جاتی ہیں، یا بعض علاقوں میں لوگوں نے اختیار کر رکھی ہیں، وہ سب اسی فتنۂ عجم کی باقیات ہیں جن کے اثرات سے ہمارے علوم کا کوئی شعبہ، افسوس ہے کہ محفوظ نہ رہ سکا۔''

[میزان: ص۳۲، طبع سوم، مئی ۲۰۰۸ء لاہور، اصول ومبادی: ص۳۲، طبع دوم، فروری ۲۰۰۵ء لاہور]

وہ مزید لکھتے ہیں کہ

''قرآن صرف وہی ہے جو مصحف میں ثبت ہے اور جسے مغرب کے چند علاقوں کو چھوڑ کر پوری دنیا میں امت مسلمہ کی عظیم اکثریت اس وقت تلاوت کر رہی ہے۔ یہ تلاوت جس قراءت کے مطابق کی جاتی ہے، اس کے سوا کوئی دوسری قراءت نہ قرآن ہے اور نہ اسے قرآن کی حیثیت سے پیش کیا جا سکتا ہے۔''

[میزان: ص۲۷، طبع سوم، مئی ۲۰۰۸ء، لاہور، اصول ومبادی: ص۲۶، طبع دوم، فروری ۲۰۰۵ء لاہور]



محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



اور آخر میں یہ دعویٰ کرتے ہیں کہ
''قرآن کا متن اس (ایک قراءت) کے علاوہ کسی دوسری قراءت کو قبول نہیں کرتا۔''
[میزان:۲۹،طبع سوم،مئی ۲۰۰۸ء لاہور، اصول ومبادی:۲۹،طبع دوم فروری ۲۰۰۵ء لاہو]

اس سے معلوم ہوا کہ غامدی صاحب کی رائے میں:

① قرآن مجید کی صرف ایک ہی قراءت درست ہے۔
② قرآن صرف وہی ہے جو مصحف میں ثبت ہے۔
③ اُمت مسلمہ کی عظیم اکثریت جس قراءت کے مطابق قرآن کی تلاوت کر رہی ہے صرف وہی قرآن ہے۔
④ قرآن کا متن صرف ایک ہی قراءت کو قبول کرتا ہے۔

اب ہم ان تمام اُمور کا علمی جائزہ لیں گے:

**① کیا قرآن مجید کی صرف ایک ہی قراءت درست ہے؟**

غامدی صاحب کا یہ دعویٰ ہرگز صحیح نہیں کہ قرآن مجید کی صرف ایک ہی قراءت درست ہے اور یہ کہ باقی سب قراءتیں عجم کا فتنہ ہیں، کیونکہ اس پر پوری اُمت مسلمہ کا اتفاق ہے کہ قرآن کی ایک سے زیادہ (سبعہ، عشرہ) قراءتیں متواتر اور صحیح ہیں۔اور اس کے حسب ذیل دلائل ہیں:

صحیح احادیث سے ثابت ہے کہ صحابہ کرام قرآن مجید کو ایک سے زیادہ طریقوں اور لہجوں میں پڑھا کرتے تھے اور ایسی سب قراءتیں درست اور جائز ہیں۔اس سلسلے میں چند اَحادیث ذیل میں پیش کی جاتی ہیں:

① عن عمر بن الخطاب يقول:سمعت هشام بن حكيم بن حزام يقرأ سورة الفرقان على غيرما أقرأ ها، وكان رسول الله ﷺ أقرأ نيها ، فكدت أن أعجل عليه ، ثم أمهلته حتى انصرف، ثم لببته بردائه، فجئت به رسول الله ﷺ، فقلت: يارسول اللهﷺ! إنّي سمعت هذا يقرأ سورة الفرقان على غيرما أقرأتنيها ، فقال رسول اللهﷺ: ارسله "إقرأ "فقرأ القراء ة التى سمعته يقرأ، فقال رسول الله ﷺ: هكذا أنزلت، ثم قال لى "إقرأ" فقرأت، فقال :هكذا أنزلت، إن هذا القرآن أنزل على سبعة أحرف ، فاقرء وا ما تيسر منه"

[صحيح البخاري:۲۴۱۹،صحيح مسلم:۱۸۹۹]

''حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ (ایک دفعہ) میں نے حضرت ہشام بن حکیم بن حزام کو سورۂ فرقان اس سے مختلف طریقے پر پڑھتے سنا جس پر میں پڑھتا تھا، حالانکہ سورۂ فرقان مجھے خود رسول اللہ ﷺ نے پڑھائی تھی۔قریب تھا کہ میں نے غصے سے ان پر جھپٹ پڑتا،مگر میں نے (صبر کیا) اور انہیں مہلت دی، یہاں تک کہ انہوں نے اپنی قراءت مکمل کر لی۔پھر میں نے ان کی چادر پکڑی اور انہیں کھینچتا ہوا رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں لے گیا۔میں نے عرض کیا یارسول اللہ ﷺ! میں نے اسے سورۂ فرقان اس سے مختلف طریقے پر پڑھتے سنا ہے، جس پر آپ ﷺ نے پڑھائی تھی۔اس پر رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:انہیں چھوڑ دو، پھر حضرت ہشام سے فرمایا کہ تم پڑھو۔چنانچہ انہوں نے سورۂ فرقان اس طرح پڑھی جس طرح میں نے ان کو پہلے پڑھتے سنا تھا۔ان کی قراءت سن کر رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ اسی طرح اتری ہے۔پھر آپ ﷺ نے مجھے فرمایا کہ تم پڑھو۔چنانچہ میں نے (اپنے طریقے پر) پڑھی تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ اسی طرح اتری ہے۔''



محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



پھر مزید فرمایا کہ یہ قرآن سات حرفوں (سبعہ احرف) پر نازل ہوا ہے، لہٰذا جس طرح سہولت ہو، اس طرح پڑھو۔''

❷عن أبی بن کعب قال: لقی رسول اللهﷺ جبریل ، فقال: یا جبریل ، إنی بعثت إلی أمة أمیین منهم العجوز ، والشیخ الکبیر ، والغلام والجاریة ، والرجل الذی لم یقرأ کتابا قط ، قال: یا محمد! إن القرآن أنزل علی سبعة أحرف . [سنن ترمذی:۲۹۴۴]

''حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ جبرائیل سے رسول اللہ ﷺ ملے تو آپ ﷺ نے ان سے فرمایا: اے جبرائیل! مجھے ایسی اُمت کی طرف بھیجا گیا ہے جو اَن پڑھ ہے۔ پھر ان میں سے کوئی بوڑھا ہے، کوئی بہت بوڑھا، کوئی لڑکا ہے کوئی لڑکی اور کوئی ایسا آدمی ہے جس نے کبھی کوئی تحریر (کتاب) نہیں پڑھی۔ رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں کہ جبریل علیہ السلام نے مجھے جواب دیا کہ اے محمد ﷺ! قرآن سات حرفوں (سبعہ احرف) پر اترا ہے۔''

❸عن ابن عباس أن رسول اللهﷺ قال: «أقرأنی جبریل علیه السلام علی حرف ، فراجعته ، فلم أزل أستزیده فیزیدنی ، حتی انتهی إلی سبعة أحرف ، قال ابن شهاب: بلغنی أن تلك السبعة الأحرف إنما هي فی الأمر الذی یکون واحدا ، لایختلف في حلال ولا حرام» [صحیح البخاري:۳۲۱۹، صحیح مسلم:۱۹۰۲]

''حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جبرئیل نے پہلے مجھے قرآن مجید ایک حرف کے مطابق پڑھایا۔ پھر میں نے کئی بار اصرار کیا اور مطالبہ کیا کہ قرآن مجید کو دوسرے حروف (Versions) کے مطابق بھی پڑھنے کی اجازت دی جائے۔ چنانچہ وہ مجھے یہ اجازت دیتے گئے یہاں تک کہ سات حرفوں (سبعہ احرف) تک پہنچ گئے۔''

اس روایت کے راوی امام ابن شہاب زہریؒ کہتے ہیں کہ وہ سات حروف، جن کے مطابق بھی پڑھنے کی اجازت دی گئی تھی، ایسے تھے کہ وہ تعداد میں سات ہونے کے باوجود گویا ایک ہی حرف تھے۔ ان کے مطابق پڑھنے سے حلال وحرام کا فرق واقع نہیں ہوجاتا تھا۔

❹عن ابن مسعود قال: سمعت رجلا قرأ آیة وسمعت النبیﷺ یقرأ خلافها ، فجئت به النبیﷺ فأخبرته فعرفت في وجهه الکراهیة وقال: « کلاکما محسن فلا تختلفوا فإن من کا ن قبلکم اختلفوا فهلکوا» [صحیح البخاري:۳۴۷۶]

''حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے ایک آدمی کو قرآن پڑھتے سنا جب کہ اس سے پہلے میں نے نبی ﷺ کو اس سے مختلف طریقے پر پڑھتے سنا تھا۔ میں اس آدمی کو نبی ﷺ کی خدمت میں لے گیا اور آپ ﷺ کو اس صورت حال سے آگاہ کیا۔ میں نے محسوس کیا کہ رسول اللہ ﷺ کو میری بات ناگوار گزری ہے۔ پھر آپ ﷺ نے فرمایا: تم دونوں ٹھیک پڑھتے ہو۔ آپس میں اختلاف نہ کرو، کیونکہ تم سے پہلے جو قومیں ہلاک ہوئیں وہ اختلاف ہی کی وجہ سے ہلاک ہوئیں۔''

❺عن شهر بن حوشب قال: سألت أم سلمة کیف کان رسول اللهﷺ یقرأ هذه الآیة : ﴿إِنَّهُ عَمَلٌ غَيْرُ صَالِحٍ﴾ فقالت قرأها: إِنَّهُ عَمِلَ غَيْرَ صَالِحٍ'' [سنن أبوداؤد:۳۹۸۳]

''شہر بن حوشب کہتے ہیں کہ میں نے اُم المؤمنین سیدہ اُم سلمہ رضی اللہ عنہا سے پوچھا کہ رسول اللہ ﷺ درج ذیل آیت ''إِنَّهُ



محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

عَمَلٌ غَيْرُ صَالِحٍ ''[هود:٤٦] (قرآنی الفاظ) کو کیسے پڑھتے تھے؟ تو انہوں نے بتایا کہ آپ ﷺ نے اس طرح پڑھا ہے کہ: إِنَّهُ عَمِلَ غَيْرَ صَالِحٍ

❻ عن عائشة قالت: سمعت رسول الله ﷺ يقرأ ها: فَرُوحٌ وَرَيْحَانٌ [الواقعة:٨٩]

[سنن أبوداؤد:٣٩٩١، سنن ترمذي:٢٩٣٨]

سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو اس طرح قراءت کرتے سنا کہ فَرُوحٌ وَرَيْحَانٌ [الواقعة:٨٩] (یاد رہے کہ فَرُوْحٌ کو قراءت حفص میں فَرَوْحٌ پڑھا گیا ہے)

اختصار کے پیش نظر ہم نے صرف چند اَحادیث بیان کردی ہیں اور ان سے یہ حقیقت بالکل واضح ہو کر سامنے آجاتی ہے کہ قرآن مجید کی ایک سے زیادہ قراءتیں ہیں۔

پھر معتبر کتب اَحادیث میں ایسے ابواب موجود ہیں جو ایک سے زیادہ قراءتوں کو ثابت کرتے ہیں۔ جیسے صحیح بخاری میں 'كتاب فضائل القرآن' کے تحت 'باب أنزل القرآن على سبعة أحرف' صحیح مسلم میں 'كتاب فضائل القرآن' کا 'باب القراء ات' سنن ابی داوٗد میں ''كتاب الحروف والقراء ات' اور جامع ترمذی میں ''أبواب القراء ات'۔

ان اَحادیث صحیحہ اور قراءتوں کے ابواب سے واضح ہو جاتا ہے کہ قرآن مجید کو مختلف لہجات کے مطابق پڑھنے کی اجازت تھی جو دراصل ایک ہی عربی زبان کے الفاظ کے مختلف تلفظ (Pronunciations) تھے جو دنیا کی ہر زبان میں پائے جاتے ہیں۔

## کتب تفاسیر

ہر زمانے میں تفسیر کی کوئی معتبر کتاب ایسی نہیں جس میں ایک سے زیادہ قراءتوں (سبعہ وعشرہ) کو صحیح نہ مانا گیا ہو۔ اس سلسلے میں چند مشہور تفاسیر کے حوالے ذیل میں پیش کیے جاتے ہیں:

❶ تفسیر الکشاف از علامہ محمود زمخشری [م ۵۳۸ھ]

مشہور ماہر لغت علامہ زمخشری بھی قرآن کی ایک سے زیادہ قراءتوں کے قائل تھے۔ چنانچہ ایک مقام پر وہ اپنی تفسیر میں لکھتے ہیں:

''قرىء ''ملك يوم الدين '' مٰلِكِ، ومَلِكِ'' ''مٰلِكِ يَوْمِ الدِّيْنِ میں مٰلك کو مٰلِكِ بھی پڑھا گیا ہے اور مَلِكِ بھی۔ [تفسیر الکشاف، تفسیر سورة فاتحہ: ۵۶/۱، طبع مصر]

یاد رہے کہ علامہ زمخشری کو غامدی صاحب اور ان کے استاد بھی لغت کا امام مانتے ہیں۔

❷ تفسیر ابن کثیر از حافظ ابن کثیر [م ۷۷۴ھ]

حافظ ابن کثیرؒ اپنی مشہور اور مقبول ترین تفسیر میں متعدد قراءتوں کو تسلیم کرتے ہیں۔ چنانچہ سورۂ فاتحہ کی درج ذیل آیت کی تفسیر میں لکھتے ہیں کہ

''مَلِك يوم الدين'' قرأ بعض القراء (مَلِكِ يَوْمِ الدِّيْنِ) وقرأ آخرون (مٰلِكِ) وكلاهما صحيح متواتر فى السبع'' [تفسیر القرآن العظیم، تفسیر سورۃ الفاتحہ: ۲۴/۱، طبع بیروت ۱۴۰۰ھ]



محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



③ مجمع البیان فی تفسیر القرآن از ابوعلی طبرسی (چھٹی صدی ہجری کی معتبر شیعہ تفسیر) میں مٰلِكِ يَوْمِ الدِّيْنِ کے بارے میں لکھا ہے کہ

”قرأ عاصم والکسائی وخلف ویعقوب الحضرمی مٰلِكِ بالألف والباقون مَلِكِ بغير ألف“

[مجمع البیان، تفسیر الفاتحہ: ۲۳/۱، طبع قم، ایران]

”عاصم، کسائی، خلف اور یعقوب حضرمی نے اسے مٰلِكِ اور باقی قراء نے اسے مَلِكِ پڑھا ہے۔“

④ فتح القدیر از امام شوکانی [م ۱۲۵۰ھ]

(ملك يوم الدين) قرىء مَلِك، ومٰلِك...... [فتح القدیر، تفسیر الفاتحہ: ۲۰، طبع الریاض ۱۴۲۲ھ]

”(مٰلِكِ يَوْمِ الدِّيْنِ) میں ملك کو مَلِكِ اور مٰلِكِ دونوں طرح پڑھا گیا ہے۔“

⑤ تفسیر مراغی از احمد مصطفیٰ مراغی مصری

”(ملك يوم الدين) قرأ بعض القراء مٰلِك، وبعض آخر مَلِك“

[تفسیر مراغی یا تفسیر الفاتحہ: ۳۱/۱، ۸طبع بیروت]

(مٰلِكِ يَوْمِ الدِّيْنِ) میں مٰلِكِ کو بعض قراء نے مٰلِكِ اور بعض دوسروں نے مَلِكِ پڑھا ہے۔“

## کتب علوم القرآن

علوم القرآن سے متعلق کتب میں بھی قراءتوں کے اختلاف کو درست تسلیم کیا گیا ہے۔ اس موضوع پر سب سے ضخیم اور مستند کتاب 'البرهان فی علوم القرآن' ہے جسے امام بدر الدین زرکشی رحمہ اللہ نے مرتب کیا ہے۔ چنانچہ انہوں نے قرآن کی مختلف متواتر قراءتوں پر بحث کرتے ہوئے درج ذیل عنوان قائم کیا ہے:

النوع الثالث والعشرون: ”معرفة توجيه القراءات وتبيين وجه ما ذهب إليه كل قارىء“

[البرہان: ۳۳۹/۱، طبع ۱۳۹۱ھ بیروت]

اسی طرح المفردات از امام راغب اصفہانی رحمہ اللہ، جو کہ بنیادی طور پر قرآنی لغت کی مستند کتاب ہے تاہم اس میں علوم القرآن کی بعض بحثیں بھی موجود ہیں، میں بھی ایک سے زیادہ قراءتوں (سبعہ وعشرہ) کو صحیح مانا گیا ہے اور ان کے مطابق لغوی تشریحات کی گئی ہیں۔ مثال کے طور پر قرآن مجید کے ایک مقام کے بارے میں امام راغب اصفہانی رحمہ اللہ لکھتے ہیں کہ

”﴿تَخْرُجُ مِنْ طُوْرِ سَيْنَآءَ﴾ [المؤمنون: ۲۰] قرئ بالفتح والکسر“

[مفردات از امام راغب اصفہانی، تحت مادہ 'سین': ۴۳۹، طبع ۱۴۱۶ھ دمشق)

”یعنی اس میں سَيْنَاءَ کو سِيْنَاءَ بھی پڑھا گیا ہے۔“

## معتبر عربی لغات

عربی زبان کے انتہائی معتبر اور مستند لغت 'لسان العرب' میں بھی ایک سے زیادہ قراءتوں (سبعہ، عشرہ) کو تسلیم کیا گیا ہے۔ مثال کے طور پر اس کا ایک مقام ملاحظہ ہو:

”وفی التنزيل: مٰلِك يوم الدين: قرأ ابن كثير ونافع وأبوعمرو وابن عامر وحمزة: مَلِكِ يَوْمِ الدِّيْنِ بغير الف، وقرأ عاصم والكسائی ويعقوب مٰلِكِ بألف“



محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



[لسان العرب:ابن منظور، تحت مادہ، 'ملك']

''تنزیل یعنی قرآن مجید میں ہے: مٰلك یوم الدین اسے ابن کثیر، نافع، ابوعمرو، ابن عامر اور حمزہ نے مَلِكِ یَوْمِ الدِّین الف کے بغیر پڑھا ہے جب کہ عاصم، کسائی اور یعقوب نے اسے مٰلِكِ الف کے ساتھ پڑھا ہے۔''

## مدارس وجامعات میں تدریس

صدیوں سے اسلامی دنیا کے بڑے بڑے مدارس اور جامعات میں قرآن مجید کی ایک سے زیادہ قراءتیں (سبعہ وعشرہ) پڑھائی جارہی ہیں جہاں اہل علم اور مقری حضرات ان کی تدریس میں مشغول رہتے ہیں تو کیا یہ سب علمائے اسلام دین سے ناواقف ہیں؟ ہاں البتہ وہ غامدی صاحب جیسے متجدد اور منکر حدیث کی طرح 'میں نہ مانوں' کی گردان کرنے سے اور 'ایک ہی قراءت کی رٹ لگانے' سے ضرور قاصر ہیں۔

## قاری اور مقری میں فرق

اہل علم جانتے ہیں کہ کسی ایک قراءت کے ماہر کو قاری اور کئی قراءتوں (سبعہ وعشرہ) کے ماہر کو مقری کہا جاتا ہے۔ آج بھی امت مسلمہ میں سینکڑوں ہزاروں مقری ہیں خود ہمارے وطن پاکستان میں بھی درجن بھر مستند مقری موجود ہیں جو اس بات کی دلیل ہے کہ قرآن کی ایک سے زیادہ قراءتیں ثابت ہیں۔

## ملک فہد کمپلیکس

عالم اسلام کے مرکز سعودی عرب کے مجمع الملک فہد (مدینہ منورہ) کی طرف سے علمائے دین کی زیرنگرانی مختلف قراءتوں (ورش، دوری، قالون وغیرہ) کے مطابق لاکھوں کی تعداد میں مصاحف طبع کر کے متعلقہ مسلمان ممالک کی طرف بھیجے جاتے ہیں جو اس بات کا واضح ثبوت ہے کہ اُمت مسلمہ میں مختلف قراءتوں کے مطابق قرآن مجید کی تلاوت کی جاتی ہے۔

## عجم کے فتنے کی باقیات کون؟

غامدی صاحب فرماتے ہیں کہ ''ایک قراءت کے سوا باقی تمام قراءتیں عجم کے فتنے کی باقیات ہیں۔''

غالباً یہ حربہ انہوں نے جناب پرویز صاحب سے سیکھا ہے جو تمام احادیث کو عمر بھر عجمی سازش کا نتیجہ قرار دیتے رہے۔ اب انہی کے انداز میں غامدی صاحب نے بھی قرآن مجید کی ایک قراءت کے سوا باقی سب قراءتوں کو عجم کا فتنہ قرار دے ڈالا ہے۔

غامدی صاحب کو معلوم ہونا چاہیے کہ جس 'قراءتِ حفص' کو وہ 'قراءت عامہ' کا جعلی نام دے کر صحیح مان رہے ہیں وہ دراصل امام عاصم بن ابی النجود رحمہ اللہ کی قراءت ہے جس کو امام حفص نے ان سے روایت کیا ہے اور خود امام عاصم ابن ابی النجود عربی النسل نہیں بلکہ عجمی النسل تھے۔ چنانچہ امام بدرالدین زرکشی رحمہ اللہ نے اپنی شہرہ آفاق کتاب البرہان فی علوم القرآن میں پہلے سبعہ قراء (سات مشہور قراء حضرات) کے یہ نام لکھے ہیں:

1. عبداللہ بن کثیر رحمہ اللہ [م ۱۲۰ھ]
2. نافع بن عبدالرحمن رحمہ اللہ [۱۶۹ھ]



محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com


3 عبداللہ بن عامر رحمہ اللہ [۱۱۸ھ]

4 ابوعمرو بن علاء رحمہ اللہ [م ۱۵۴ھ]

5 عاصم بن ابی النجود رحمہ اللہ [م ۱۲۸ھ]

6 حمزہ بن حبیب رحمہ اللہ [م ۱۵۶ھ]

7 علی بن حمزہ الکسائی رحمہ اللہ [م ۱۸۹ھ]

”ولیس فی ھؤلاء السبعة من العرب إلا ابن عامر وأبو عمرو“

[البرھان فی علوم القرآن از زرکشی :۱/۳۲۹،طبع بیروت]

''اوران ساتوں میں سوائے ابن عامر اور ابوعمر کے کوئی بھی عربی النسل نہیں۔''

اب غامدی صاحب اگر عربی النسل قراء کی قراءتوں کو عجم کا فتنہ کہہ کر ان کا انکار کر سکتے ہیں تو وہ ایک عجمی قاری کی قراءت (امام عاصم کی قراءت جس کی روایت امام حفص نے کی ہے اور جسے غامدی صاحب 'قراءتِ عامہ' کا نام دے کر صحیح مانتے ہیں) کو کس دلیل سے صحیح مانتے ہیں؟ اگر عربی قراءتیں محفوظ نہیں رہیں اور عجم کے فتنے کا شکار ہوگئی ہیں تو ایک عجمی قراءت عجم کے فتنے سے کیسے محفوظ رہ گئی؟

حقیقت یہ ہے کہ یہ متواتر قراءتیں عجم کا فتنہ نہیں ہیں بلکہ غامدی صاحب خود عجم کا فتنہ ہیں۔

## کیا قرآن صرف وہی ہے جو مصحف میں ثبت ہے؟

غامدی صاحب کا یہ دعویٰ ہے کہ قرآن صرف وہی ہے جو مصحف میں ثبت ہے۔ غالباً وہ قرآن اور مصحف کا فرق نہیں جانتے ۔حقیقت یہ ہے کہ جب قرآن کو رسم الخط کی شکل میں لکھا جاتا ہے تو وہ مصحف کہلاتا ہے۔لیکن اصل قرآن وہ ہے جو ایک مستند حافظ یا قاری کے سینے میں محفوظ ہوتا ہے اور وہ زبانی طور پر اس کی تلاوت کرتا ہے۔اللہ تعالیٰ کا اِرشاد ہے کہ

﴿بَلْ هُوَ آيٰتٌۢ بَيِّنٰتٌ فِيْ صُدُوْرِ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْعِلْمَ﴾ [العنکبوت:۴۹]

''بلکہ یہ (قرآن) ایسی واضح آیتیں ہیں جو ان لوگوں کے سینوں میں ہیں جن میں علم عطا ہوا ہے۔''

یہی وجہ ہے کہ جب کسی مصحف کی تیاری میں کچھ غلطیاں ہو جاتی ہیں تو ان کی نشاندہی اور اصلاح کا کام بھی کوئی مستند حافظ یا قاری سرانجام دیتا ہے۔ پس معلوم ہوا کہ قرآن کی حفاظت کا اصل دار و مدار اس کے حفظ و قراءت پر ہے نہ کہ مصاحف پر۔

پھر اہل علم جانتے ہیں کہ قرآن مجید تحریری شکل میں نازل نہیں ہوا ہے بلکہ وقفے وقفے سے جبرئیل علیہ السلام نے نبی اُمی صلی اللہ علیہ وسلم کو پڑھ کر سنایا جسے آپؐ نے حفظ فرمایا۔ پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے لوگوں کو زبانی سنایا اور صحابہ کرام نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے سن کر اسے حفظ کیا۔ یہی سلسلۂ حفظ و قراءت جسے اِصطلاح میں تلقی کہا جاتا ہے نسل در نسل چلا آرہا ہے۔

اس کے علاوہ صحابہ کرام نے احتیاطاً یہ اہتمام بھی کیا کہ قرآن کو مصحف کی صورت میں بغیر نقاط اور اعراب کے امت کو منتقل کر دیا جسے کسی مستند قاری کے بغیر پڑھنے کی ممانعت تھی۔ کیونکہ بغیر استاد کے کسی بھی زبان کی عبارت کا صحیح تلفظ ادا نہیں کیا جا سکتا۔ ورنہ ایسا نہیں ہوا کہ خود نبی امی صلی اللہ علیہ وسلم نے قرآن کے کچھ نسخے (مصاحف) لکھوا کر لوگوں





محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



میں تقسیم کردیئے ہوں کہ ان میں تمہارے لئے اللہ تعالیٰ کی طرف سے نازل شدہ قرآن ثبت ہے اسے پڑھو، سمجھو اور اس کے مطابق عمل کرو۔

❸ کیا اُمت مسلمہ کی عظیم اکثریت جس قراءت کے مطابق قرآن کی تلاوت کر رہی ہے صرف وہی قرآن ہے؟

غامدی صاحب کہتے ہیں کہ اُمت مسلمہ کی عظیم اکثریت جس قراءت کے مطابق قرآن کی تلاوت کر رہی ہے صرف وہی قرآن ہے۔ عظیم اکثریت کی بناپر قرآن کی ایک ہی قراءت ہونے کا دعویٰ بالکل ایسے ہی ہے جیسے کوئی شخص یہ دعویٰ کرے کہ دنیائے اسلام میں چونکہ حنفی فقہ کے پیروکاروں کی عظیم اکثریت ہے لہٰذا صرف فقہ حنفی ہی صحیح اسلامی فقہ ہے اور باقی تمام فقہیں فتنۂ عجم کی باقیات ہیں۔ ظاہر ہے ایسا دعویٰ صرف وہی شخص کرسکتا ہے جو یا تو احمق ہو، یا انتہائی درجے کا متعصب ہو، یا پھر فتنہ پرور۔

پھر کیا اس طرح کا دعویٰ کر کے غامدی صاحب پورے شمالی افریقہ کے درجن بھر ممالک کے ان کروڑوں مسلمانوں کی تکفیر کا ارتکاب نہیں کر رہے جو دوسری متواتر قراءتوں کے مطابق قرآن مجید کی تلاوت کرتے ہیں؟ کیونکہ یہ افریقی مسلمان غامدی صاحب کے فتویٰ کی رو سے جب غیر قرآن کو قرآن مانتے ہیں تو لا محالہ کافر ٹھہرتے ہیں۔ غور کیجئے غامدی صاحب کے نشتر کی رو کہاں تک پہنچ رہی ہے؟

❹ کیا قرآن کا متن ایک قراءت کے سوا کسی دوسری قراءت کو قبول نہیں کرتا؟

اب ہم غامدی صاحب کے موقف کے اس نکتے پر بحث کریں گے کہ کیا قرآن کا متن ایک قراءت کے سوا کسی دوسری قراءت کو قبول نہیں کرتا۔ حقیقت یہ ہے کہ قرآن کے متن میں تمام قراءاتِ متواترہ کی گنجائش موجود ہے۔ اہل علم جانتے ہیں کہ موجودہ مصاحف کے قرآنی الفاظ رسم عثمانی کے مطابق لکھے گئے ہیں۔ اس رسم الخط کی خوبی اور کمال یہی ہے کہ اس میں تمام قراءاتِ متواترہ (سبعہ بلکہ عشرہ) کے پڑھنے کا امکان موجود ہے اور یہ ساری قراءتیں اس ایک متن میں سما جاتی ہیں۔

مثال کے طور پر سورۃ فاتحہ کی آیت ﴿مٰلِكِ يَوْمِ الدِّيْنِ﴾ کو لیجئے۔ اسے رسم عثمانی (بغیر اعراب اور نقطوں کے) میں یوں لکھا گیا تھا:

﴿ ملك يوم الدين ﴾

اس آیت میں لفظ مٰلك کو مٰلِكِ اور مَلِكِ دونوں طرح سے پڑھا جا سکتا ہے اور یہ دونوں قراءتیں متواترہ ہیں۔ قراءت حفص میں اسے مٰلِكِ (میم پر کھڑی زبر) اور قراءت ورش میں اسے مَلِكِ (میم پر زبر) کے ساتھ پڑھتے ہیں۔ حجاز میں یہ دونوں الفاظ ایک ہی مفہوم کے لئے استعمال ہوتے تھے۔ یعنی روزِ جزا کا مالک یا روزِ جزا کا بادشاہ۔ بادشاہ بھی اپنے علاقے کا مالک ہی ہوتا ہے۔ قرآنِ مجید کے نظائر سے بھی ان دونوں مفاہیم کی تائید ملتی ہے۔ اس طرح قراءات کا یہ اختلاف اور تنوع قرآن مجید کے رسم عثمانی میں موجود ہے۔

اب مذکورہ لفظ ملك کے رسم عثمانی پر غور کیجئے تو معلوم ہوگا کہ غامدی صاحب کی رائے کے برعکس اس قرآنی لفظ کا متن قراءت ورش (ملك) کو زیادہ قبول کرتا ہے اور اس کے مقابلے میں قراءتِ حفص کو کم قبول کرتا ہے۔ پہلی قراءت (ورش) میں اسے بغیر کسی تکلف کے ملك کو مَلِكِ پڑھا جا سکتا ہے۔ اور دوسری قراءت (حفص) میں اسے



محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com


تھوڑے سے تکلف (کھڑا زبر) کے ساتھ پڑھا جاتا ہے۔

**پہلی دلیل:** اس کی پہلی دلیل یہ ہے کہ یہی لفظ جب سورۃ الناس میں آتا ہے تو رسم عثمانی کے مطابق اس طرح آتا ہے: ﴿ملك الناس﴾ اور سب اسے ﴿مَلِكِ النَّاسِ﴾ پڑھتے ہیں جو کہ متن کے بالکل قریب ایک صحیح قراءت ہے اور اسے کوئی بھی مٰلِكِ (کھڑے مد کے ساتھ) نہیں پڑھتا۔ لہٰذا سورۃ الفاتحہ میں بھی مٰلِكِ کو مَلِكِ پڑھنے کی پوری گنجائش موجود ہے اور قراءتِ ورش کے مطابق یہ بالکل جائز اور درست ہے۔

**دوسری دلیل:** اس کی دوسری دلیل سورہ ہود، آیت: ۴۱ کے لفظ مَجْرِیهَا میں ہے کہ:

﴿بِسْمِ اللهِ مَجْرِیهَا وَمُرْسٰها﴾

اسے رَسم عثمانی میں یوں لکھا گیا ہے: ﴿ ـسمِ الله محریها ومرسها ﴾

اس میں لفظ (محریها) کو قراءت متواترہ میں تین طرح سے پڑھا جاتا ہے:

محریها (اصل رسم عثمانی)

① مُجْرٰیهَا (ایک متواترہ قراءت کے مطابق)

② مُجْرَےْ هَا (دوسری متواترہ قراءت کے مطابق)

③ مَجْرَےْ هَا (تیسری متواترہ قراءتِ حفص کے مطابق)

اس سے معلوم ہوا کہ رسمِ عثمانی کے مطابق لکھا ہوا یہ لفظ (محریها) جو کہ قرآن کا اصل متن ہے وہ تینوں متواتر قراءتوں کو قبول کر لیتا ہے۔ اور اسے تینوں طریقوں سے پڑھنے کی گنجائش موجود ہے۔ بلکہ اہل علم جانتے ہیں پہلی دو قراءتیں تیسری قراءت حفص کے مقابلے میں زیادہ متداول اور زیادہ فصیح عربی کے قریب ہیں۔ کیونکہ یہی لفظ جب مشہور جاہلی شاعر عمرو بن کلثوم کے معلقے میں آتا ہے:

صبنت الكأس عنا أم عمرو
وكان الكأس مَجْراٰهَا اليمينا

تو اس شعر کے لفظ 'مجراها' کو بھی عام طور پر مَجْراٰهَا پڑھا جاتا ہے۔ اسے قراءت حفص کی طرح کوئی بھی مَجْرَےْ هَا نہیں پڑھتا۔

**تیسری دلیل:**

غامدی صاحب کو معلوم ہونا چاہیے کہ خود قراءت حفص (جسے وہ قراءت عامہ کا نامانوس نام دیتے ہیں) میں بھی قرآن مجید کے کئی الفاظ کی دو دو قراءتیں درست ہیں۔ گویا ایک ہی قراءتِ حفص میں بھی بعض قرآنی الفاظ کو دو دو طریقوں سے پڑھا جا سکتا ہے اور پڑھا جاتا ہے۔ جیسے:

(۱) سورۃ البقرۃ، آیت نمبر ۲۴۵ میں ہے کہ

﴿وَاللهُ يَقْبِضُ وَيَبْصُطُ﴾

میں لفظ يَبْصُطُ کو يَبْسُطُ بھی پڑھا جاتا ہے، جس کے لئے ہمارے ہاں کے مصاحف میں حرف صاد کے اوپر چھوٹا سین ڈال دیا جاتا ہے۔


محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com


(ب) سورۃ الغاشیہ، آیت نمبر ۲۲ میں ہے کہ
﴿لَسْتَ عَلَيْهِمْ بِمُصَيْطِرٍ﴾
میں لفظ بِمُصَيْطِرٍ کو بِمُسَيْطِرٍ بھی پڑھا جاتا ہے۔
(ج) سورۃ الطّور، آیت نمبر ۳۷ میں ہے کہ
﴿أَمْ عِنْدَهُمْ خَزَائِنُ رَبِّكَ أَمْ هُمُ الْمُصَيْطِرُونَ﴾
میں لفظ الْمُصَيْطِرُوْنَ کو الْمُسَيْطِرُوْنَ بھی پڑھا جاتا ہے۔
(د) سورۃ الروم، آیت نمبر ۵۴ میں ہے کہ
﴿اللهُ الَّذِي خَلَقَكُمْ مِنْ ضُعْفٍ ثُمَّ جَعَلَ مِنْ بَعْدِ ضُعْفٍ قُوَّةً ثُمَّ جَعَلَ مِنْ بَعْدِ قُوَّةٍ ضُعْفًا وَشَيْبَةً﴾
میں ضُعْف کے تینوں الفاظ کو ضَعْف بھی پڑھا جاتا ہے۔ (مجمع ملک فہد سے مطبوعہ روایت حفص یا 'قراءتِ عامہ' کے کروڑہا نسخوں میں بھی ایسے ہی لکھا گیا ہے۔ جبکہ پاکستانی مصاحف میں ضُعْف لکھا گیا ہے۔

اس وضاحت کے بعد کیا کوئی شخص یہ دعویٰ کرسکتا ہے کہ قرآن کا متن ایک قراءت کے سوا کسی اور قراءت کو قبول ہی نہیں کرتا؟ ایسا دعویٰ صرف وہی آدمی کرسکتا ہے جو علم قراءات سے نابلد ہو، رسم عثمانی سے بے خبر ہو اور جس نے کبھی آنکھیں کھول کر قرآن کے متن کو نہ پڑھا ہو۔

دراصل قراءات متواترہ کا یہ اختلاف دنیا کی ہر زبان کی طرح تلفظ اور لہجے کا اختلاف ہے۔ اس سے قرآن مجید میں کوئی ایسا تغیر نہیں ہوجاتا جس سے اس کے معنی ومفہوم تبدیل ہوجائیں یا حلال حرام ہوجائے بلکہ اس کے باوجود قرآن قرآن ہی رہتا ہے اور اس کے نفس مضمون میں کسی قسم کا کوئی فرق واقع نہیں ہوتا۔

خود ہماری اردو زبان میں ایسی بہت سی مثالیں موجود ہیں جیسے 'ناپ تول' اور 'ماپ تول' دونوں صحیح ہیں۔ اسی طرح 'کے بارہ میں' اور 'کے بارے میں' دونوں درست ہیں۔

انگلش میں بھی اس کی بے شمار مثالیں پائی جاتی ہیں۔ مثال کے طور پر schedule کو 'شیڈول' بھی پڑھا جاتا ہے اور سکیجوئل بھی۔ constitution کو کانسٹی چوشن بھی پڑھتے ہیں اور کانسٹی ٹیوشن بھی۔ یہ محض تلفظ اور لہجے (pronunciation) کا فرق ہے جو عربی سمیت دنیا کی ہر بڑی زبان میں پایا جاتا ہے۔ بالکل یہی معاملہ قرآن مجید کی مختلف قراءتوں کا ہے۔

یہ تفصیل جان لینے کے بعد آخر یہ دعویٰ کرنے کی کہاں گنجائش باقی رہ جاتی ہے کہ قرآن کی صرف ایک ہی قراءت درست ہے اور باقی تمام قراءتیں عجم کا فتنہ ہے؟


محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



حافظ محمد مصطفیٰ راسخ☆

علومُ القــراء ات

# نص قرآنی کے متعلق چند علوم کا تعارف

علوم القرآن کا موضوع اہل علم کے لیے نیا نہیں، البتہ قرآن کریم کی عبارت (نقش) سے متعلق علوم قرآن، جنہیں علوم القراء ات کہنا زیادہ مناسب ہے، سے اہل علم عموماً واقف نہیں ہوتے۔ زیر نظر مضمون میں مجلس التحقیق الاسلامی کے رفیق کار جناب قاری محمد مصطفیٰ راسخ نے ان تمام علوم کا جامع تعارف پیش کر دیا ہے، جو قراء حضرات میں معروف ہیں۔ نیز انہوں نے واضح کیا ہے کہ تحریک کلّیۃ القرآن الکریم کے تحت جو نصاب مختلف مدارس میں رائج ہے، اس ضمن میں کون سے موضوعات سے طلبہ کلّیۃ القرآن کو روشناس کروایا جاتا ہے۔ [ادارہ]

قرآن مجید اللہ تعالیٰ کی بابرکت کلام اور نبی کریمﷺ پر نازل کردہ عظیم الشان آخری آسمانی کتاب ہے۔ جسے اللہ تعالیٰ نے جن وانس کی ہدایت وراہنمائی کے لئے نازل فرمایا۔ منسوب الی اللہ ہونے کی وجہ سے اس کی عظمت واہمیت سے انکار نہیں کیا جاسکتا۔ 'كلام الملوك ملوك الكلام' کے مصداق، جس طرح اللہ تعالیٰ تمام مخلوقات سے افضل واعلیٰ اور برتر ہیں، اسی طرح قرآن مجید بھی تمام کتابوں اور کلاموں سے افضل واعلیٰ اور برتر ہے۔ حفاظت قرآن مجید کے حوالے سے اللہ تعالیٰ کا یہ وعدہ ہے کہ ﴿إِنَّا نَحْنُ نَزَّلْنَا الذِّكْرَ وَإِنَّا لَهُ لَحَافِظُونَ﴾ [الحجر:۹] ''بے شک قرآن مجید کو ہم نے اتارا ہے اور ہم ہی اس کے نگہبان ہیں۔'' اللہ تعالیٰ کی مذکورہ نگہبانی وحفاظت، قرآن مجید کے حروف، معانی، رسم سمیت جملہ اُمور پر مشتمل ہے۔

قرآن مجید کی اسی عظمت واہمیت کے پیش نظر اہل علم نے اس میں پنہاں متعدد علوم وفنون پر بے شمار کتب لکھ کر اس کے حروف، معانی اور رسم سمیت جملہ اُمور کو محفوظ کر لیا ہے۔ اور یہی حفاظت، مطلوب ومقصودِ الٰہی ہے۔ حفاظت قرآن کے جملہ علوم وفنون میں سے کچھ علوم معانی سے متعلقہ ہیں اور کچھ علوم قرآن مجید کے حروف (یعنی Text) کی حفاظت پر مشتمل ہیں۔ جن میں حروفِ قرآن کے بارے میں ہی بحث کی جاتی ہے۔ مثلاً علم التجوید، علم القراء ات، علم الضبط، علم الرسم، علم الفواصل اور علم الوقف والابتداء وغیرہ۔ ذیل میں ہم نص قرآن سے متعلقہ انہی چند علوم کا مختصر تعارف قارئین کی خدمت میں پیش کر رہے ہیں تاکہ اہل ایمان کا ایمان تازہ ہوجائے اور بیمار دلوں کو شفا ملے۔

اور اس وقت ہمارے ہاں كُلِّيةُ القرآن الكريم والعلوم الاسلامية تابع جامعہ لاہور الاسلامیہ اور پاکستان میں قائم دیگر متعدد کلیات القرآن الکریم میں یہ علوم بطورِ نصاب پڑھائے جا رہے ہیں۔ نیز جب عالم غیر قاری اور قاری غیر عالم کا تصور ختم کر کے دونوں نصابوں (درس نظامی اور علم تجوید وقراء ات) کو یکجا کرنے کا آغاز ہوا

☆ فاضل کلّیۃ القرآن الکریم جامعہ لاہور الاسلامیہ، ورکن مجلس التحقیق الاسلامی، لاہور



محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

تو اس میں بنیادی طور علم التجوید اور علم القراءات کو نمایاں حیثیت دی گئی اور اس کے ساتھ ساتھ ہی ان درج ذیل علوم کو بھی شامل نصاب کر دیا گیا تا کہ طالبانِ علم نصوصِ قرآنی سے متعلقہ ان علوم سے بھی واقفیت حاصل کر سکیں۔ مذکورہ علوم پر مشتمل نصاب، کبار علماء کی ایک کمیٹی نے تشکیل دیا جسے جامعہ لاہور الاسلامیہ کے پراسپیکٹس میں ملاحظہ کیا جا سکتا ہے۔

یاد رہے کہ اس نصاب کی تیاری میں جامعہ اسلامیہ (مدینہ منورہ) کے نصاب کا خصوصی طور پر خیال رکھا گیا اور اس نئے نصاب کو حتی الامکان جامعہ اسلامیہ مدینہ منورہ کے نصاب سے ہم آہنگ کرنے کی کوشش کی گئی ہے۔

## ① علم التجوید

لغوی طور پر تجوید، عمدہ بنانے، اچھا بنانے اور خوبصورت بنانے کو کہتے ہیں۔ جبکہ اہل فن کی اِصطلاح میں تجوید کی تعریف یہ ہے کہ

''حروف قرآنیہ کو صفات اور مخارج کا لحاظ رکھتے ہوئے اَدا کرنا۔''

تجوید سیکھنا ہر مسلمان پر فرض اور واجب ہے تا کہ قرآن مجید میں لحن (غلطی) سے بچا جا سکے اور انسان صحیح عرب کے لب ولہجہ میں قرآن مجید کی تلاوت کر سکے۔ تجوید کے خلاف قرآن مجید پڑھنا حرام ہے اور بسا اوقات لحن جلی سے نماز بھی فاسد ہو جاتی ہے۔ [میزان التّجوید از قاری سید سلیمان سہارنپوری]

قرآن مجید کو تجوید کے ساتھ پڑھنے کی اہمیت کے حوالے سے ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿وَرَتِّلِ الْقُرْآنَ تَرْتِيلًا﴾ [المزمل:۴] ''اور قرآن مجید کو ٹھہر ٹھہر کر پڑھو۔''

ترتیل کے ضمن میں علامہ جزری رحمہ اللہ نے اپنی کتاب 'النشر' اور علامہ قسطلانی رحمہ اللہ نے 'لطائف الإشارات لفنون القراءات' میں امیر المومنین سیدنا علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ کا قول نقل کیا ہے:

"هو تجويد الحروف ومعرفة الوقوف"

''یعنی ترتیل کا مطلب ہے حروف کو تجوید کے ساتھ ادا کرنا اور موقوف کی معرفت ہونا۔''

علامہ بیضاوی رحمہ اللہ نے اس کا معنی 'جوّده تجويداً' کہا ہے۔ [شرح فوائد مكية از قاری محمد ادریس عاصم: ص۵۰]

تجوید کے اثبات میں علامہ جزری رحمہ اللہ اپنی منظوم تصنیف 'المقدمة' میں فرماتے ہیں:

والأخذ بالتجويد حتم لازم
من لم يجود القرآن آثم
لأنه به الإلٰهُ أَنزلا
وهٰكذا منه إلينا وصلا

''(علم) تجوید حاصل کرنا واجب اور ضروری ہے۔ جو تجوید کے ساتھ قرآن نہ پڑھے وہ گناہ گار ہے، کیونکہ اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید کو اسی (تجوید) کے ساتھ نازل کیا اور اسی طرح (تجوید کے ساتھ) اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہم تک پہنچا ہے۔''

تجوید کے ساتھ قرآن مجید پڑھنا فرضِ عین ہے اور اس کا علم فرض کفایہ ہے جیسا کہ ملا علی قاری رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

"العلم به فرض كفاية والعمل به فرض عين" [شرح فوائد مكية از قاری محمد ادریس عاصم: ص۵۵]


محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com


''علم تجوید میں درج ذیل مباحث اور موضوعات پر گفتگو کی جاتی ہے۔''

## حروف کے مخارج

یعنی ہر ہر حرف کو ادا کرنے کا مقام بتایا جاتا ہے کہ اسے کہاں سے ادا کرنا ہے اور حروف کو اَدا کرنے کے مخارج راجح قول پر سترہ (۱۷) ہیں: أقصیٰ حلق، وسط حلق، أدنیٰ حلق، أقصیٰ لسان، وسط لسان، أدنیٰ لسان، طرف لسان، حافه لسان، جوف دهن ، أضراس اور خیشوم وغیرہ ہیں۔

## صفات

یعنی حروف کو اپنے مخارج سے اَدا کرتے وقت کس کیفیت سے اَدا کرنا ہے؟ مثلاً موٹا پڑھنا ہے یا باریک، سخت پڑھنا ہے یا نرم، سانس کو جاری رکھنا ہے یا بند کر لینا ہے۔ وغیرہ وغیرہ۔

اہل فن کے ہاں حروف کی ادائیگی میں پیش آمدہ کیفیات کو صفات کہا جاتا ہے۔ اور پھر صفات کی دو اَقسام ہیں:

① **صفاتِ لازمہ:** صفاتِ لازمہ سے مراد وہ صفات ہیں جو حرف سے کبھی جدا نہ ہوں ،اس کی پھر آگے دو اَقسام ہیں: ① متضادہ ② غیر متضادہ۔

صفات متضادہ دس ہیں جن میں سے پہلی پانچ صفات (یعنی ہمس، شدت، استعلاء، اطباق اور اذلاق) دوسری پانچ صفات (یعنی جہر، رخوت، استفال، انفتاح اور اصمات) کی ضد اور مقابل ہیں۔

صفات غیر متضادہ سات ہیں: صفیر، قلقلہ، لین، انحراف، تکریر، تفشّی اور استطالت۔

② **صفاتِ عارضہ:** صفات عارضہ سے مراد وہ صفات ہیں جو کسی عارضہ کی وجہ سے حروف میں پائی جاتی ہیں۔ مثلاً لفظ جلالۃ (اللہ) سے پہلے اگر زبر یا پیش ہو تو موٹا پڑھیں گے۔ جیسے (هو الله) اور اگر زیر ہو تو باریک پڑھیں گے جیسے (بالله) اور علم تجوید کا بنیادی موضوع یہی مخارج اور صفات ہیں۔

علاوہ ازیں علم تجوید میں وقف وابتداء، ادغام کے مسائل اور مد کے مسائل کے بارے میں بھی تفصیلات بیان کی جاتی ہیں۔ (جن کو تفصیلاً یہاں بیان کرنے کا مقام نہیں ہے۔)

## علم تجوید کے نامور اَساتذہ اور قراء کرام

من حیث الاداء علم تجوید کے سب سے بڑے استاد بذاتِ خود نبی کریم ﷺ ہیں۔ انہوں نے جس طرح جبریل علیہ السلام سے سنا تھا اسی طرح قواعد کے مطابق صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو پڑھا دیا اور چونکہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اہل زبان تھے، لہٰذا ان کو قواعد سیکھنے کی ضرورت نہ تھی۔ بعد میں جب عرب وعجم کا اختلاط ہوا تو قواعد مدوّن کرنے کی ضرورت محسوس ہوئی۔ اور قواعد مدوّن کرنے والوں میں ابو الاسود الدؤلی، ابو عبید قاسم بن سلام، خلیل بن احمد الفراهیدی، ابو عمر حفص الدوری البصری، ابو مزاحم خاقانی اور موسیٰ بن عبید اللہ خاقان البغدادی کے نام سرفہرست ہیں۔

## برصغیر پاک وہند میں علم تجوید کے نامور اَساتذہ کرام

- قاری عبد اللہ مہاجر مکی
- قاری عبد الرحمٰن مکی الہ آبادی
- قاری محمد سلیمان بھوپالی
- قاری مرزا محمود بیگ
- قاری عبد الخالق
- قاری عبد المالک


محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



- قاری حبیب الرحمٰن مکی
- قاری نثار احمد کانپوری
- قاری مشتاق احمد کانپوری
- قاری ضیاء الدین
- قاری محمد یامین
- قاری عبداللہ تھانوی
- قاری اظہار احمد تھانوی
- قاری شریف
- قاری عبدالوہاب مکی
- قاری محمد یحییٰ رسولنگری
- قاری محمد ادریس عاصم
- قاری محمد عزیر
- قاری محمد ابراہیم میر محمدی
- قاری احمد میاں تھانوی
- قاری عبدالرحمٰن ڈیروی
- قاری عبدالستار صاحب
- قاری عبدالباعث سواتی
- قاری فتح محمد پانی پتی
- قاری رحیم بخش پانی پتی
- قاری محمد عمر پانی پتی

**نوٹ:** مذکورہ تمام مشائخ جہاں روایتِ حفص کے اساتذہ ہیں وہیں علم قراءات سبعہ وعشرہ کے وہ نمایاں مشائخ بھی ہیں جن کے سلسلۂ اسانید سے قراءات برصغیر پاک وہند میں منتقل ہوئیں۔

## علم تجوید پر لکھی جانے والی چند معروف کتب

علم تجوید پر متعدد کتب عربی اور اردو زبان میں لکھی جا چکی ہیں جنہیں ان مختصر گذارشات میں قلمبند کرنا مشکل ہے ان میں سے چند معروف کتابوں کے اَسماء گرامی درج ذیل ہیں:

- المقدمة الجزرية از علامہ جزری رحمہ اللہ
- انشراح الصدور فی تجوید کلام الغفور از شیخ وہبہ سرور محلی
- تحفة الراغبین فی تجوید کتاب المبین از محمد بن علی بن خلف الحسینی
- تحفة المريد لمعرفة التجويد از شیخ حسین بن ادریس بن احمد
- العقد الفريد فی فن التجويد از شیخ علی بن احمد صبرہ
- الشرح الجديد فی أحكام التجويد از مصطفیٰ احمد ابوسنہ
- هداية المستفيد فی علم التجويد از شیخ محمد المحمود
- هداية القاری إلی تجويد كلام الباری از قاری المقری سید عبدالفتاح المرصفی العجمی المصری
- فوائد مکیہ از قاری المقری عبدالرحمٰن الہ آبادی
- تعلیقات مالکیہ شرح فوائد مکیہ از قاری المقری عبدالمالک صاحب علی گڑھ
- أسهل التجويد از قاری المقری یحییٰ رسولنگری
- تحبير التجويد از قاری محمد ادریس عاصم صاحب
- هدية الوحيد از قاری عبدالوحید خان الہ آبادی
- تعليم الوقف از قاری عبداللہ مکی صاحب
- جمال القرآن از قاری محمد اشرف علی تھانوی

قاری محمد ادریس عاصم حفظہ اللہ نے اپنی کتاب 'شرح فوائد مکیہ' میں علم تجوید پر لکھی گئی تقریباً ایک سو چوالیس (۱۴۴) کتب کے اسماء گرامی نقل کیے ہیں اور ساتھ ہی فرمایا ہے کہ وہ اپنی کتاب 'تاریخ علم تجوید وقراءت' میں علم تجوید پر لکھی



محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



گئی مزید کتب کے نام ذکر کریں گے۔ [شرح فوائد مکیة:ص۶۷تا۶۹]

## ② علم القراءات

چونکہ ماہنامہ 'رشد' لاہور کا شمارہ ہذا 'قراءات نمبر' اسی فن سے متعلقہ مضامین پر مشتمل ہے اور اس شمارے میں فن قراءات کی تعریف، اہمیت، قراءات کی اَسانید وحجیت، منکرین قراءت کا حکم، معروف قراء کرام اور معروف کتب وغیرہ سے متعلقہ تمام مباحث بالتفصیل موجود ہیں لہٰذا علم القراءات کا علیحدہ سے تعارف کروانا تکرار مکرر ہوگا جو غیر مفید ہے۔گویا کہ شمارہ ہذا میں اس فن کا تفصیلی تعارف موجود ہے۔

## ③ علم الضبط

لغوی طور پر ضبط کا معنی ہے کسی شے کی حفاظت کرنے میں انتہا تک جانا ہے، جبکہ اِصطلاحاً علم ضبط سے مراد وہ علم ہے جس کے ذریعے حرف کو پیش آنے والے حالات (مثلاً حرکت، سکون، شد اور مد وغیرہ) کی پہچان ہوتی ہے، اس کو شکل بھی کہتے ہیں۔ [إرشاد الطالبین]

علم الضبط کا موضوع وہ علامات ونشانات (مثلاً حرکات ثلاثہ، سکون، مد وشد وغیرہ) ہیں، جو کلمات قرآن کے درست تلفظ اور ان کی نطقی کیفیات کے تحفظ میں مدد دیتے ہیں۔ یہ مدد والی بات ہم نے اس لیے کہی ہے کیونکہ صحیح تلفظ کی تعلیم کا اصل طریقہ تو تلقی اور سماع ہے جو نبی کریم ﷺ سے لے کر آج تک معمول بہ چلا آرہا ہے، تنہا علامات استاد یا شیخ کا بدل کبھی نہیں ہوسکتیں یہی وجہ ہے کہ بعض صورتوں میں علاماتِ ضبط کی موجودگی کے باوجود یہ لکھ دیا جاتا ہے کہ صحیح تلفظ استاذ سے شفوی طور پر سیکھا جائے۔ تاہم درست تلاوت قرآن کے لئے کسی صحیح کتابت والے مصحف کی ضرورت ہر مسلمان کو پڑتی ہے۔ اور اس مقصد کے لئے کتابت کی صحت علم الضبط کے بغیر ممکن نہیں۔

[قرآن وسنت، چند مباحث: ص۱۰۴]

## علامات ضبط کی تدوین

چونکہ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین اہل زبان تھے اس لیے انہیں بلا اِعراب (یعنی حرکات ثلاثہ زبر، زیر، پیش شد اور مد کے بغیر) قرآن مجید پڑھنے میں کوئی دقت محسوس نہ ہوتی تھی۔ اور وہ آسانی کے ساتھ قرآن مجید کی صحیح تلفظ کے ساتھ درست تلاوت کر لیا کرتے تھے۔ جب فتوحاتِ اسلامیہ کا دائرہ وسیع ہوتا چلا گیا اور عرب وعجم میں اختلاط ہوا تو اہل عجم کے لئے، قرآن مجید کی بلا اِعراب صحیح تلاوت کرنا، آسان کام نہ تھا۔ چنانچہ انہوں نے تلاوتِ قرآن مجید میں غلطیاں کرنا شروع کر دیں۔ جس سے یہ ضرورت محسوس ہوئی کہ قرآن مجید کے (بلا اعراب) رسم پر ایسی علامات لگا دی جائیں جن سے اہل عجم کے لئے تلاوت کرنا آسان ہو جائے۔

علم الضبط کے سب سے پہلے موجد ابو الاسود الدؤلی ہیں۔ جنہوں نے لفظوں کے ذریعے شکل (حرفوں کی آواز کو علامات کے ذریعے متعین کرنا) کے ایک طریقہ کار کی ابتداء کی۔ ابو الاسود الدؤلی کے اس کام پر آمادہ ہونے کے محرکات کی مختلف روایات ہیں۔ ایک روایت یہ ہے کہ اس کا باعث ان کا عبید اللہ بن زیاد کا اَتالیق ہونا بنا۔ دوسری روایت یہ ہے کہ ایک موقع پر انہوں نے خود اپنی بیٹی کو غلط عربی بولتے سنا، تیسری روایت یہ ہے کہ کسی عدالت میں



محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com


مدعی نے اپنا کیس بالکل غلط عربی میں پیش کیا۔ چوتھی اور مشہور روایت یہ ہے کہ انہوں نے کسی آدمی کو سورہ التوبہ کی آیت نمبر تین میں لفظ (ورسولہ) کو مجرور پڑھتے ہوئے سنا۔ ممکن ہے یہ ساری وجوہ ہی درست ہوں بہر حال ابوالاسود الدؤلی نے حالات کی نزاکت کے پیش نظر والی بصرہ زیاد کے مطالبہ پر یہ عظیم الشان خدمت سرانجام دی۔

[قرآن وسنت چند مباحث:ص۱۱۰]

اس مقدس کام کا آغاز کرتے ہوئے ابوالاسود الدؤلی نے قبیلہ عبد القیس یا قبیلہ قریش کے چند کاتبوں میں سے ایک ذہین ترین آدمی کو منتخب کیا اور اسے حکم دیا کہ مصحف کی روشنائی سے مختلف رنگ کی روشنائی لے لو۔ اور میرے ہونٹوں کا دھیان رکھو جب میں ہونٹ کھولوں (یعنی زبر پڑھوں) تو حرف کے اوپر ایک نقطہ لگا دینا، جب ہونٹ گول کروں (یعنی پیش پڑھوں) تو حرف کے سامنے ایک نقطہ لگا دینا۔ اور جب ہونٹ جھکاؤں (یعنی زیر پڑھوں) تو حرف کے نیچے ایک نقطہ لگا دینا اور جب تنوین پڑھوں تو ایک کی بجائے دو دو نقطے لگا دینا۔ یہی طریقہ کار اختیار کرتے ہوئے انہوں نے مکمل قرآن مجید پر اعراب لگا دیئے جو نقطوں کی شکل میں تھے۔ ابوالاسود الدؤلی رحمہ اللہ روزانہ ایک مجلس میں ضبط کیے ہوئے حصے کی بذاتِ خود نظر ثانی فرماتے اور پھر آگے کام شروع کر دیتے، اس طرح انہوں نے مکمل قرآن مجید پر علامات ضبط لگا دیں۔

ابوالاسود الدؤلی کے بعد نصر بن عاصم اور یحییٰ بن یعمر نے حجاج بن یوسف کے زمانہ میں ابوالاسود الدؤلی رحمہ اللہ کے کام میں مزید کچھ مفید اضافے کئے اور ایک ہی شکل میں لکھے جانے والے مختلف آوازوں والے حروف پر نقطے لگا کر ان کی آوازوں کو متعین کر دیا۔ مثلاً (ب) پر کوئی نقطہ نہیں تھا انہوں نے اس پر نقطہ لگا کر اسے تین الگ الگ آوازوں والے حروف (ب، ت، ث) میں تقسیم کر دیا اور اس طرح تمام ہم شکل حروف میں امتیاز کے لئے نقطے لگا دیئے۔ ان کے اس کام کو اہل فن کی اِصطلاح میں نقط الإعجام کہا جاتا ہے۔

**حروف معجمہ درج ذیل پندرہ ہیں:**

ب، ت، ث، ج، خ، ذ، ز، ش، ض، ظ، غ، ف، ق، ن، ي

**حروف مہملہ درج ذیل تیرہ ہیں:**

ا، ح، د، ر، س، ص، ط، ع، ك، ل، م، و، ھ۔

نصر بن عاصم اور یحییٰ بن یَعْمُر نے یہ نقطے (الإعجام) مصحف کی سیاہی کے موافق روشنائی کے ساتھ لگائے تھے تاکہ ابوالاسود کے لگائے ہوئے نقط الاعراب سے ممتاز ہوسکیں۔ جو مصحف کی سیاہی سے مختلف سیاہی کے ساتھ لگائے گئے تھے۔

عباسی دور کے ابتدائی کئی برسوں ... بلکہ تقریباً ایک صدی تک ...کتابتِ مصاحف کا یہی طریقہ رائج رہا (یعنی حرکات بذریعہ رنگدار نقاط اور حرفوں کے نقطے مقابلۃً ان سے ذرا چھوٹے مگر کتابت متن والی سیاہی لکھنا) تاہم یہ دو قسم کے نقطے لکھنے اور پڑھنے والے ہر دو کے لئے صعوبت اور التباس کا سبب بنتے تھے اس لیے اعجام کے نقطے آہستہ آہستہ محض قلم کے قط کے برابر ہلکی ترچھی لکیروں کی صورت میں ظاہر کیے جانے لگے۔ [قرآن وسنت چند اہم مباحث: ص۱۱۳،۱۱۴]

نقاط کی مشابہت سے پیدا ہونے والے التباس کے امکان کو کم کرنے کے لئے اور کتابت میں بیک وقت متعدد




محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



سیاہیوں کے استعمال کی صعوبت سے بچنے کے لئے ایک اور اصلاح کی ضرورت محسوس ہونے لگی۔ چنانچہ مشہور نحوی اور واضع علم العروض خلیل بن احمد الفراہیدی رحمہ اللہ نے وقت کی اس ضرورت کو نئی علامات ضبط ایجاد کر کے پورا کیا۔ اور یہی وہ علاماتِ ضبط ہیں جو کم وبیش آج بھی ہر جگہ نہ صرف کتابتِ مصاحف میں بلکہ کسی بھی مشکل عربی عبارت کے لئے استعمال ہوتی ہیں۔

خلیل فراہیدی نے نقط الاعجام کو متن کی سیاہی سے لکھنا اسی طرح برقرار رکھا۔ بلکہ انہوں نے حرفوں کے نقطوں کی تعداد اور ان کی جگہ کے تعین کے اسباب وعلل بھی بیان کئے۔ البتہ انہوں نے الشکل بالنقاط کی بجائے الشکل بالحرکات کا طریقہ ایجاد کیا۔ انہوں نے زبر کے لئے حرف کے اوپر ایک ترچھی لکیر ( ـَ ) زیر کے لئے حرف کے نیچے ایک ترچھی لکیر ( ـِ ) اور پیش کے لئے حرف کے اوپر ایک مخفف سی واؤ کی شکل ( ـُ ) لگانا تجویز کیا۔ اور تنوین کے لئے ایک کی بجائے دو دو حرکات ( ـً ـٍ ـٌ ) مقرر کیں۔ خلیل بن احمد نے ان حرکات ثلاثہ کے علاوہ پانچ نئی علامات ضبط ایجاد کیں۔ اس نے سکون کے لئے حرف ساکن کے اوپر ( ـْ ) یا ( ہ ) کی علامت وضع کی جو لفظ 'جزم' کے میم یا میم کے سرے کا مخفف نشان ہے۔ شدہ یا تشدید کے لئے اس نے حرف مشدد کے اوپر ( ـّ ) لگانا تجویز کیا جو ( ش ) کے سرے سے ماخوذ ہے۔ مدہ یا تمدید کے لئے حروف ممدودہ کے اوپر ( آ ) کی علامت اختیار کی جو دراصل لفظ 'مدّ' ہی کی دوسری مخفف شکل ہے۔ اسی طرح ہمزہ وصل کے لیے الف کے اوپر (صـ) یعنی 'صلۃ' کے 'ص' کی ایک صورت اور ہمزہ قطعی کے لیے ( ء ) کی علامت وضع کی جو حرف ( ع ) کے سرے سے ماخوذ ہے کہتے ہیں کہ الخلیل نے روم اور اشمام کے لئے بھی علامات وضع کی تھیں۔

خلیل بن احمد الفراھیدی کی ایجاد کردہ علاماتِ ضبط کی سب سے بڑی خوبی یہ تھی کہ اس میں کتابت کے لئے دو سیاہیاں استعمال کرنا لازمی نہ تھا بلکہ متنِ قرآن اور علاماتِ ضبط سب ایک ہی سیاہی سے لکھے جانے لگے۔ اس سے کتابت میں صعوبت اور قراءات میں التباس کے امکانات کم تر ہو گئے۔ اس لئے یہ طریقہ بہت مقبول ہو گیا۔ آج کل دنیا بھر میں کتابت مصاحف کے لئے علاماتِ ضبط کا یہی طریقہ رائج ہے البتہ ضرورۃً ...اور بعض جگہ رواجاً... اس میں مزید اِصلاحات اور ترمیمات کا سلسلہ جاری رہا۔ [قرآن وسنت چند اہم مباحث: ۱۱۴، ۱۱۵]

## علامات ضبط کا حکم

کتابت مصاحف میں علاماتِ ضبط کے اس کثیر التنوع استعمال سے یہ بات بھی کھل کر سامنے آتی ہے کہ علم الضبط کو علم الرسم کی طرح کی کوئی ایسی تقدیس حاصل نہیں ہے کہ ایک زمانے یا کسی ایک علاقے میں رائج طریق ضبط کی پابندی کو واجب قرار دیا جائے۔ بلکہ اس میں آسانی کے لئے آج بھی تبدیلی کرنا جائز ہے۔ بشرطیکہ نئی ایجاد کردہ علامات قدیم علامات ضبط سے آسان اور سہل ہوں۔ برصغیر پاک وہند میں رائج علامات ضبط سلف سے منقول قدیم علامات ضبط سے مختلف ہیں، لیکن یہ علامات مقابلۃً ان سے آسان ہیں۔ اس لیے علماء نے آسانی کی غرض سے ان علامات کے ساتھ کتابت قرآن مجید کی اِجازت دی ہے، بشرطیکہ اس میں موجود چند خامیوں کو دور کر لیا جائے۔

## علم الضّبط پر لکھی گئی چند کتب کے نام

* الطراز فی شرح ضبط الخراز از ابی عبداللہ محمد بن عبداللہ بن عبدالجلیل التنیسی رحمہ اللہ





محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



- کتاب أصول الضبط وکیفیته علی جهة الاختصار از امام ابوداؤد سلیمان بن نجاح رحمہ اللہ
- رسالة فی علم الکتابة از ابی حیان التوحیدی، حققه الدکتور ابراہیم الکیلانی رحمہ اللہ
- السّبیل إلی ضبط کلمات التّنزیل فی فن الضبط از الشیخ احمد محمد ابی زیت رحمہ اللہ
- سمیر الطالبین فی رسم وضبط الکتاب المبین از الشیخ علی محمد الضباع رحمہ اللہ
- کتاب العین از خلیل بن أحمد الفراهیدي حققه مهدی المخزومی وابراہیم السامرائی رحمہ اللہ (بغداد)
- کتاب النقط از ابی عمرو عثمان بن سعید الدانی رحمہ اللہ
- کشف الغمام عن ضبط مرسوم الإمام از حسن بن علی بن ابی بکر الشهیر بالشبانی رحمہ اللہ (مخطوط)
- المحکم فی نقط المصاحف از ابی عمرو عثمان بن سعید الدانی رحمہ اللہ
- رسم المصحف وضبطه بین التوقیف والاصطلاحات الحدیثة از الدکتور شعبان محمد اسمٰعیل رحمہ اللہ
- اِرشاد الطالبین فی ضبط القرآن الکریم از الدکتور محمد سالم المحیسن رحمہ اللہ
- دلیل الحیران شرح مورد الظمآن في رسم وضبط القرآن للمارغنی التونسی رحمہ اللہ
- إیفاء الکیل بشرح متن الذیل فی فنّ الضبط از عبد الرزاق بن علی بن ابراہیم موسیٰ رحمہ اللہ (مدرس بالازہر سابقاً)

## ④ علم الرسم

رسم کا لغوی معنی اثر یا نشان ہے، اس کی جمع رسوم (آثار، نشانات) آتی ہے جب کہ 'علم الرسم' سے مراد وہ علم ہے جس کے ذریعے مصاحفِ عثمانیہ کی املاء میں رسم قیاسی کی مخالفت اور اختلافات کا پتہ چلتا ہے۔

[قرآن وسنت چند مباحث: ص۴۷]

قاری رحیم بخش پانی پتی رحمہ اللہ علم الرسم کی تعریف کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

''قرآنی کلمات کو حذف وزیادت اور وصل وقطع کی پابندی کے ساتھ اس شکل پر لکھنے کا علم، جس پر صحابہ کرام کا اجماع ہے اور تواتر کے ساتھ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے منقول ہے۔'' [الخط العثماني فی الرسم القرآنی: ص۲]

علم الرسم کا موضوع قرآن مجید کے حروف من حیث الکتابت ہیں، کیونکہ اس علم میں حروف کی رسم ہی کا بیان ہوتا ہے تاکہ جس طرح قرآن مجید من حیث المعنی محفوظ ہے، اسی طرح اس کی رسم بھی محفوظ ہو جائے۔ تمام قراء کرام اور اہل علم پر واجب ہے کہ قرآن مجید کے رسم کا علم حاصل کریں اور اس کی پیروی کریں اور اس کی مخالفت کرنے سے اجتناب کریں۔ [الخط العثمانی في الرسم القرآنی: ص۷]

رسم عثمانی توقیفی ہے، جسے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے خود اپنی نگرانی میں لکھوایا۔ عہد صدیقی اور عہدِ عثمانی میں بھی حضرت زید ابن ثابت رضی اللہ عنہ نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے لکھوائے ہوئے رسم کے مطابق قرآن مجید کو جمع کیا۔ کتابت مصاحف میں رسم عثمانی کا التزام کرنا فرض اور واجب ہے۔ رسم عثمانی کے خلاف عربی یا غیر عربی حروف میں لکھنا حرام ہے، کیونکہ یہی وہ معیاری رسم ہے جس پر (۱۲۰۰۰) بارہ ہزار صحابہ کرام اور اُمت کا اجماع ہے۔ (رسم عثمانی کی توقیفیت اور کتابت مصاحف میں اس کا التزام کرنے کے حوالے سے تفصیلات جاننے کے لیے راقم الحروف کے 'رسم عثمانی اور اس کی شرعی



محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



حیثیت' نامی مضمون کا مطالعہ فرمائیں۔ جو ماہنامہ 'رشد' کے شمارہ ہذا 'قراءات نمبر' میں شامل اشاعت ہے۔

مصاحف عثمانیہ کا رسم زیادہ تر رسم قیاسی کے موافق ہی ہے صرف چند کلمات میں رسم عثمانی مروّجہ رسم قیاسی کے خلاف ہے۔ ذیل میں ہم رسم عثمانی اور رسم قیاسی کے اختلاف کی بطورِ نمونہ چند مثالوں کو بیان کرتے ہیں۔ جس سے آپ رسم عثمانی اور رسم قیاسی کے بنیادی اختلاف کو سمجھ جائیں گے۔

| رسم عثمانی | رسم قیاسی |
| --- | --- |
| آلئٰن | الآنَ |
| اِیّٰیَ | اِیَّایَ |
| العُلَمٰٓؤُا | العُلَمَاءُ |
| جاۨیِٔ ءَ | جِیءَ |
| سأوریکم | سأریکم |
| الاِنْسٰن | الإنسان |
| یَبْنَؤُمَّ | یَا ابْنَ أمَّ |
| بأییدٍ | بأیْدٍ |
| أفائِنْ | أفَإنْ |
| سَلٰسِلَا | سَلٰسِلَ |

## رسم عثمانی پر لکھی گئی چند معروف کتابوں کے نام

- المقنع في معرفة رسم مصاحف الأمصار از امام ابی عمرو عثمان بن سعید الدانی رحمہ اللہ
- مختصر التبیین لهجاء التنزیل از امام ابی داؤد سلیمان بن نجاح رحمہ اللہ
- جامع البیان في معرفة رسم القرآن از علی اسماعیل السید ہنداوی رحمہ اللہ
- إعجاز رسم القرآن از محمد شملول رحمہ اللہ
- الخط العثمانی في رسم القرآنی از قاری رحیم بخش پانی پتی رحمہ اللہ (اردو)
- سمیر الطالبین فی رسم وضبط الکتاب المبین از الشیخ علی محمد الضباع رحمہ اللہ
- رسم المصاحف وضبطه بین التوقیف والاصطلاحات الحدیثیة از الدکتور شعبان محمد اسماعیل رحمہ اللہ
- دلیل الحیران شرح مورد الظمآن فی رسم وضبط القرآن از مارغنی التونسی رحمہ اللہ
- اختلاف مصاحف الشام والحجاز والعراق از عبداللہ بن عامر الیحصبی رحمہ اللہ
- کتاب اختلاف مصاحف أهل المدینة وأهل الکوفة وأهل البصرة از علی بن حمزہ الکسائی رحمہ اللہ
- الإعلان بتکملة مورد الظمآن از ابن عاشر رحمہ اللہ
- اختلاف المصاحف از خلف بن ہشام البزاز رحمہ اللہ



محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



* اختلاف أهل الكوفة والبصرة والشام فى المصاحف از یحییٰ بن زیاد الفراء رحمہ اللہ
* اللطائف فى جمع هجاء المصاحف از ابن مقسم العطار رحمہ اللہ
* البديع فى هجاء المصاحف از مکی بن طالب القیسی رحمہ اللہ
* عنوان الدليل فى مرسوم خط التنزيل از أبي العباس المراکشی الشہیر بابن البناء رحمہ اللہ
* عقيلة أتراب القصائد فى بيان رسم المصاحف از قاسم بن فیرہ الشاطبی رحمہ اللہ
* كشف الأسرار فى رسم مصاحف الامصار از ابی یحییٰ محمد بن محمود الشہیر ازی السمرقندی رحمہ اللہ
* رسم عثمانی اوراس کی شرعی حیثیت از حافظ سمیع اللہ فراز (مقالہ ایم فل شیخ زید اسلامک سنٹر)

علم الرسم کے بارے میں یہ بطور نمونہ چند کتب کے نام ذکر کر دیئے ہیں۔ ورنہ علم الرسم پر اتنی زیادہ کتابیں لکھی جا چکی ہیں کہ ان کا شمار کرنا بھی کارِ دشوار ہے۔ پروفیسر حافظ احمد یار صاحب نے اپنی کتاب 'قرآن وسنت چند مباحث' میں تقریباً ۵۰ کتابوں کے نام ذکر کئے ہیں۔ اس کثرت تالیفات کا ایک سبب غالب یہ بھی بنا کہ مصاحف کی تیاری مسلمانوں کی روزمرہ کی ضروریات کا ایک جزء تھا (اور ہے) ہر مسلمان کو نہیں تو کم ازکم ہر مسلمان کنبہ کو ایک مصحف کی لازماً ضرورت ہوتی تھی۔ اسی بناء پر ہر ایک کاتب مصحف کے پاس ایک مختصر راہنمائے رسم قرآن کی قسم کا رسالہ یا کتاب کا ہونا ضروری تھا۔ جس میں کم ازکم ضروری مقامات کی املاء کے بارے میں معلومات اور ہدایات موجود ہوں۔ چنانچہ قرآن مجید کے ایسے تمام مقامات کی سورت بسورت نشان دہی کے لئے متعدد مختصر اور مطول کتب لکھی گئیں۔ [قرآن وسنت چند مباحث: ص۶۱]

## ⑤ علم الفواصل (یا عدّ الآي)

علم الفواصل سے مراد ایک ایسا فن ہے، جس میں قرآن مجید کی سورتیں اور ان کی آیتوں کا شمار اور ان کے ابتدائی اور آخری سرے بتائے جاتے ہیں۔ علم الفواصل کا موضوع بھی قرآن کی سورتیں اور آیات ہیں، کیونکہ اس علم میں انہی کے حالات سے متعلق بحث کی جاتی ہے۔ شمار آیات کے علم کے متعدد فوائد ہیں جن میں سے چند فوائد درج ذیل ہیں:

* نماز میں مسنون قراءت کا میسر آجانا چنانچہ نبی کریم ﷺ فجر کی نماز میں ساٹھ (۶۰) آیتوں سے سو (۱۰۰) آیتوں تک پڑھتے تھے۔
* رات میں دس، پچاس، سو، دوسو، تین سو آیتوں کی تلاوت پر خاص خاص درجوں کا عطا ہونا۔
* دو، تین، چار یا ان سے زیادہ آیات سیکھ لینے کا اتنی ہی اونٹنیاں مل جانے سے بہتر ہونا۔
* آیات شمار کرنے کے ذریعے نبی کریم ﷺ کی سنت ادا کرنے کا ثواب نصیب ہونا کیونکہ آپ ﷺ انگلیوں سے آیات شمار کرتے تھے۔
* سورۃ ملک کی تیس (۳۰) آیتوں کا سفارش کرنا اور اس کا قبول ہو جانا۔
* سورۃ الکہف کی پہلی دس آیات حفظ کر لینے کے سبب دجال کے فتنے سے محفوظ رہنا۔
* رات میں بیدار ہونے کے وقت سورت آل عمران کے آخری رکوع کی تلاوت کا ثواب میسر آنا جو نبی کریم ﷺ کی سنت ہے۔



محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



* رات کے وقت سورۃ بقرہ کی آخری دو آیات کی تلاوت کا آفتوں اور پریشانیوں سے بچانے اور ہر نعمت دلانے کے لئے کافی ہونا۔
* نماز میں سورۃ الفاتحہ کے بعد چھوٹی تین آیات اور بڑی ایک آیت کی تلاوت کا احناف کے ہاں واجب اور دوسرے اماموں کے ہاں سنت ہونا۔
* ورش کے لئے ذوات الراء کلمات اور گیارہ سورتوں کے رؤس آیات کے یائی کلمات میں صرف تقلیل ہے۔

[کاشف العسر شرح ناظمة الزهر: ص۴۳،۴۴]

## علم الفواصل (یا علم عدّ الآی) کی توقیفیت

علم الفواصل توقیفی ہے، کیونکہ نبی کریم ﷺ سے صحیح ثابت ہے کہ آپ نے بعض سورتوں کی آیات کی تعداد بتائی اور گن کر بتلایا کہ اس اس سورت کی اتنی اتنی آیات ہیں۔ یا آپ ؐ نے بعض متعین آیات (مثلاً سورۃ الکہف کی پہلی دس یا سورۃ البقرۃ کی آخری دو وغیرہ) کے فضائل بیان کیے ہیں۔ جس سے معلوم ہوتا ہے کہ شمار آیات توقیفی ہے۔ شمار آیات کے بارے میں چند صحیح احادیث درج ذیل ہیں:

* امام دانی رحمہ اللہ کی روایت پر سیدہ ام سلمہؓ سے منقول ہے کہ میں نے اپنے کانوں سے سنا کہ نبی کریمؐ اس سورت (یعنی سورۃ الفاتحہ) کی تلاوت فرمارہے تھے سو آپ ﷺ ''بسم الله الرحمن الرحيم۞ العلمين۞ الرحيم۞ الدين۞ نستعين۞ پانچوں آیات میں سے ہر ایک پر ایک ایک انگلی بند کرتے رہے۔ اور نستعین پر پہنچ کر پانچوں انگلیاں بند کرلیں۔ پھر المستقیم' پر ایک انگلی کھڑی کرلی۔ جس میں اشارہ تھا کہ یہاں چھ آیتیں ہوگئیں۔ پھر سورت کے آخر میں ایک انگلی اور اٹھالی جس کے معنی یہ تھے کہ سات آیتیں ہوگئیں۔

* سیدنا ابوہریرۃ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: قرآن مجید کی تیس (۳۰) آیتوں نے اللہ تعالی سے ایک شخص کے بارے میں سفارش کی یہاں تک کہ اس کو جنت میں پہنچا دیا۔ اور وہ سورۃ الملک ہے۔

* سیدنا ابوالدرداء رضی اللہ عنہ سے منقول ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: جس شخص نے سورۃ الکہف کے شروع کی دس آیتیں حفظ کرلیں اسے دجال کوئی نقصان نہیں پہنچا سکے گا۔

* سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہ سے منقول ہے کہ انہوں نے اپنی خالہ میمونہ رضی اللہ عنہا (اُم المؤمنین) کے ہاں رات گذاری۔ آدھی رات کے وقت نبی کریم ﷺ بیدار ہوئے اور سورۃ آل عمران کی آخری دس آیات ﴿إِنَّ فِيْ خَلْقِ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ...... سے لیکر تُفْلِحُوْنَ﴾ تک پڑھیں۔

* بخاری شریف میں نبی کریم ﷺ سے منقول ہے کہ جس شخص نے رات کو سوتے وقت سورۃ البقرۃ کی آخری دو آیات پڑھیں وہ اسے کافی ہوجائیں گی۔

* سیدنا عقبہ بن عامر جہنی رضی اللہ عنہ سے منقول ہے کہ نبی کریم ﷺ ہمارے پاس تشریف لائے اور ہم صفہ پر موجود تھے۔ آپ نے فرمایا: تم میں سے کون اس بات کو پسند کرتا ہے کہ وادی بطحان اور عقیق میں جائے اور وہاں سے بغیر کسی گناہ اور قطع تعلقی کے دو موٹی تازی اونچی کوہان والی چمکدار اونٹنیاں لے آئے۔ (یعنی بالکل حلال طریقے سے مل جائیں) ہم نے عرض کیا یارسول اللہ ﷺ! ہم میں سے ہر ایک اس بات کو پسند کرتا ہے۔ آپ نے فرمایا: تم میں سے



محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



ہر ایک مسجد میں جا کر کتاب اللہ کی دو آیات کیوں نہیں سیکھ لیتا وہ اس کے لئے دو اونٹنیوں سے بہتر ہیں، اور تین آیتیں تین اونٹنیوں سے اور چار آیتیں چار اونٹنیوں سے بہتر ہیں۔

مذکورہ بالا احادیث سے معلوم ہوتا ہے کہ آیتوں کا شمار نبی کریم ﷺ سے توقیفاً ثابت ہے اور آپ آیات کو شمار کیا کرتے تھے۔ [کاشف العسر شرح ناظمة الزهر:۳۹ تا ۴۲]

## عقلی دلائل

شمار آیات کے توقیفی ہونے پر چار عقلی دلائل

* قرآن مجید میں متعدد ایسے کلمات ہیں جو اپنی ظاہری شکل اور وزن میں ان کلمات سے ملتے جلتے ہیں۔ جن پر سب نے آیت شمار کی ہے، لیکن یہ کلمات اجماعاً متروک ہیں اور ان پر کسی نے بھی آیت شمار نہیں کی۔
* بعض کلمات ایسے ہیں جن پر کلام اور جملہ پورا نہیں ہوتا، یا ان کلمات کا بعد والے الفاظ سے قوی درجہ کا تعلق ہے، اور اس صورت میں عقل کا تقاضا یہی تھا کہ ان پر آیت شمار نہ کی جاتی لیکن وہاں آیت شمار کی گئی ہے۔

مذکورہ دو دلیلوں سے معلوم ہوتا ہے کہ آیات کے ہم شکل اور ہم وزن ہونے کے باوجود ان کلمات پر آیت شمار نہ کرنا اور مابعد کے ساتھ قوی تعلق ہونے کے باوجود آیت شمار کر لینا توقیفی امر ہے، اور اس میں عقل و اجتہاد کا کوئی دخل نہیں ہے، کیونکہ عقل کا تقاضا ہے کہ آیات کے ہم شکل اور ہم وزن کلمات پر آیت شمار کی جائے اور مابعد کے ساتھ قوی تعلق رکھنے والے کلمات پر آیت شمار نہ کی جائے۔ حالانکہ حقیقت اس کے برعکس ہے۔ یہ تفریق توقیف سے ہی ہوسکتی ہے، عقل ورائے سے نہیں۔

* قرآن مجید کی انتیس (۲۹) سورتوں کے شروع میں حروف مقطعات آتے ہیں، کوفی رحمہ اللہ نے ان میں سے انیس (۱۹) سورتوں کے مقطعات پر آیت شمار کی ہے جبکہ دس (۱۰) سورتوں کے مقطعات کو اس سے مستثنیٰ کر دیا ہے۔ حمصی نے صرف ایک جگہ (قٓ) پر آیت شمار کی ہے، جبکہ دیگر (۲۸) مقامات پر آیت شمار نہیں کی۔ سو ان حضرات کا حروف مقطعات کو شمار کرنے کے بارے میں تفریق کرنا اس کے توقیفی ہونے کی تیسری بڑی دلیل ہے، کیونکہ عقل کی رو سے تو تمام حروف مقطعات بالکل یکساں ہیں۔ اس لیے ان کا حکم بھی ایک ہی ہونا چاہیے تھا، یعنی یا تو سب پر آیت ہوتی یا کسی پر بھی نہ ہوتی حالانکہ واقعہ اس کے خلاف ہے اور وہ یہ ہے کہ کسی پر آیت ہے اور کسی پر نہیں ہے۔
* آیات کے شماروں کے توقیفی اور نبی کریم ﷺ کے بتائے ہوئے ہونے کی چوتھی دلیل یہ ہے کہ بعض آیات صرف ایک کلمہ کی ہیں۔ اور ایک کلمہ سے کوئی بھی معنی ومفہوم واضح نہیں ہوتا۔ اور ایک ہی کلمہ والی آیات بعض بڑی بڑی سورتوں میں بھی آئی ہیں جیسے والطّور، والفجر، وغیرہ۔ اگر آیات اور ان کے شمار توقیفی نہ ہوتے بلکہ عقل سے مقرر کیے جاتے تو کوئی بھی آیت ایسی نہ ہوتی جو ایک کلمہ والی ہو۔ [کاشف العسر شرح ناظمة الزهر:۵۹ تا ۶۹]

## اِعتراض

یہاں ذہن میں یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ اگر آیات کا شمار توقیفی ہے عقلی اور اجتہادی نہیں۔ تو پھر مختلف شماروں کی آیات کی تعداد کیوں مختلف ہے۔ تمام شماروں میں ایک ہی عدد ہونا چاہیے تھا؟



محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



## جواب

اس علم میں توقیف نبوی اور آپ ﷺ سے سماعِ صحابہ، ان کے اجتہاد کے منافی نہیں ہے، کیونکہ رسول اللہ ﷺ نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو رؤوس آیات پر وقف کرتے ہوئے آیات کا علم سکھایا ہے۔ بعض آیات ایسی ہیں جہاں نبی کریم ﷺ نے ہمیشہ وقف کیا اور وصل نہیں کیا۔ ایسی آیات تمام شماروں میں بالاتفاق معدود ہیں۔ بعض مقامات ایسے ہیں جہاں نبی کریم ﷺ نے ہمیشہ وصل کیا اور وقف نہیں کیا، ایسے مقامات بالاتفاق تمام شماروں میں متروک ہیں۔

بعض مقامات ایسے ہیں جہاں نبی کریم ﷺ نے کبھی وقف کیا اور کبھی وصل کیا۔ اور اہل فن کے لئے یہی مقامِ اختلاف ہے، کیونکہ آپ ﷺ کے وقف کرنے میں اس مقام کے رؤوس آیات میں سے ہونے کا احتمال ہے اور یہ بھی احتمال ہے کہ آپ نے راحت کے لئے یا تعریف وقف کے لئے وقف کیا ہو اور آپ ﷺ کے وصل کرنے میں اس مقام (جہاں پہلے وقف کیا تھا) کے عدم رؤوس آیات میں سے ہونے کا احتمال ہے اور رأس الآیة ہونے کا بھی احتمال رہتا ہے۔

ان احتمالات کی موجودگی میں کسی مقام پر آیت ہونے یا نہ ہونے کا فیصلہ کرنا اجتہاد کے بغیر ناممکن تھا اور یہی محتمل فیہ مقامات صحابہ کرام کے اجتہاد کرنے کا سبب بنے۔ جو دراصل نبی کریم ﷺ سے ہی ثابت تھے۔

[بشیر الیسر شرح ناظمة الزھر:ص۱۱۴]

## آیات کے شماروں کی تعداد

آیات کے شماروں کی تعداد سات (۷) ہے جن کے نام درج ذیل ہیں:

① مدنی اول ② مدنی اخیر ③ مکی ④ کوفی ⑤ بصری ⑥ دمشقی ⑦ حمصی

قرآنی آیات دو طرح کی ہیں:

① **اجماعی:** ان سے مراد وہ آیات ہیں جن پر شمار آیات کے ساتوں اماموں نے آیت شمار کی ہے اور ان کی تعداد چھ ہزار نوے (۶۰۹۰) ہے۔

② **اختلافی:** اس سے مراد وہ آیات ہیں جن پر بعض نے آیت شمار کی ہے اور بعض نے نہیں کی۔ اور ان کی تعداد دو سو تہتر (۲۷۳) ہے۔ یہی وہ مختلف فیہ مقامات ہیں جن کے بارے میں علم الفواصل میں بحث کی جاتی ہے کہ کہاں کہاں آیات معدود ہیں اور کہاں کہاں متروک ہیں۔ مذکورہ ساتوں شماروں اور ان میں آیات کی تعداد درج ذیل ہے۔

① **مدنی اوّل:** مدنی اوّل کے دو شمار ہیں:

① مدنی اوّل یزیدی بصری ② مدنی اول شیبی کوفی

◉ مدنی اوّل یزیدی بصری نے اختلافی آیات میں سے ایک قول پر ایک سو پچیس (۱۲۵)، دوسرے پر ایک سو چوبیس (۱۲۴)، اور تیسرے قول پر ایک سو تیئس (۱۲۳) آیات شمار کی ہیں۔

جب ان کو اجماعی تعداد میں شامل کریں تو اس شمار میں کل آیات چھ ہزار دو سو پندرہ (۶۲۱۵) یا چھ ہزار دو سو چودہ (۶۲۱۴) یا چھ ہزار دو سو تیرہ (۶۲۱۳) بنتی ہیں۔



محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



⊙ مدنی اوّل شیبی کوفی نے اختلافی آیات دوسوتہتر (۲۷۳) میں سے ایک قول پر ایک سوانتیس (۱۲۹) دوسرے پر ایک سو اٹھائیس (۱۲۸) اور تیسرے قول پر ایک سوستائیس (۱۲۷) آیات شمار کی ہیں۔ جب ان کو اجماعی آیات میں شامل کریں تو اس شمار کی کل آیات چھ ہزار دوسوانیس (۶۲۱۹) یا چھ ہزار دوسو اٹھارہ (۶۲۱۸) یا چھ ہزار دوسوسترہ (۶۲۱۷) بنتی ہیں۔ مدنی اول کے دونوں شمار پورے قرآن مجید میں متفق ومتحد ہیں۔لیکن چھ مواقع پر ان کا آپس میں اختلاف ہے،جن کی تفصیل یہاں بیان کرنا ممکن نہیں ہے۔

② **مدنی اُخیر:** اس شمار میں آیات کی کل تعداد چھ ہزار دوسو چودہ (۶۲۱۴) ہے جن میں سے (۶۰۹۰) اجماعی ہیں اور ایک سو چوبیس (۱۲۴) اختلاف والی آیات میں سے ہیں۔

③ **مکی:** اس شمار میں مکی نے اختلافی آیات میں سے ایک سوانیس (۱۱۹) یا ایک سو اکیس (۱۲۱) آیات کو شمار کیا ہے اور اجماعی آیات میں شامل کرنے سے اس شمار کی آیات کی کل تعداد چھ ہزار دوسوانیس (۶۲۱۹) یا چھ ہزار دوسو اکیس (۶۲۲۱) بنتی ہیں۔

④ **کوفی:** اس شمار میں آیات کی کل تعداد چھ ہزار دوسو چھبیس (۶۲۲۶) ہے،جن میں سے چھ ہزار نوے (۶۰۹۰) اجماعی ہیں اور ایک سو چھیالیس (۱۴۶) اختلافی ہیں۔

⑤ **بصری:** اس شمار میں آیات کی کل تعداد چھ ہزار دوسو چار (۶۲۰۴) یا چھ ہزار دوسو پانچ (۶۲۰۵) ہے،جن میں سے چھ ہزار نوے (۶۰۹۰) اجماعی ہیں اور ایک سو چودہ (۱۱۴) یا ایک سو پندرہ (۱۱۵) اختلافی ہیں۔

⑥ **دمشقی:** اس شمار میں آیات کی کل تعداد چھ ہزار دوسو چھبیس (۶۲۲۶) ہے،جن میں سے چھ ہزار نوے (۶۰۹۰) تو اجماعی ہیں اور ایک سو چھتیس (۱۳۶) اختلافی ہیں۔

⑦ **حمصی:** اس شمار میں آیات کی کل تعداد چھ ہزار دوسو بتیس (۶۲۳۲) ہے جن میں سے چھ ہزار نوے (۶۰۹۰) اجماعی ہیں اور ایک سو بیالیس (۱۴۲) اختلافی آیات میں سے ہیں۔[کاشف العسر شرح ناظمۃ الزہر:۵۲تا۵۵]

## شمار آیات کے حوالے سے ایک منتخب مثال

سورۃ الفاتحہ کی تمام شماروں میں سات آیات ہیں۔لیکن کوفی اور مکی شمار میں بسم اللہ الرحمن الرحیم کو آیت شمار کیا گیا ہے۔جبکہ ان دونوں (کوفی اور مکی) کے علاوہ دیگر شماروں (مدنی اوّل، مدنی اُخیر، بصری، دمشقی اور حمصی) میں بسم اللہ الرحمن الرحیم کو آیت شمار نہیں کیا گیا، بلکہ انہوں نے (أنعمت علیهم) پر آیت شمار کی ہے۔آج کل ہمارے ہاں پاکستانی مصاحف خصوصی طور پر تاج کمپنی لمیٹڈ کے مطبوعہ مصاحف میں شمار آیات کے اختلاف کی طرف اشارہ کرنے کیلئے مختلف فیہ مقام پر عربی ہندسے پانچ (۵) کی علامت لگا دی جاتی ہے۔جیسا کہ سورۃ الفاتحہ کی آخری آیت میں (أنعمت علیهم) کے بعد اس علامت کی موجودگی کا مشاہدہ کیا جاسکتا ہے،اس کا مطلب یہ ہے کہ روایت حفص عن عاصم کے منتخب کوفی شمار میں تو یہاں آیت نہیں ہے مگر دیگر شماروں میں یہاں آیت شمار کی گئی ہے۔قاری المقری محمد ادریس عاصم نے اپنی کتاب میں ایسے کل چھیانوے (۹۶) مواقع گنوائے ہیں۔ [الاھتداء فی الوقف والابتداء:۱۲۵]



محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



## شمار آیات اور آئمہ قراءات عشرہ

آئمہ قراءاتِ عشرہ میں سے ہر ایک نے ایک مخصوص شمار کو اپنے لیے منتخب کیا ہے، ان کی تفصیل درج ذیل ہے:

- **مدنی اوّل:** اس شمار کو امام ابوعمرو بصری اور امام ابوجعفر نے منتخب کیا۔
- **مدنی اَخیر:** اس شمار کو امام نافع مدنی نے اپنے لیے منتخب کیا۔
- **مکی:** اس شمار کو امام ابن کثیر مکی نے منتخب کیا۔
- **کوفی:** اس شمار کو قراءت کے چار اماموں، امام عاصم، امام حمزہ، امام کسائی اور امام خلف العاشر نے منتخب کیا ہے۔
- **بصری:** اس شمار کو امام یعقوب نے اختیار کیا ہے۔
- **دمشقی:** اس شمار کو امام ابن عامر شامی نے اختیار کیا ہے۔
- **حمصی:** اس شمار کو آئمہ عشرہ میں سے کسی نے بھی اختیار نہیں کیا اور شاید یہی وجہ ہے کہ امام شاطبی رحمہ اللہ نے ناظمۃ الزہر میں اس کو بیان نہیں کیا۔

## علم الفواصل پر لکھی گئی چند معروف کتب

- ناظمة الزهر ازامام ابوالقاسم الشاطبی رحمہ اللہ
- معالم العسر شرح ناظمة الزهر ازعبدالفتاح القاضی رحمہ اللہ
- بشير اليسر شرح ناظمة الزّهر ازعبدالفتاح القاضی رحمہ اللہ
- كاشف العسر از قاری فتح محمد پانی پتی رحمہ اللہ (اردو)
- البيان ازامام ابوعمرو الدانی رحمہ اللہ
- تحقيق البيان ازالشیخ محمد المتولی رحمہ اللہ
- نفائس البيان فی عد آی القرآن ازعبدالفتاح القاضی رحمہ اللہ
- هدايات رحيم از قاری رحیم بخش پانی پتی رحمہ اللہ (اردو)

## ⑥ علم الوقف والابتداء

وقف کا لغوی معنی ٹھہرنا اور رُکنا ہے۔ جبکہ اہل فن قراء کرام کی اصطلاح میں وقف کے معنی ہیں کہ

کلمہ کے آخر پر اتنی دیر آواز کو منقطع کرنا جس میں بطور عادت سانس لیا جاسکے، اور قراءت جاری رکھنے کا ارادہ بھی ہو، عام ہے کہ وقف کرنے کے بعد مابعد سے ابتداء کریں یا ماقبل سے اعادہ۔[النشر: ۱/۲۴۰] (نشر کی رو سے یہی تعریف ممتاز اور زیادہ واضح ہے)

علم الوقف کا موضوع کلمہ اور کلام ہے، کیونکہ وقف میں دو بنیادی چیزیں ہیں:

① **کیفیت وقف:** یعنی یہ جاننا کہ وقف کس طرح کیا جائے بالاسکان یا بالاشمام یا بالروم وغیرہ۔

② **محل وقف:** یعنی یہ پہچاننا کہ وقف کس جگہ کیا جائے، تو وقف کو کیفیت کی حیثیت سے آخر کلمہ سے تعلق ہوتا ہے۔

علم الوقف کا مقصد وقف کا صحیح ہونا اور معنی کا واضح ہونا ہے۔





محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



## اہمیت وقف

معرفت وقف وابتداء کی اہمیت اور اس علم کی ضرورت کا احساس کرنے کے لئے اتنا ہی کافی ہے کہ جس طرح دلائل شرعیہ یعنی قرآن وحدیث اور اجماع اُمت سے قرآن مجید کا تجوید کے ساتھ پڑھنا واجب اور ضروری ہے، اس طرح معرفت الوقف، یعنی قرآنی وقوف کو پہچاننا اور دورانِ تلاوت حسنِ وقف وابتداء کی رعایت رکھنا اور اس کا تعمد کے ساتھ اہتمام کرنا بھی ضروری ہے اور اس میں کسی کا اختلاف نہیں۔ اور وجہ اس کی یہ ہے کہ جس طرح تجوید کے ذریعہ حروف قرآن کی تصحیح ہوتی ہے اسی طرح معرفت الوقوف کے ذریعے معانی قرآن کی تفہیم ہوتی ہے۔

* اللہ تعالیٰ قرآن مجید کو ترتیل کے ساتھ پڑھنے کا حکم دیتے ہوئے فرماتا ہے:

﴿وَرَتِّلِ الْقُرْآنَ تَرْتِيلًا﴾ [المزمل:۴] ''اور قرآن مجید کو ترتیل کے ساتھ پڑھو۔''

حضرت علی رضی اللہ عنہ سے ترتیل کا معنی پوچھا گیا تو آپ نے فرمایا:

"الترتيل هو تجويد الحروف ومعرفة الوقوف" [الإتقان في علوم القرآن:۱/۸۵]

اس تفسیر میں ترتیل کے دو جز بیان کیے گئے ہیں۔

① تجويد الحروف ② معرفة الوقوف

پس تجويد الحروف کی طرح معرفة الوقوف بھی ترتیل کا ایک جزء اور اس کا ایک حصہ ہے۔ اور یہ بات بھی قابل توجہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید کو ترتیل کے ساتھ پڑھنے کا صرف امر ہی نہیں فرمایا بلکہ امر کی تاکید کے لئے (ترتیلا) مصدر بھی ذکر فرمایا ہے جس سے اَمر میں مبالغہ اور تاکید مقصود ہے، اور مصدر پر تنوین بھی مبالغہ کے لئے ہے اور یہ بھی ملحوظ رہے کہ اَمر وجوب کے لئے ہوتا ہے، ہاں کسی خارجی سبب سے وجوبیت ساقط ہو جاتی ہے، مگر اس جگہ خارجی اسباب میں سے کوئی بھی ایسا سبب موجود نہیں ہے جو ترتیل کی وجوبیت کو ساقط کرتا ہو بلکہ احادیث آثار صحابہ وتابعین وتبع تابعین اور اجماع امت سے اس کی وجوبیت ہی ثابت ہے۔

* سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

«إنّ هذا القرآن أنزل على سبعة أحرف اقرءوا ولا حرج، ولكن لا تختموا ذكر رحمة بعذاب ولا تختموا ذكر عذاب برحمة» وفي رواية أخرى: «ما لم تختم آية رحمة بآية عذاب أو آية عذاب بمغفرة»

''بے شک قرآن مجید سبعہ احرف پر نازل کیا گیا ہے تم ان تمام حروف پر پڑھو، اس میں کوئی حرج نہیں ہے، لیکن رحمت کے تذکرے کو عذاب کے تذکرے کے ساتھ اور عذاب کو رحمت کے ساتھ ملا کر ختم نہ کرو (یعنی وقف نہ کرو) اور ایک روایت میں الفاظ کچھ یوں ہیں۔ کہ آیت رحمت کو آیت عذاب کے ساتھ اور آیت عذاب کو آیت رحمت کے ساتھ ملا کر ختم نہ کرو۔''

مذکورہ بالا روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ رحمت اور ثواب والی آیت کو عذاب اور عقاب والی آیت کے ساتھ اور عذاب وعقاب والی آیت کو رحمت اور ثواب والی آیت کے ساتھ وصل کر کے پڑھنے کو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے منع کیا ہے، ان روایات میں وقف قبیح سے روکا گیا ہے۔ پس وقف قبیح سے بچنا اور وقف تام کو اختیار کرنا ان روایات کا خلاصہ ہے۔ ان روایات کو نقل کرنے کے بعد حافظ ابو عمرو الدانی رحمہ اللہ لکھتے ہیں:



محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



"فهذا تعليم التام من رسول اللهﷺ عن جبرائيل" [المکتفی:ص۱۳۲]

''ان روایات میں نبی کریمﷺ کی طرف سے وقف تام کی تعلیم ہے اور نبی کریمﷺ نے وقف تام کی تعلیم کو حضرت جبریلؑ سے سیکھا ہے۔''

امام ابوجعفر النحاس رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

"فهذا تعليم التام توقيفاً من رسول اللهﷺ" [القطع:۸۹]

''ان روایات میں وقف تام کی تعلیم ہے جو کہ توقیفی ہے اور نبی کریمﷺ سے بطور نص ثابت ہے۔''

* عدی بن حاتم رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی کریمﷺ کی خدمت میں دو شخص حاضر ہوئے، ان میں سے ایک نے کہا "من يطع الله ورسوله فقد رشد ومن يعصهما" اور اس پر اختیاری طور پر وقف کر دیا اس صورت میں معنی یہ ہونگے ''جس نے اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت کی وہ ہدایت پا گیا اور جس نے ان کی نافرمانی کی وہ بھی ہدایت پا گیا'' (العیاذ باللہ) نبی کریمﷺ نے سنتے ہی فوراً کہا: "قم اذهب بئس الخطيب أنت" ''اٹھ جا یہاں سے تو تو برا خطیب ہے۔''

علامہ اشمونی رحمہ اللہ نے یہ کلمات بھی روایت کئے ہیں:

"قل ومن يعص الله ورسوله فقد غوى" کہ نبی کریمﷺ نے تعلیماً اس کو کہا کہ تم یوں کہو: یعنی جس نے اللہ اور رسول کی نافرمانی کی وہ گمراہ ہوگیا۔

* علامہ جزری رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ دورِ صحابہ سے لیکر ہر دور میں علم وقف وابتداء کو ایک خاص اہمیت اور مقام حاصل رہا ہے، بلکہ یہ بات ہم تک تواتر کے ساتھ پہنچی ہے کہ قراء کرام میں امام ابوجعفر مدنی، اور امام نافع مدنی، امام ابوعمرو بصری، امام عاصم کوفی، امام حمزہ کوفی، امام کسائی کوفی، امام یعقوب حضرمی اور امام خلف العاشر کوفی وغیرہ کا اس فن میں کلام واضح ہے اور ان سے جو نصوص واقع ہوئی ہیں کتابوں میں مشہور اور معروف ہیں۔ نیز ان آئمہ فن نے اپنے تلامذہ سے اس فن پر سختی سے عمل کروایا۔ اور بعد میں آنے والے اساتذہ کرام کے لئے شرط لگا دی کہ وہ اس وقت تک کسی طالب علم کو سند اور اجازت نہ دیں جب تک وہ اس فن میں مہارت حاصل نہ کرے۔ [النشر:۱/۲۲۵]

* علامہ ابوالحسن علی بن النوری الصفاقسی رحمہ اللہ صاحب غیث النفع نے اپنی تجوید کی کتاب "تنبيه الغافلين وإرشاد الجاهلين" میں لکھا ہے:

''معرفت الوقوف کا جاننا نہایت ہی اہم ہے، کیونکہ اس کے بغیر کلام اللہ کے مرادی معنی نہ تو واضح ہوتے ہیں اور نہ مکمل۔ یعنی بسا اوقات قاری کلام پورا ہونے سے پہلے ہی وقف کر دیتا ہے جس کی وجہ سے کلام ادھورا رہ جاتا ہے، اور بے ربط ہو کر معنی کے سمجھنے میں دقت پیدا ہو جاتی ہے، اور بعض اوقات تو مطلب ہی فوت ہو جاتا ہے۔ اتنا بڑا معنوی فساد بے موقع وقف کرنے کی وجہ سے پیدا ہوتا ہے۔ اسی وجہ سے متقدمین اور متاخرین نے علم وقف کے سیکھنے اور سکھلانے پر زور دیا ہے اور اس موضوع پر بکثرت کتابیں لکھی ہیں۔ جو قاری علم وقف سیکھنے کی طرف توجہ نہیں دے گا وہ لاعلمی میں جہاں چاہے گا وقف کر دے گا اور بے موقع وقف یا ابتداء کرنے کی وجہ سے اس کی علمی شخصیت مجروح ہو جائے گی۔ علم وقف کی اہمیت وضرورت پر متعدد دلائل موجود ہیں، جن کو یہاں قلمبند کرنا ممکن نہیں ہے، لہٰذا تفصیلات جاننے کے لئے علم وقف پر لکھی گئی تفصیلی کتب کا مطالعہ فرمائیں۔ (جن میں سے چند کتابوں کا تذکرہ آگے آ رہا ہے)



محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

## علم وقف کی تدوین

علامہ جزری کی تحقیق کے مطابق علم وقف وابتدا کے سب سے پہلے مدون شیبہ بن نصاح مقری مدنی کوفی ہیں۔

[غاية النهاية:۱/۳۳۰]

جبکہ علم قراءات میں سب سے پہلی تالیف ابوحاتم السجستانی کی ہے، جو علم وقف وابتداء پر لکھی گئی کتاب سے ۱۲۵ سال بعد لکھی گئی۔ علم وقف وابتداء کا علم القراءۃ سے تقریباً ۱۲۵ سال پہلے مدوّن ہو جانا اس علم کی شرعی اہمیت وضرورت کا زندہ ثبوت ہے۔ یوں بھی تراجم کے مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ قرونِ اولیٰ میں اس علم کی بہت زیادہ اہمیت تھی اور اونچے درجے کے صاحب علم وفضل کا محبوب ترین موضوع اور اس فن کی خدمت پسندیدہ مشغلہ تھا۔

[معلم الأداء في الوقف والإبتداء:ص۵۸]

## علم الوقف کی چند اہم مباحث

علم وقف میں دو بنیادی باتوں کو جاننا از حد ضروری ہے۔

① کیفیتِ وقف (یعنی وقف کس طرح کرنا ہے)

② محل وقف (یعنی وقف کس جگہ کرنا ہے)

## کیفیت وقف کی چار صورتیں

① **کیفیت وقف بلحاظ اداء:** اس کی پھر آگے چار صورتیں ہیں:

◉ وقف بالاسکان ◉ وقف بالاشام ◉ وقف بالروم ◉ وقف بالابدال

② **کیفیت وقف بلحاظ اصل:** اس کی پھر آگے چار صورتیں ہیں:

◉ وقف بالسکون ◉ وقف بالتشدید ◉ وقف بالاظہار ◉ وقف بالاثبات

③ کیفیت وقف بلحاظ رسم ④ کیفیت وقف بلحاظ وصل

## محل وقف کی چار صورتیں

① وقف تام ② وقف کافی ③ وقف حسن ④ وقف قبیح

مذکورہ دو اہم باتوں کے علاوہ بھی علم وقف میں چند اہم مباحث پر گفتگو کی جاتی ہے مثلاً وقف واقع ہونے کی چار صورتیں ہیں:

① وقف اختیاری ② وقف اضطراری ③ وقف اختباری ④ وقف انتظاری

نیز علم وقف میں سکتہ، سکوت، قطع، ابتداء، اعادہ اور وصل وغیرہ جیسے موضوعات کے بارے میں بحث کی جاتی ہے۔

## علم الوقف پر لکھی گئی چند اہم کتب

علم الوقف پر صحابہ کرام کے دور سے لے کر ہر دور میں متعدد کتابیں لکھی گئیں جو اس علم وفن کی اہمیت وفضیلت پر دلالت کرتی ہیں۔ ان میں سے بعض ضخیم اور مفصل اور بعض متوسط اور بعض مختصر ہیں۔ ذیل میں ہم صرف چند کتابوں



محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com


کے نام رقم کریں گے تاکہ قارئین کو اس امر کا اندازہ ہو کہ اس علم وفن میں بھی لاتعداد کتب لکھی گئی ہیں۔

* **کتاب الوقف والابتداء:** یہ ضرار بن صرد مقری کوفی کی تالیف ہے۔ [الفہرست لابن ندیم:ص ۳۸]
* **کتاب الوقف:** یہ شیبہ بن نصاح مدنی کوفی کی تالیف ہے۔علامہ جزری کی تحقیق کے مطابق اس فن میں یہ سب سے پہلی کتاب ہے۔
* کتاب الوقف والابتداء: یہ قراء سبعہ میں سے تیسرے قاری ابوعمرو بصری رحمہ اللہ کی تالیف ہے۔
* الوقف والابتداء: یہ قراء سبعہ میں چھٹے قاری امام حمزہ رحمہ اللہ کی تالیف ہے۔
* وقف التمام: یہ قراء سبعہ میں سے پہلے قاری امام نافع رحمہ اللہ کی تالیف ہے۔
* الوقف والابتداء: یہ قراء سبعہ میں سے ساتویں قاری امام کسائی رحمہ اللہ کی تالیف ہے۔
* وقف التمام: یہ قراء عشرہ میں سے نویں قاری امام یعقوب رحمہ اللہ کی تالیف ہے۔
* الوقف والابتداء: یہ قراء عشرہ میں دسویں امام اور امام حمزہ کے شاگرد امام خلف کی تالیف ہے۔
* الإیضاح فی الوقف والابتداء: یہ محمد بن قاسم بشار الانباری کی تالیف ہے،اس کتاب کی علامہ دانی، علامہ جزری رحمہ اللہ وغیرہ ائمہ فن نے تعریف کی ہے۔
* کتاب الوقف: یہ احمد بن کامل بن خلف بن شجرہ البغدادی رحمہ اللہ کی تالیف ہے۔
* الابانة فی الوقف والابتداء: یہ محمد بن جعفر ابن عبدالکریم رحمہ اللہ کی تالیف ہے۔
* الاهتداء فی الوقف والابتداء: یہ امام الفن عثمان بن سعید الدانی رحمہ اللہ کی تالیف ہے۔
* المکتفی فی الوقف والابتداء: یہ بھی امام دانی رحمہ اللہ کی کتاب ہے۔
* تحفة العرفان فی بیان اوقاف القرآن: یہ احمد بن مصطفیٰ طاش کبری زادہ رحمہ اللہ کی تالیف ہے۔
* معلم الاداء فی الوقف والابتداء: یہ قاری محمد تقی الاسلام رحمہ اللہ کی تالیف ہے۔(اردو)
* الاهتداء فی الوقف والابتداء: یہ قاری محمد ادریس عاصم حفظہ اللہ کی تالیف ہے۔(اردو)

قاری محمد تقی الاسلام نے اپنی کتاب 'معلم الاداء فی الوقف والابتداء' میں ۸۷ جبکہ قاری محمد ادریس عاصم نے اپنی کتاب ''الاهتداء فی الوقف والابتداء'' میں ۱۰۲ کتابوں کے اسماء قلم بند کیے ہیں تفصیلات کے لئے مذکورہ کتب کی طرف مراجعت فرمائیں۔

## ⑦ علم التحریرات

تحریرات لفظ 'تحریر' کی جمع ہے اور لغت میں تحریر کے متعدد معانی ہیں جن میں سے چند معانی یہ ہیں:

① تحقیق کرنا ② پختہ کرنا ③ اصلاح کرنا

اِصطلاح میں تحریر کہتے ہیں کہ کسی شے کو پختہ کرنا اور اس میں کمی وزیادتی کے بغیر گہری نظر رکھنا، یعنی قراءات قرآنیہ کو غلطی اور خلل (مثلاً ترکیب وغیرہ) سے محفوظ رکھنا مثلاً شروع آیت میں ایک قاری کے لئے پڑھنا اور آخری آیت میں اس سے عاجز آجانا وغیرہ۔اس کو تلفیق کہتے ہیں۔

امام سخاوی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: ''بعض قراءات کو بعض قراءت کے ساتھ خلط ملط کردینا یقیناً خطا ہے۔''



محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



امام قسطلانی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: قاری پر واجب ہے کہ وہ طرق میں ترکیب (اختلاط) سے اِجتناب کرے اور ان کو جدا جدا پڑھے ورنہ وہ ناجائز عمل میں واقع ہوگا اور غیر منزل من اللہ قراءت کی تلاوت کرے گا۔علامہ ازمیری رحمہ اللہ فرماتے ہیں: قرآن مجید میں روایتاً ترکیب (اختلاط طرق) حرام یا مکروہ تحریمی ہے۔جیسا کہ اہل درایت نے تحقیق کی ہے۔گویا کہ قراءت کی تحقیق ودرستگی اور ہر روایت کو اس کے صحیح طرق سے پڑھنے اور ہر قراءت کو جدا جدا پڑھنے کا نام 'تحریرات' ہے۔

تحریرات کا فائدہ حرام اور معیوب سے کلام اللہ کی حفاظت کرنا ہے۔

مذکورہ کلام سے محسوس ہوتا ہے کہ قراءت میں ترکیب ممنوع اور حرام ہے، جس طرح کسی حدیث کو غیر ناقل (راوی) کی طرف منسوب کرنا ممنوع ہے اس طرح قراءت کو کسی غیر طریق سے پڑھنا ممنوع ہے بلکہ اس کی ممانعت حدیث کی نسبت زیادہ شدید ہے، کیونکہ اس کا تعلق کلام اللہ سے ہے۔

پہلی وجہ ہے کہ علماء کرام نے قراءت میں اس کا خصوصی اہتمام کیا ہے، سب سے پہلے امام جزری رحمہ اللہ نے تحریرات کا اہتمام کیا اور قراءت کے طرق کو درست کرکے جدا جدا کرکے جمع کر دیا۔وہ اپنی کتاب النشر میں طرق کو جمع کرنے کے حوالے سے فرماتے ہیں کہ

''اس وقت دنیا میں صحیح ترین اور اعلیٰ ترین طرق یہی ہے۔ان طرق میں، میں نے انہی رواۃ کو ذکر کیا ہے جن کی عدالت ہمارے ہاں یا ہمارے سلف کے ہاں ثابت شدہ ہے اور راوی کی ملاقات یا معاصرت اپنے شیخ سے متحقق ہے، اور ایسا اہتمام پہلے کہیں نہیں ملتا۔''

## تحریرات کے فوائد

① تحریرات کا ایک فائدہ یہ ہے کہ آدمی قراءات میں ترکیب وتلفین سے بچ جاتا ہے، جسے علماء کرام نے متخصص قراء کرام پر حرام قرار دیا ہے۔

② تحریرات درحقیقت اُمہات الکتب 'شاطبیۃ، الدرہ اور طیبۃ' کی تشریح ووضاحت ہیں۔

③ سب سے بڑا فائدہ یہ ہے کہ تحریرات سے کلام اللہ کی حفاظت ہوتی ہے تاکہ کوئی حرام یا معیوب امر کلام الٰہی میں داخل نہ ہوسکے۔

## تحریرات کا آغاز

تحریرات کا آغاز پانچویں صدی ہجری میں، امام دانی رحمہ اللہ، ابن شریح رحمہ اللہ، مکی القیسی رحمہ اللہ الاہوازی رحمہ اللہ، ابو القاسم الہذلی رحمہ اللہ کے زمانے میں ہوا۔جب قراءات کو جمع کرکے اکٹھا پڑھنے کا رواج عام ہوا۔اس سے پہلے سلف ہر قاری بلکہ ہر راوی کے لئے جدا جدا قرآن مجید ختم کرتے تھے اور اس کام پر طویل عرصہ لگ جاتا تھا۔اور قریب تھا کہ طلباء علم قراءت سیکھنا بالکل ہی ترک دیتے، چنانچہ اس مشقت کو دور کرنے کے لئے ''جمع قراءت'' کا طریقہ اختیار کیا گیا جس کو طلبا نے آسان سمجھا اور جوق در جوق علم قراءات سیکھنا شروع کر دیا۔جب 'جمع قراءات' کا طریقہ عام ہوگیا تو کثرت وجوہ اور تعدد طرق کا مسئلہ پیدا ہوگیا۔جن کو منظم کرنے کی ضرورت تھی تاکہ وجوہ اور طرق آپس میں باہم خلط ملط نہ ہوں، کیونکہ 'جمع قراءات' میں عدم ترکیب بنیادی شرط ہے۔



محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



چنانچہ محقق علماء کرام نے طرق کونکھارنے اوروجوہ کی وضاحت کے لئے 'علم التحریرات' کو مدون کیا اوراس پر متعدد منظوم ومنثور کتب لکھیں۔اوران آیات قرآنیہ کوشمار کیا جن میں تحریرات کی ضرورت تھی اوران میں جائز وناجائز وجوہ کی وضاحت فرمادی۔[خلاصہ از تاملات حول تحریرات العلماء للقراء ت المتواترة]

## تحریرات کی فنی حیثیت اوراختیارات قراء سے ان کا فرق

جملہ قراءات عشرہ درحقیقت آئمہ قراءت کے وہ اختیارات ہیں جوانہوں نے اپنے مشائخ واساتذہ کی قراءات سے منتخب کیے ہیں، کیونکہ 'علم القراءات' کی تدوین سے پہلے سلف اپنے ذوق کے مطابق چند اُمور کواختیار کر لیتے تھے اوراس کی پابندی کرتے ہوئے تلاوت فرماتے اورانہی اختیارات کو پڑھتے اور پڑھاتے تھے۔تمام محدثین ومفسرین اورفقہاء ومجتہدین ان کی اختیار کردہ قراءات کوبلاعذر قبول کرتے تھے۔کوئی اہل علم بھی ان کے اختیار کردہ کسی ایک حرف کا بھی انکارنہیں کرتا تھا۔[شرح سبعہ قراءت:۷۶/۱]

اختیارقراءات کا یہ سلسلہ بے حد وسیع تھا اورصدیوں جاری رہا اوربے شمارصاحب آئمہ اختیار پیدا ہوئے۔امام ابومحمد مکی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

''کتابوں میں ان ستر(۷۰)صاحب اختیار آئمہ کی قراءات مذکور ہیں جوقراء سبعہ سے مقدم تھے۔اس سے اندازہ لگائیں کہ ان کے ہم مرتبہ اوران سے کم مرتبہ کتنے ہی ائمہ ہونگے۔امام ابوجعفرابن جریرطبری رحمہ اللہ نے اپنی کتابوں میں قراء سبعہ سے مقدم وہ پندرہ(۱۵) قراءتیں نقل کی ہیں۔جوعہد صحابہ میں پڑھی پڑھائی جاتی تھیں اورجن کی وہ اپنی نمازوں میں تلاوت کیا کرتے تھے۔ان صاحب اختیار ائمہ کے تلامذہ اور رواۃ بہت بڑی تعداد میں تھے بلکہ ان میں سے ہرایک کی جانشین ایک پوری قوم تھی جن کواحاطہ شمار میں لانا ناممکن ہے،لیکن ان تمام آئمہ کرام میں سے بعض حضرات کواللہ تعالیٰ نے مقبولیت کے شرف سے نوازا اورآج تک ان کی قراءات دنیا میں پڑھی اور پڑھائی جارہی ہیں،مقبولیت عامہ کاشرف حاصل کرنے والی قراءات کی تعداددس ہے۔جنہیں قراءات عشرہ کہا جاتا ہے۔''

[شرح سبعہ قراء ت:۷۶/۱]

مذکورہ کلام سے محسوس ہوتا ہے کہ سلف میں اپنے اساتذہ سے پڑھی ہوئی وجوہ کا التزام نہیں تھا بلکہ وہ اپنے ذوق کے مطابق تمام اساتذہ کی قراءت میں سے ایک نئی قراءت اختیار کر لیتے تھے اورپھر اسی کے مطابق پڑھتے پڑھاتے رہتے تھے۔اس سے اندازہ ہوتا ہے کہ اگرآج بھی کوئی ماہر قاری ایک نیا اختیار بنانا چاہے تو شرعاً اس کے لئے ایسا کرنا جائز ہے۔اورایسا کرنے والے کے لئے تحریرات کوئی معنی نہیں رکھتیں، کیونکہ وہ اپنے اختیار میں آزاد ہے کہ اپنے ذوق کے مطابق جس وجہ کو چاہے اختیار کرے اورجس وجہ کوچاہے ترک کردے،لیکن اگرکوئی شخص اپنے لیے نیا اختیار بنانے کی بجائے مذکورہ قراءات عشرہ کے مطابق ہی پڑھنا چاہتا ہے تواہل فن کے نزدیک اس پرتحریرات کا التزام کرنا ضروری ہے۔کیونکہ علم التحریرات انہی قراءات کی وجوہ اورطرق کونکھارنے اورجداجدا کرنے کا کام کرتا ہے۔لہٰذا فن کے حسن وجمال اورعلمی شخصیت کا تقاضہ ہے کہ آدمی اہل فن کے مقرر کردہ قواعد کے مطابق پڑھے۔اگرکوئی شخص قراءات عشرہ میں تحریرات کا التزام نہیں کرتا تواس سے اس کی علمی شخصیت مجروح ہوگی اوروہ جہالت کا مرتکب ہوگا۔



محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com


## علم التحریرات پر لکھی گئی چند اہم کتب

- اتحاف البریة از الشیخ حسن خلف الحسینی
- بلوغ الأمنية شرح اتحاف البریة از الشیخ علی محمد الضباع رحمہ اللہ
- تاملات حول تحریرات العلماء للقراء ت المتواترة از عبدالرزاق بن علی بن ابراہیم موسیٰ رحمہ اللہ
- کتاب حل المشکلات وتوضیح التحریرات فی القراء ت از محمد عبدالرحمن الخلیجی رحمہ اللہ
- کنز المعانی فی تحریر حرز الامانی از علامہ سلیمان الجمزوری الأفندی رحمہ اللہ
- الفتح الرحمانی شرح کنز المعانی از علامہ سلیمان الجمزوری الأفندی رحمہ اللہ
- ہبة المنان فی تحریر أوجه القرآن از علامہ محمد بن محمد الطباخ رحمہ اللہ
- الروض النضیر فی أوجه الکتاب المنیر شرح فتح الکریم از علامہ المتولی رحمہ اللہ
- تحریر طیبة النشر فی القراء ت العشر از علامہ السید ہاشم رحمہ اللہ
- تحریر النشر از الشیخ مصطفیٰ بن عبدالرحمن الأزمیری رحمہ اللہ
- شرح تنقیح فتح الکریم فی تحریر أوجه القرآن الکریم
- عزو الطریق از علامہ محمد بن احمد المتولی رحمہ اللہ
- المسائل التبریزیة از حافظ محمد بن الجزری فی الرد علی أربعین مسألة فی الغاز القراء ات

## ⑧ علم توجیہ القراء ات

اس سے مراد وہ علم ہے جس میں دلائل کے ساتھ لغت، اعراب اور معنی وغیرہ کے اعتبار سے وجوہ قراء ات کو بیان کیا جاتا ہے۔اس علم پر مشتمل کتابوں کو کتب التوجیه ، کتب الاحتجاج یا علل القر اء ات کا نام دیا جاتا ہے۔

## علم توجیہ القراء ات کا آغاز

اس علم کا آغاز علم عربی اور اس کی تدوین کے وقت سے ہی ہوگیا تھا۔علم لغت میں اہل عرب قرآن مجید اور اس کی قراء ات پر ہی اعتماد کرتے تھے۔یہ ان کا مصدر خاص تھا۔یہی وجہ ہے کہ سب سے پہلے اہل عرب نے ہی دوسری صدی ہجری میں علم توجیہ القراء ات کو ایجاد کیا۔اور انہوں نے کتب الاعراب یا معانی القرآن یا غرائب القرآن کے نام سے کتابیں لکھیں۔

اس علم پر سب سے پہلے امام ابوعمرو بن العلاء المازنی بصری النحوی المقری، امام العربیة المشہور سیبویہ، امام علی بن حمزہ الکسائی المقری النحوی، ابوزکریا یحییٰ بن زیاد الفراء، ابوعبید القاسم بن سلام اور مبرد وزجاج وغیرہ نے کلام کی۔اس کی مثالیں دیکھنے کے لئے امام الازہری کی کتاب (القراء ات وعلل النحویین فیها)، امام فراء کی کتاب (معانی القرآن) امام زجاج کی کتاب (معانی القرآن) میں دیکھیں۔دوسری صدی ہجری تک معاملہ ایسے ہی چلتا رہا۔یہاں تک کہ امام مجاہد پیدا ہوئے اور قراء ات سبعہ اور دیگر قراء ات میں مستقل تصنیفات معرض وجود میں آئیں۔اس دوسرے مرحلے میں علم توجیہ القراء ات پر بھی مستقل کتابیں لکھی گئیں۔اس علم میں مستقل کتاب لکھنے


محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com


والے سب سے پہلے مصنف کے بارے میں مختلف آراء پائی جاتی ہیں اور بالجزم کسی ایک کی تحدید کرنا ایک مشکل کام ہے، کیونکہ متعدد کتب مفقود ہو چکی ہیں بعض اہل علم کے نزدیک امام کسائی نے سب سے پہلے اس علم پر مستقل کتاب لکھی۔ جب کہ بعض نے عبد اللہ بن مبارک رحمہ اللہ کا نام لیا ہے۔

## علم توجیہ القراءات کے مصادر

علم توجیہ القراءات کے مصادر کی کئی اقسام ہیں

① وہ کتب جو مستقل اس علم پر لکھی گئی تھیں۔ ان کی تعداد بہت زیادہ ہے جنہیں احاطہ شمار میں نہیں لایا جاسکتا ان میں چند کتب درج ذیل ہیں:

- القراء ات وعلل النحويين فيها لابی منصور محمد بن احمد الأزہری رحمہ اللہ
- إعراب القراء ات السبع وعللها لابن خالویۃ رحمہ اللہ
- الحجة للقراء السبعة أئمة الامصار بالحجاز والعراق والشام الذين ذكرهم ابن مجاهد، لابی علی حسن بن عبد الغفار الفارس
- حجة القراء ات لابی زرعۃ عبد الرحمٰن بن محمد بن زنجلة رحمہ اللہ
- الكشف عن وجوه القراء ات السبع وعللها وحججها لمکی بن ابی طالب القیسی رحمہ اللہ
- الموضع شرح الهداية فی القراء ات السبع لابی العباس المھدوی احمد بن عمار رحمہ اللہ
- الموضح فی وجو ہ القراء ات وعللها لنصربن علی الفارسی المشهور بابن ابی مریم رحمہ اللہ

② کتب تفسیر:

بعض مفسرین نے اپنی تفاسیر میں قراء ات کی توجیہات بیان کرنے کا اہتمام کیا ہے۔اس سلسلے میں امام طبری رحمہ اللہ نے (جامع البيان) میں سب سے پہلے اس پر کلام کیا۔ اسکے بعد دیگر مفسرین نے بھی اس میں حصہ لیا۔ اس سلسلے میں امام ابوجعفر النحاس نے (معانی القرآن) میں، امام زمخشری نے (الكشاف) میں ،ابن عطیہ نے (المحرر الوجيز) میں اور امام ابوحیان نے (البحر المحيط) میں قراءات کی توجیہات کا اہتمام کیا ہے۔

③ وہ کتب جو قراءات شاذہ پر لکھی گئی ہیں، مثلاً

- المحتسب فی تبيين شواذ القراء ات والإفصاح عنها لابی الفتح ابن جنی
- اعراب القراء ات الشواذ لابی البقاء العکبر ی

④ کتب اللغة

لغت کی کتابوں میں بھی قراءات کی توجیہات مل جاتی ہیں، مثلاً کتب الاعراب جیسے اعراب ثلاثين سورة لابن خالوية،اعراب القرآن للنحاس اور مشكل الاعراب القرآن لمکی قابل ذکر ہیں۔

کتب المعانی جیسے معانی القرآن للفراء وللزجاج وللأخفش

(علم توجیہ القراءات کے بارے میں مذکورہ معلومات :الدكتور خالد بن سعد المطرفی جامعة قصیم قسم القرآن وعلومہ سعودی عرب کے مضمون توجيه القراء ات ، نشأته ومصادرہ سے لی گئی ہیں۔)



محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



حافظ محمد مصطفیٰ راسخ☆

# رسمِ عثمانی کی شرعی حیثیت اور تبدیلی سے متعلق فتاوی جات

زیر نظر مضمون مجلس التحقیق الاسلامی، لاہور کے رفیق کار قاری محمد مصطفیٰ راسخ حفظہ اللہ کی وہ کاوش ہے، جو قبل ازیں ماہنامہ رشد کے جنوری وفروری ۲۰۰۸ء کے مشترکہ شمارہ میں شائع ہوچکی ہے، لیکن موضوع کے بعض پہلوؤں کی تشنگی کے اعتبار سے موصوف نے مضمون کو دوبارہ ترتیب دیا ہے اور گرانقدر اضافہ جات بھی فرمادیے ہیں۔ ہم شیخ القراء قاری محمد ابراہیم میر محمدی حفظہ اللہ کے انتہائی شکر گزار ہیں کہ انہوں نے اس سلسلہ میں رہنمائی دینے میں کوئی کسر نہیں چھوڑی اور عصر حاضر کی عالمی لجنات کے فتاویٰ پر مشتمل ایک کتاب تحریم کتابة القرآن الکریم بحروف غیر عربیة أعجمیة أو لاتینیة از الشیخ صالح علی العود بھی ترجمہ کے لیے فراہم کی، جس سے اندازہ ہوتا ہے کہ ماضی کی طرح معاصر اہل علم بھی رسم عثمانی کی تبدیلی کو بالاتفاق ناجائز سمجھتے ہیں۔

اسی موضوع پر چند سال قبل پنجاب یونیورسٹی سے حافظ سمیع اللہ فراز حفظہ اللہ کے قلم سے ایم فل کا ایک مقالہ بھی طبع کیا جاچکا ہے۔ تحقیق مزید کے خواہشمند حضرات اس مقالہ کی طرف رجوع فرما سکتے ہیں۔ [ادارہ]

قرآن مجید اللہ کی طرف سے نازل کردہ آسمانی کتاب ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اس عظیم الشان کتاب کو آخرالزمان پیغمبر جناب محمد رسول اللہ ﷺ پر نازل کیا اور ﴿إِنَّا نَحۡنُ نَزَّلۡنَا ٱلذِّكۡرَ وَإِنَّا لَهُۥ لَحَٰفِظُونَ﴾ [الحجر:۹] فرما کر اس کی حفاظت کا فریضہ اپنے ذمہ لے لیا۔ قرآن مجید کا یہی امتیاز ہے کہ دیگر کتب سماوی کے مقابلے میں صدیاں بیت جانے کے باوجود محفوظ و مامون ہے اور اس کے چشمہ فیض سے اُمت سیراب ہورہی ہے۔ قرآن مجید کا یہی امتیاز اور اعجاز دشمنانِ اسلام کی آنکھوں میں کانٹے کی طرح کھٹک رہا ہے اور ان کی ہمیشہ سے یہ کوشش رہی ہے کہ اس کتاب لاریب کی جمع و کتابت میں شکوک وشبہات پیدا کردیئے جائیں، جن کی بنیاد پر یہ دعویٰ کیا جاسکے کہ معاذ اللہ گذشتہ کتابوں کی مانند قرآن مجید بھی تحریف وتصحیف سے محفوظ نہیں رہا، لیکن چونکہ حفاظت قرآن کا فریضہ خود اللہ تعالیٰ نے اپنے ذمہ لے لیا ہے، چنانچہ تاریخ اسلام کے ہر دور میں مشیت الٰہی سے حفاظت قرآن کے لیے ایسے اقدامات اور ذرائع استعمال کئے گئے جو اپنے زمانے کے بہترین اور موثر ترین تھے۔ حفاظت قرآن کے دو بنیادی ذرائع حفظ اور کتابت ہیں، جو عہد نبوی سے لے کر آج تک مسلسل جاری وساری ہیں۔

عہد نبوی میں حفاظتِ قرآن کا بنیادی ذریعہ حفظ و ضبط تھا۔ متعدد صحابہ کرام قرآن مجید کے حافظ اور قاری تھے، لیکن اس کے ساتھ ساتھ کتابت وحی کا سلسلہ بھی جاری رہا، جیسے ہی کوئی آیت مبارکہ نازل ہوتی نبی کریم ﷺ کاتبین وحی کو بلوا کر لکھوا دیا کرتے تھے اور بتلاتے تھے کہ فلاں فلاں آیت کو فلاں فلاں سورت میں لکھو۔ عہد نبوی میں قرآن

☆ فاضل کلیة القرآن الکریم، جامعہ لاہور الاسلامیہ ورکن مجلس التحقیق الاسلامی، لاہور



محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



مجید مکمل لکھا ہوا موجود تھا مگر ایک جگہ جمع نہیں تھا، بلکہ مختلف اشیاء میں متفرق طور پر موجود تھا۔ عہد صدیقی میں واقعہ یمامہ کے بعد قرآن مجید کو صحف کی صورت میں ایک جگہ جمع کر دیا گیا اور عہد عثمانی میں واقعہ آرمینیہ و آذربائیجان کے بعد سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے دور میں ایک جگہ جمع کیے گئے قرآن مجید کے متعدد نسخے تیار کر کے مختلف اَمصار میں روانہ کر دیئے گئے۔ عہد عثمانی میں کتابت قرآن کا ایسا رسم اختیار کیا گیا، جو تمام قراءات متواترہ کا احتمال رکھتا تھا اور جو درحقیقت عہد نبوی اور عہد صدیقی میں لکھے گئے صحف کے رسم سے ماخوذ تھا۔

## رسم عثمانی

رسم عثمانی سے مراد وہ رسم الخط ہے، جو سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ کے حکم پر سیدنا زید بن ثابت رضی اللہ عنہ اور ان کے دیگر ساتھیوں نے کتابتِ مصاحف میں اختیار کیا۔ قابل ذکر اَمر یہ ہے کہ رسم عثمانی کا ایک بڑا حصہ رسمِ قیاسی کے موافق ہے، لیکن چند کلمات رسم قیاسی کے خلاف لکھے گئے ہیں۔ اس لیے اَہل علم میں ایک نئی بحث نے جنم لیا کہ کیا رسم عثمانی توقیفی ہے؟ بایں طور پر کہ مصاحف عثمانیہ میں موجود رسم قیاسی کے مخالف کلمات کو توقیفی سمجھ کر ویسے ہی لکھ دیا جائے، یا یہ رسم غیر توقیفی (اجتہادی) ہے، جس میں تبدیلی کر کے رسم قیاسی کے موافق لکھا جا سکتا ہے؟ بالفاظ دیگر کتابتِ قرآن میں اس رسمِ عثمانی کا التزام کرنا ضروری ہے یا کہ نہیں؟

زیر نظر تحریر میں مذکورہ بالا مسئلہ کو ہر طبقہ کا موقف بمع دلائل، ان کا باہمی موازنہ کر کے راجح موقف بتا دیا گیا ہے۔ اسی طرح اس موضوع کے متعلق ایک اہم بحث کہ کیا صحابہ کرام کتابت و املاء کے ماہر تھے یا نہیں؟ میں دلائل کی روشنی میں کوئی رائے قائم کرنے کی کوشش کی گئی ہے۔

## رسم عثمانی کی توقیفیت

حقیقت یہ ہے کہ رسم عثمانی کے امتیاز کی بنیادی وجہ اس کے وہ اختلافات ہیں، جو رسم قیاسی و املائی کے مقابلہ میں منقول ہیں۔ بالفاظ دیگر انہی اختلافات نے رسم قرآنی اور رسم قیاسی کے راستے جدا جدا کر دیئے ہیں، چنانچہ جب دونوں طریقہ ہائے کتابت میں فرق اور اختلاف ظاہر ہوا تو ان کی تحقیق و تفتیش ایک لازمی امر تھا۔ نتیجتاً یہ بحث پیدا ہوئی کہ کیا رسم عثمانی منجانب اللہ ہے اور کیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کی صراحت فرمائی ہے؟ اسی بحث کا دوسرا زاویہ نگاہ یہ ہے کہ اہل عرب چونکہ اپنے رسم الخط کے لحاظ سے ارتقائی دور میں تھے اور صحابہ کرام نے اس وقت کے رائج رسم کے ساتھ ہی قرآن کی کتابت کی۔ دریں اثناء علماء نے کسی ایک رسم کی اَفضلیت وفوقیت کی وجوہ تلاش کرنا شروع کیں، جس سے رسم عثمانی کے توقیفی ہونے یا نہ ہونے کے بارے میں ایک مستقل بحث معرض وجود میں آئی۔ دونوں مکتبہ ہائے فکر کے دلائل درج ذیل ہیں:

## قائلین عدم توقیف

◉ یہ موقف بعض اہل علم کا ہے۔ اس نظریہ اور موقف کی بنیاد علامہ ابن خلدون رحمہ اللہ کا وہ اقتباس ہے، جو انہوں نے مقدمہ میں ذکر کیا ہے:

”ولا تلتفتنَّ فی ذلك إلی ما يزعمه بعض المغفلين من أنهم كانوا محكمين بصناعة الخط



محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com


ما أن ما يتخيل من مخالفة خطوطهم لاصول الرسم ليس كما يتخيل بل لكلها وجه »
[مقدمہ ابن خلدون:۱/۴۷۷]

''بعض غافل لوگوں کی طرح اس بات کی طرف توجہ نہیں دینی چاہئے کہ صحابہ کرام فن کتابت پر عبور رکھتے تھے، اس طرح یہ بات بھی ناقابل التفات ہے کہ ان کے کتابی اختلافات کا تعلق اُصول رسم سے ہے، جیسا کہ خیال کیا جاتا ہے بلکہ ہر ایک اختلاف کے پیچھے کوئی وجہ موجود ہے۔'' [رسم عثمانی اور اس کی شرعی حیثیت از حافظ سمیع اللہ فراز، ص۲۹۲]

◉ قاضی ابوبکر الباقلانی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

''اللہ تعالیٰ نے کتابت میں سے کوئی چیز اُمت پر فرض نہیں فرمائی، اسی لئے قرآن کو لکھنے والے اور اس کے خطاطین نے کسی معین رسم کو اختیار نہیں کیا، کیونکہ کسی رسم کا وجوب سماعی وتوقیفی نہیں اور نہ ہی کتاب اللہ کی کسی نص سے ثابت ہے۔ اس کے علاوہ کسی نص سے بھی یہ مفہوم نہیں نکلتا کہ قرآنی رسم اور اس کی پابندی کسی مخصوص جہت پر لازمی ہے۔''

[مناهل العرفان:۱/۳۷۲]

◉ نبی کریم ﷺ کا یہ اعجاز ہے کہ آپ ﷺ اُمی تھے اور لکھ پڑھ نہیں سکتے تھے، جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿وَمَا كُنتَ تَتْلُوا مِنْ قَبْلِهِ مِنْ كِتَابٍ وَلَا تَخُطُّهُ بِيَمِينِكَ إِذًا لَّا رْتَابَ الْمُبْطِلُونَ﴾ [العنکبوت:۴۸]

''اور اے پیغمبر ﷺ! قرآن اترنے سے پہلے نہ تو تو کوئی کتاب پڑھ سکتا تھا اور نہ اپنے ہاتھ سے اس کو لکھ سکتا تھا۔ (کیونکہ تو اُمی تھا) اگر پڑھا لکھا ہوتا تو یہ جھٹلانے والے ضرور شبہ کرتے۔''

لہٰذا یہ کیسے ممکن ہوسکتا ہے کہ آپ ﷺ نے سیدنا زید بن ثابت رضی اللہ عنہ کو کتابت و املاء کے قواعد کے مطابق لکھوایا ہو۔ کیا نبی کریم ﷺ کاتبین وحی کو فرماتے تھے کہ لفظ إبراهيم کو سورہ بقرہ میں بغیر یاء کے، جبکہ سورہ بقرہ کے علاوہ دیگر مقامات پر یاء کے ساتھ لکھو۔

اگر نبی کریم ﷺ کا کتابت کروانا مذکورہ صفت و کیفیت پر تھا، تب رسم عثمانی بلا شک وشبہ توقیفی ہے، لیکن ایسی کوئی روایت منقول نہیں ہے، جس میں مذکورہ کیفیت منقول ہو۔ اگر ایسی کیفیت ہوتی تو ضرور تواتر کے ساتھ ہم تک پہنچتی۔

◉ جب زید بن ثابت رضی اللہ عنہ کا اپنے ساتھیوں کے ساتھ کلمہ 'التابوت' کی تاء کی کتابت میں اختلاف ہوا تو امیر المومنین سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ نے لغت قریش کے مطابق تاء مطولہ کے ساتھ لکھنے کا حکم دیا۔ اگر قرآن مجید کا رسم توقیفی ہوتا تو سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ کو کہنا چاہئے تھا کہ جس کیفیت پر آپ رضی اللہ عنہ (زید) کو نبی کریم ﷺ نے لکھوایا ہے، اسی کیفیت پر لکھ دو، یا سیدنا زید بن ثابت رضی اللہ عنہ خود فرماتے کہ مجھے نبی کریم ﷺ نے فلاں کیفیت پر لکھوایا ہے۔

◉ اگر رسم توقیفی ہوتا تو سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ کی جانب سے مختلف شہروں کی طرف بھیجے گئے تمام مصاحف میں ایک ہی کیفیت پر ہوتا اور ان میں مکتوب بعض کلمات کی کتابت میں ایک دوسرے سے اختلاف نہ ہوتا۔

◉ امام مالک رحمہ اللہ بچوں کی تعلیم کے لیے رسم عثمانی کے خلاف رسم قیاسی کے مطابق لکھنے کو جائز قرار دیتے ہیں۔ اگر رسم توقیفی ہوتا تو وہ اس کی لازماً صراحت فرماتے اور بچوں کے لئے غیر رسم عثمانی پر لکھنے کی اجازت نہ دیتے۔

◉ اگر رسم توقیفی ہوتا تو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اس کا نام 'رسم توقیفی یا رسم نبوی' رکھتے، 'رسم عثمانی' نہ رکھتے۔

## رسم عثمانی کا نظریہ توقیف

جمہور اہل علم کے نزدیک رسم عثمانی توقیفی ہے، یعنی اس کے کلمات کی ہیئت و کیفیت رسول اللہ ﷺ سے توقیفاً


محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



ثابت ہے۔ جمہور علماء سلف کے اقوال کے علاوہ رسول اللہ ﷺ سے رسم عثمانی کے ثبوت اور فقہی اُصولوں کی روشنی میں رسم عثمانی کے توقیفی ہونے پر دلائل پیش خدمت ہیں:

◉ ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿إِنَّا نَحْنُ نَزَّلْنَا الذِّكْرَ وَإِنَّا لَهُ لَحَافِظُونَ﴾ [الحجر:۹]

''بے شک قرآن کو ہم ہی نے اتارا ہے اور ہم ہی اس کے نگہبان ہیں۔''

اللہ تعالیٰ کی مذکورہ نگہبانی وحفاظت قرآن کریم کے حروف، معانی اور رسم سمیت تمام اُمور پر مشتمل ہے۔ اگر رسم عثمانی توقیفی نہ ہوتا تو اللہ تعالیٰ کا یہ دعویٰ ﴿وَإِنَّا لَهُ لَحَافِظُونَ﴾ غلط قرار پاتا، جوکہ محال ہے یعنی اگر رسم عثمانی غیر توقیفی ہوتا، جس کو صحابہ کرام نے اپنی وسعت علمی سے لکھا تھا تو لازم آتا کہ لفظ 'رحمت، نعمت' ہاء کے ساتھ اور لفظ 'وسوف یؤت' یاء کے ساتھ اور لفظ 'یدع' وغیرہ واؤ کے ساتھ نازل کئے گئے تھے، جن کو صحابہ کرام نے خط سے عدم واقفیت کی بناء پر جہالت میں 'تاء، حذف یاء اور حذف واؤ' کے ساتھ لکھ دیا ہے اور چودہ سو سال گزر جانے کے باوجود امت اس غلطی کی پیروی کرتی چلی آرہی ہے اور حروف کی کمی وزیادتی جیسے گناہ کا ارتکاب کرتی رہی ہے، حالانکہ ارشاد نبوی ﷺ ہے:

«إِنَّ أُمَّتِيْ لَا تَجْتَمِعُ عَلَى الضَّلَالَةِ» [سنن ابن ماجہ]

''میری اُمت کبھی گمراہی پر اکٹھی نہیں ہوسکتی۔''

جب اللہ تعالیٰ کے اس دعوے ﴿وَإِنَّا لَهُ لَحَافِظُونَ﴾ کا ابطال ناممکن ہے تو عدم توقیفی والا نظریہ بھی باطل ٹھہرا، اس سے عدم توفیق کی ضد توفیق یعنی 'توقیف نبوی' کا ثبوت ملا، لہٰذا رسم عثمانی توقیفی ہے اور یہی مطلوب ومقصود الٰہی ہے۔ [تنویر البصر للضبَّاع:ص۱۱۰]

◉ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں: ﴿لَا يَأْتِيهِ الْبَاطِلُ مِنْ بَيْنِ يَدَيْهِ وَلَا مِنْ خَلْفِهِ تَنْزِيلٌ مِنْ حَكِيمٍ حَمِيدٍ﴾

''(اور بے شک قرآن عزت والی، بے نظیر اور نادر کتاب ہے) جھوٹ کا تو اس میں دخل ہی نہیں ہے، نہ آگے سے نہ پیچھے سے۔ حکمت والے، تعریف کے لائق اللہ کی طرف سے اتاری ہوئی ہے۔'' [حم السجدۃ:۴۲]

قرآن مجید ایک ایسی محفوظ کتاب ہے، جس میں جھوٹ کا یکسر دخل نہیں ہے۔ اب یہ کیسے ممکن ہوسکتا ہے کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے اپنی عقل و دانش سے قرآن مجید کا رسم لکھ دیا ہو اور وہ اللہ تعالیٰ کی رضا کے خلاف ہو اور زمانہ نزول وحی میں اس پر تنبیہ بھی نہ آئی ہو، لہٰذا اس آیت مبارکہ کا تقاضا ہے کہ رسم عثمانی کو توقیفی تسلیم کیا جائے۔ اگرچہ اس میں بعض مقامات پر عظیم مقاصد کے تحت، جن سے روگردانی محال ہے، معروف قواعد کتابت 'رسم قیاسی' کے خلاف لکھا گیا ہے۔ [تنویر البصر للضباع رحمہ اللہ:۱۱۷]

◉ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے: ﴿بَلْ هُوَ قُرْآنٌ مَجِيدٌ فِي لَوْحٍ مَحْفُوظٍ﴾ [البروج:۲۱،۲۲]

''یہ قرآن (کچھ معمولی کلام نہیں ہے)، بلکہ بڑی بزرگی والا ہے، لوح محفوظ میں لکھا ہوا ہے۔''

امام حسن بصری رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

"إن هذا القرآن المجيد عند الله في لوح محفوظ ينزل منه ما يشاء على من يشاء من خلقه"

''بے شک یہ قرآن مجید اللہ تعالیٰ کے ہاں لوح محفوظ میں لکھا ہوا ہے۔ اللہ تعالیٰ اس سے جو چاہتا ہے، اپنی مخلوق میں سے جس پر چاہتا ہے نازل کردیتا ہے۔'' [تاریخ القرآن لمحمد طاهر بن عبدالقادر:۱۸]



محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



مذکورہ آیت قرآنی سے معلوم ہوتا ہے کہ جو قرآن مجید لوح محفوظ میں لکھا ہوا ہے بعینہ یہی قرآن ہے۔ اب یہ کیسے ممکن ہوسکتا ہے کہ اس قرآن کا رسم، لوح محفوظ میں مکتوب قرآن مجید کے رسم سے مختلف ہو۔ اس آیت مبارکہ کا تقاضا ہے کہ رسم قرآن کو توقیفی تسلیم کیا جائے ورنہ اس کا غیر محفوظ ہونا لازم آئے گا، جو کہ محال اور باطل ہے۔

◉ کاتب وحی سیدنا زید بن ثابت رضی اللہ عنہ سے منقول ہے کہ

’’کنت أکتب الوحی عند رسول اللہ ﷺ وھو یملی علیَّ فإذا فرغتُ قال: «اقرأہ» فأقرؤہٗ فإنْ کان فیه سَقْطٌ أقامه‘‘ [مجمع الزوائد:۸/۲۵۷]

’’میں رسول اللہ ﷺ کے پاس وحی لکھا کرتا تھا اور آپ ﷺ مجھے اِملاء کرواتے تھے، جب میں فارغ ہوجاتا تو آپ ﷺ فرماتے: اس کو پڑھ! میں پڑھتا۔ اگر اس میں کوئی غلطی ہوتی تو آپ ﷺ اسے درست کروا دیتے۔‘‘

اس حدیث مبارکہ سے معلوم ہوتا ہے کہ نبی کریم ﷺ کتابت وحی کی بذات خود نگرانی کیا کرتے تھے اور اس میں رہ جانے والی غلطیوں کو درست کروا دیتے تھے۔ گویا کہ آپ نے مکمل قرآن اپنی نگرانی میں لکھوایا، جو رسم قرآن کے توقیفی ہونے پر دلالت کرتا ہے۔

◉ اگرچہ نبی کریم ﷺ اُمی تھے، لیکن اُمی ہونے کے باوجود آپ ﷺ قراءت بھی کرتے تھے اور اِملاء (کتابت) بھی کرواتے تھے، جیسا کہ مذکورہ بالا حدیث سے معلوم ہوتا ہے۔ اب اگر کوئی شخص آپ ﷺ کے اُمی ہونے کے باوجود املاء کروانے کے غیر معقول ہونے کا اعتراض کرتا ہے تو یہی اعتراض آپ ﷺ کی قراءت اور تلاوت پر بھی ہوسکتا ہے، کیونکہ اللہ تعالیٰ نے دونوں (قراءت، کتابت) کو ایک ہی جگہ ﴿وَمَا كُنْتَ تَتْلُوْا مِنْ قَبْلِهٖ مِنْ كِتَابٍ وَّلَا تَخُطُّهٗ بِيَمِيْنِكَ اِذًا لَّارْتَابَ الْمُبْطِلُوْنَ﴾ [العنکبوت:۴۸] بیان کیا ہے اور اس امر کا غیر عقلی ہونا ہی معجزہ ہے، کیونکہ معجزہ ماورائے عقل شے کا نام ہے۔

مزید برآں اس آیت مبارکہ میں ﴿مِنْ قَبْلِهٖ﴾ کی ضمیر ﴿مِنْ كِتَابٍ﴾ کی جانب لوٹ رہی ہے کہ آپ ﷺ اس کتاب کے نزول سے پہلے پہلے اُمی تھے۔ اس میں بھی آپ ﷺ کا معجزہ کارفرما ہے کہ پہلے آپ ﷺ اُمی تھے، پھر ایسے علوم وفنون لائے جن کا ایک اُمی سے صادر ہونا محال ہے۔ [تنویر البصر للضباع رحمہ اللہ] قرآنی آیت ﴿اِذًا لَّارْتَابَ الْمُبْطِلُوْنَ﴾ ’’اگر پڑھا لکھا ہوتا تو یہ جھوٹے ضرور شک کرتے‘‘ میں بھی یہی واضح کیا گیا ہے کہ اگر آپ ﷺ اُمی نہ ہوتے تو کفار یہ اعتراض کرتے کہ یہ کلام اپنے پاس سے گھڑ لایا ہے، لیکن ایک ایسا آدمی جو اُمی ہو اور پھر ایسے علوم وفنون لے کر آئے جو ایک اُمی سے ناممکن اور محال ہوں تو یہ امر اس بات پر دلالت کرتا ہے کہ یہ خالصتاً عطیہ خداوندی (وحی الٰہی) ہے، جس میں آپ ﷺ کا ذاتی کوئی دخل نہیں۔

اس آیت مبارکہ سے معلوم ہوتا ہے کہ اُمی ہونے کے باوجود جس طرح 'قراءت' آپ ﷺ کے لئے وحی الٰہی تھی ویسے ہی 'اِملاء' (کتابت) کروانا بھی اللہ تعالیٰ کی طرف سے عطا کردہ وحی کی روشنی میں ہوتا تھا۔

◉ علامہ علی محمد الضباع رحمہ اللہ اپنی کتاب تنویر البصر میں رقم طراز ہیں کہ

’’بعض ایسے آثار منقول ہیں، جن سے محسوس ہوتا ہے کہ نبی کریم ﷺ حروف کو پہچانتے تھے اور علماء کی ایک جماعت کا بھی یہی رجحان ہے، جن میں سے ابومحمد شلیبانی رحمہ اللہ، ابوذر الہروی رحمہ اللہ اور ابوالولید الباجی رحمہ اللہ قابل ذکر ہیں۔ انہوں نے درج ذیل دلائل سے استدلال کیا ہے:



محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



- ابن ابی شیبہ رحمہ اللہ وغیرہ سے مروی ہے: "مامات رسول الله حتی كَتَبَ وَقَرَأَ" ''نبی کریم ﷺ نے وفات سے پہلے لکھا اور پڑھا۔''
- امام ابن ماجہ رحمہ اللہ نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے نبی کریم ﷺ کا یہ قول نقل کیا ہے:
«رأيت ليلة أسرى بي مكتوبا على باب الجنة الصدقة بعشر أمثالها......»
''میں نے معراج کی رات جنت کے دروازے پر لکھا ہوا دیکھا کہ صدقہ کا ثواب دس گنا ملتا ہے۔''
- ابن اسحاق کی روایت میں قصہ حدیبیہ والی حدیث میں مذکور ہے: "فأخذ رسول الله ﷺ الكتابَ فكَتَبَ: هذا ما قاضى عليه محمد بن عبد الله" ''نبی کریم ﷺ نے ورق لیا اور اس پر لکھا کہ یہ وہ معاہدہ ہے جس پر محمد بن عبداللہ نے صلح کی ہے۔ دوسری روایت میں ہے: "وليس يَحْسُنُ أن يكْتُبَ فكَتَبَ" ''آپ کی کتابت اچھی نہیں تھی، پس آپ نے لکھا۔'' تیسری روایت میں ہے: " فكَتَبَ بيده " ''آپ ﷺ نے اپنے ہاتھ سے لکھا۔'' اس حدیث کو امام بخاری رحمہ اللہ نے اپنی صحیح میں امام طبری رحمہ اللہ اور امام خازن رحمہ اللہ نے اپنی تفسیر میں اور یمنی رحمہ اللہ نے اپنی شرح میں نقل کیا ہے۔
- ابوبکر النقاش رحمہ اللہ نے ابوکبشہ السلولی رحمہ اللہ کی روایت میں نقل کیا ہے کہ أنه قرأ صحيفةً لعيينة بن حصن وأخبر بمعناها ''نبی کریم ﷺ نے عیینہ بن حصن کا صحیفہ پڑھا اور اس کا معنی بتایا۔اس روایت کو امام ابوحیان رحمہ اللہ نے بحر المُحیط میں نقل کیا ہے اور فرمایا ہے کہ نبی کریم ﷺ کی کتابت کی دو صورتیں ہوسکتی ہیں:

1. اللہ تعالیٰ نے قلم کو ان کے ہاتھ میں جاری کر دیا ہو اور قلم نے آپ ﷺ کے قصد کے بغیر ہی لکھ دیا ہو۔
2. دوسری صورت یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو اس وقت کتابت سکھا دی ہو جس طرح قراءت سکھا دی تھی۔

قاضی عیاض رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ آپ ﷺ سے کتابت کی روایات اگرچہ صحیح نہیں ہیں، لیکن یہ بھی کوئی بعید از قیاس نہیں ہے کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو کتابت وقراءت دونوں کا علم عطا کر دیا ہو۔

مذکورہ اقوال وآثار سے معلوم ہوتا ہے کہ نبی کریم ﷺ حروف کو پہچانتے تھے اور املاء بھی کرواتے تھے اور آپ ﷺ کا ان دونوں (قراءت وکتابت) کو جاننا اُمی ہونے کے خلاف بھی نہیں ہے اور یہی کمال معجزہ ہے۔ ان دونوں (قراءت و کتابت) کے جاننے کے باوجود بھی نبی کریم ﷺ اُمی تھے، کیونکہ یہ علم وحی کے ذریعہ آپ ﷺ کو حاصل ہوئے، نہ کہ آپ ﷺ نے ان علوم کو سیکھا۔

◉ عہد عثمانی میں کتابت مصاحف میں بھی عہد نبوی اور عہد صدیقی میں لکھے گئے رسم کو ہی بنیاد بنایا گیا تھا، ورنہ قرآن مجید دلوں میں پہلے سے ہی محفوظ تھا۔حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا کے پاس موجود صحف پر اعتماد کیا، جو حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے دور خلافت میں لکھے جا چکے تھے اور حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے ان صحف کو لکھواتے وقت عہد نبوی کے رسم کو ہی بنیاد بنایا تھا اور زید بن ثابت رضی اللہ عنہ اس وقت تک کچھ قبول نہیں کرتے تھے جب تک دو گواہ اس پر گواہی نہ دے دیتے۔ شیخ محمد طاہر بن عبدالقادر الکردی رحمہ اللہ اپنی کتاب تاریخ القرآن وغرائب رسمه وحكمه میں رقم طراز ہیں:

''كان زيد لا يقبل من أحد شيئا حتى يشهد شهيدان'' [الدر المنثور]

''حضرت زید رضی اللہ عنہ دو گواہوں کی گواہی کے بغیر کچھ قبول نہیں کرتے تھے۔''





محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



حضرت زید رضی اللہ عنہ گواہیاں اس لئے تلاش کرتے تھے، تاکہ وجوہ قراءات کو مکمل کرسکیں اور عہد نبوی کی کتابت کو دیکھ سکیں جو صحابہ کرام نے نبی کریم ﷺ کے پاس کی تھی۔

حافظ ابن حجر رحمہ اللہ ان دو گواہوں کی وضاحت کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

”وکان المراد بالشاهدين شاهد الحفظ والكتابة“ [فتح الباري:۱۵/۹]

''دو گواہوں سے مراد حفظ اور کتابت کے گواہ ہیں۔''

امام سخاوی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

”المراد أنهما يشهدان على أن ذلك المكتوب كتب بين يدي رسول الله ﷺ“ [جمع القرآن للروحی، ص۷]

''اس سے مراد یہ ہے کہ دو گواہ یہ گواہی دیں کہ یہ لکھا ہوا حصہ (ٹکڑا) نبی کریم ﷺ کے سامنے لکھا گیا تھا۔''

ابن عساکر رحمہ اللہ روایت کرتے ہیں کہ ایک دن حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے خطبہ دیا اور لوگوں کو قسم دے کر کہا کہ تمہارے پاس جتنا بھی قرآن لکھا ہوا ہے وہ لے آؤ! چنانچہ لوگ ورق اور چمڑے وغیرہ پر لکھے ہوئے قرآن کے ٹکڑے لاتے اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی خدمت میں پیش کردیتے، حضرت عثمان رضی اللہ عنہ ان کو قسم دے کر کہتے:

”أسمعتَ من رسول الله وهو أملاه عليك فيقول: نعم“ [تاریخ القرآن وغرائب رسمه:ص۵۰]

''کیا تو نے نبی کریم ﷺ سے سنا ہے اور آپ ﷺ نے تجھ کو املاء کروائی تھی۔ پس وہ کہتا ہاں! تب اس ٹکڑے کو محفوظ کرلیا جاتا۔''

مذکورہ روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ عہد صدیقی وعہد عثمانی میں بھی نبی ﷺ کی کروائی ہوئی کتابت واملاء (رسم) کا پورا پورا خیال رکھا گیا تھا اور نبی کریم ﷺ کا املاء کروانا عمل توقیفی ہے۔ عہد عثمانی رضی اللہ عنہ میں جب ان مصاحف پر مراجعت کرلی گئی تو ۱۲ ہزار صحابہ رضی اللہ عنہم نے اس امر پر اتفاق کرلیا کہ یہی معیاری اور توقیفی رسم ہے، جس پر آج تک اُمت کا اجماع چلا آرہا ہے اور سلف میں سے کسی سے بھی اس کی مخالفت منقول نہیں ہے۔

◉ جب مصاحف عثمانیہ کو لکھ لیا گیا تو حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو کہا کہ جب اس آیت مبارکہ ﴿ وَالَّذِيْنَ يُتَوَفَّوْنَ مِنْكُمْ وَيَذَرُوْنَ اَزْوَاجًا وَّصِيَّةً لِّاَزْوَاجِهِمْ مَّتَاعًا اِلَى الْحَوْلِ﴾ [البقرة:۲۴۰] کا حکم منسوخ ہوچکا ہے، تو آپ نے اس کو مصحف میں کیوں لکھ دیا ہے؟ امیر المؤمنین سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

”إن هذا أمر توقيفي وأنا وجدتها مثبتة في المصحف كذلك بعدها فأثبتها حيث وجدتها“

''بے شک یہ توقیفی امر ہے، میں نے اس آیت کو اسی طرح مصحف میں لکھا ہوا پایا ہے۔ پس میں نے بھی اسے جہاں موجود تھی وہاں لکھ دیا ہے۔'' [ابن کثیر: ص۶۵۸]

اس روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے کتابتِ مصاحف میں اپنے اجتہاد کے بجائے توقیف نبوی پر عمل کیا۔ جو نبی کریم ﷺ نے لکھوایا ہوا تھا اسے لکھ دیا اور جو حذف تھا اسے چھوڑ دیا اور اس طریقہ رسم پر لکھوایا جو نبی کریم ﷺ سے ثابت تھا۔

◉ حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا:

«إذا كتب أحدكم ”بسم الله الرحمن الرحيم“ فليمدَّ الرحمن» [رواه الديلمی فی سنده]

''جب تم میں سے کوئی شخص 'بسم اللہ الرحمن الرحیم' لکھے تو اس کو چاہئے کہ لفظ 'الرحمٰن' کو لمبا کرے۔''



محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



مذکورہ بالا حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ نبی کریم ﷺ حروف کو پہچانتے تھے اور غلطیوں کی اِصلاح فرمادیتے تھے۔

◉ ایک دفعہ نبی کریم ﷺ نے کاتب وحی حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کو کہا:

«ألق الدواة، وحرف القلم، وانصب الباء، وفرق السين، ولا تعور الميم، وحسن الله، ومد الرحمن، وجود الرحيم، وضع قلمك على أذنك اليسرى فإنه أذكر لك» وفی رواية: «أذكر لك للملى» [ فتح الباری، الدیلمی: ص ۳۱۴، کنزالعمّال: ۱۰/؟، الدر المنثور: ۱/۱ ]

''دوات کھلی رکھو، قلم ترچھا پکڑو، باء کو کھڑا کرو، سین کو علیحدہ کرو، میم کو ٹیڑھا نہ کرو، لفظ اللہ کو خوبصورت بناؤ، لفظ الرحمٰن کو لمبا کرو، لفظ الرحیم کو عمدہ لکھو اور اپنی قلم اپنے بائیں کان پر رکھو، بے شک یہ زیادہ یاد دلانے والا عمل ہے۔ ایک روایت میں ہے۔ بے شک یہ اِملاء کے لئے زیادہ یاد دلانے والا عمل ہے۔''

مذکورہ بالا حدیث بھی آپ کے اِملاء کروانے پر دلالت کرتی ہے، جس میں نہ صرف اِملاء کا ذکر ہے بلکہ حروف کی کتابت کی ہیئت و کیفیت کا بھی تذکرہ ہے کہ فلاں فلاں حرف کو ایسے ایسے لکھو۔

◉ عن زيد بن ثابت: "أنه كان يكره أن تكتب "بسم الله الرحمن الرحيم" ليس لها سين"

[تحريم كتابة القرآن الكريم بحروف غير عربية]

''حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ بسم الله الرحمن الرحيم میں بغیر سین کے 'بسم اللہ' کی کتابت کو ناپسند کرتے تھے۔''

'بسم اللہ' کی سین کو دندانوں کے بغیر لکھنے کو ناپسند کرنے کی یہی وجہ ہو سکتی ہے کہ انہوں نے قرآن مجید میں اسے سین کے دندانوں کے ساتھ لکھا ہوا دیکھا تھا۔ اس سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ حضرت زید رضی اللہ عنہ غیر قرآن میں بھی رسم توقیفی کو ہی ترجیح دیتے تھے۔

◉ ڈاکٹر عبدالقیوم عبدالغفور السندی رحمہ اللہ اپنی کتاب جمع القرآن الكريم في عهد الخلفاء الراشدين میں رقم طراز ہیں:

''جمہور اہل علم کا یہی خیال ہے کہ رسم عثمانی توقیفی ہے۔ انہوں نے درج ذیل اُمور سے استدلال کیا ہے:

① کاتبین وحی نے نبی کریم ﷺ کی نگرانی میں قرآن مجید کو لکھا، اور نبی کریم ﷺ نے اس رسم کو باقی رکھا جس پر انہوں نے آپ ﷺ کے سامنے لکھا تھا اور آپ ﷺ کا کسی معاملہ پر زمانہ نزول وحی میں خاموش رہنا بھی ہمارے لئے حجت ہے۔ آپ ﷺ کی تقریر سے ثابت ہوتا ہے کہ یہی رسم درست اور توقیفی ہے۔

② عہد صدیقی رضی اللہ عنہ اور پھر عہد عثمانی رضی اللہ عنہ میں اسی سابقہ رسم پر لکھا گیا، جس پر ۱۲ ہزار صحابہ کا اجماع ہے، کسی سے مخالفت ثابت نہیں ہے، اور ان کا اجماع ہمارے لئے واجب الاتباع ہے۔

③ اُمت نے اسی رسم کی اتباع کی، اور کتابت مصاحف میں اسی کو ہی معیار بنایا، تابعین اور ائمہ مجتہدین کے زمانہ میں بھی اس پر عمل ہوتا رہا، لیکن کسی سے مخالفت نقل نہیں کی گئی۔''

◉ شیخ محمد طاہر بن عبدالقادر الکردی رحمہ اللہ اپنی کتاب 'تاریخ القرآن وغرائب رسمہ وحکمہ' میں رقم طراز ہیں:

''قرآن مجید ہم تک تواتر قطعی، سند صحیح کے ساتھ عدول سے عدول تک طبقہ بعد طبقہ پہنچا ہے جو قراءۃ سماع اور رسم سمیت تمام امور کو شامل ہے۔''



محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



◉ ڈاکٹر لبیب السعید رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

"أنه يتوقف على السماع من رسول الله ﷺ وليس للعقل فيه مجال"

[الجمع الصوتی الاوّل،ص۲۹۳]

''یعنی یہ (رسم) رسول اللہ ﷺ سے منقول ہونے کی بناء پر توقیفی ہے اور اس میں عقل کا کوئی دخل نہیں ہے۔''

◉ علامہ طاش کبریٰ زادہ رحمہ اللہ رسم کی توقیفیت کے بارے میں فرماتے ہیں: یہ رسم آج تک قابل اتباع سنت رہا ہے اور اللہ تعالیٰ نے روئے زمین پر کسی کو یہ اجازت نہیں دی کہ وہ اس کے تغیر وتبدل کا ارادہ کرے، حالانکہ ہجا کی کتابت سالوں کے گزرنے کے ساتھ ساتھ بدلتی اور مختلف زمانوں میں ایک قوم سے دوسری قوم تک منتقلی میں مختلف ہوجایا کرتی ہے۔اس کے برعکس اللہ تعالیٰ نے اعدائے قرآن کی تحریفات سے حفاظت کی خاطر کتاب اللہ میں ہر قسم کی تبدیلی یا کسی قسم کی کمی وبیشی کا دروازہ ہی بند کردیا ہے۔ بایں وجہ رسم عثمانی کو یہ مقدس مقام ملا جس کو تبدیل نہیں کیا جاسکتا۔ [مفتاح السعادۃ:۲/۲۲۵،رسم عثمانی اور اس کی شرعی حیثیت،ص۲۹۵]

◉ حافظ سمیع اللہ فراز حفظہ اللہ اپنے ایم فل کے مقالہ 'رسم عثمانی اور اس کی شرعی حیثیت' میں رقم طراز ہیں:

''صفحۂ ہستی پر کلام اللہ کا آغاز نزول بھی اس عقدہ کو حل کرنے کے لیے دلگشا ثابت ہوتا ہے۔ جب اوّلین وحی ہی علم وقلم کے دستور وقانون کے ساتھ نازل ہوئی، چنانچہ اسی بنیاد پر ابن فارس رحمہ اللہ رسم کے توقیفی اور منجانب اللہ ہونے کے دعویدار ہیں: "نقول أن الخطَّ توقيفي لقوله تعالىٰ: ﴿عَلَّمَ بِالْقَلَمِ عَلَّمَ الْإِنْسَانَ مَالَمْ يَعْلَمْ﴾ وقال تعالىٰ: ﴿نٓ وَالْقَلَمِ وَمَا يَسْطُرُوْنَ﴾ [الجمع الصوتی الاوّل:ص۲۹۳]

◉ شیخ القراء قاری اظہار احمد تھانوی رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

''معلوم ہوتا ہے کہ نوشت وخواند تمام پیغمبروں کا عمل رہا ہے اس میں حضرت ادریس علیہ السلام یا حضرت ہود علیہ السلام یا حضرت آدم علیہ السلام کی خصوصیت نہیں۔لہٰذا علماء روایت کا یہ کہنا: "القرآن قد كتب كله بأمره و املائه" ''مکمل قرآن مجید آپ ﷺ کے حکم اور املاء کروانے سے لکھا گیا ہے۔'' کوئی تعبیر مجازی نہیں ہے سیدھا صاف مطلب ہے کہ ہر لفظ آپ ﷺ کے حکم سے لکھا گیا اور اس کی رسم وانشاء بھی آپ کے فرمان سے ہوئی۔'' [ایضاح المقاصد:ص۱۱،۱۲]

◉ نبی کریم ﷺ اپنی موجودگی میں کاتبین وحی کو قرآن مجید کی املاء کروایا کرتے تھے، گویا کہ خود رسول اللہ ﷺ نے اس رسم کو نافذ فرمایا ہے اور یہ بات طے شدہ ہے کہ صحابہ رضی اللہ عنہم نے رسول اللہ ﷺ کی موجودگی میں پورے قرآن مجید کی کتابت کی، لہٰذا رسم قرآنی کا توقیفی ہونا تقریری حدیث سے ثابت ہوا۔ [رسم عثمانی اور اس کی شرعی حیثیت:۲۹۶]

کچھ ایسا ہی ڈاکٹر لبیب السعید رحمہ اللہ رسم عثمانی کے توقیفی ہونے کے متعلق لکھتے ہیں:

" إنَّ النبیﷺ كان له كتاب يكتبون الوحی، و بحضرته كتبوا كله بهذا الرسم...... وكان النبیﷺ قد أَقَرَّ هذا الرسم" [الجمع الصوتی الاوّل:۲۹۶]

''نبی کریم ﷺ کے متعدد کاتبین وحی تھے، جنہوں نے آپ ﷺ کی موجودگی میں اس رسم میں مکمل قرآن مجید لکھا گویا کہ آپ نے خود اس رسم کو مقرر کردیا۔''

◉ قاری رحیم بخش پانی پتی رحمہ اللہ رسم عثمانی کی توقیفیت کے حوالے سے لکھتے ہیں:

''اگر رسم عثمانی کو توقیفی تسلیم نہ کیا جائے تو اس سے لازم آئے گا کہ صحابہ نے عدم واقفیت کے سبب قرآن مجید کو غلط لکھ دیا ہے۔خود بھی ان کلمات پر غلط وقف کرتے رہے اور چودہ سو سال سے قرائے امت بھی اسے غلط پڑھتے آرہے ہیں،



محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



حالانکہ اللہ تعالیٰ نے حفاظت قرآن کا وعدہ کیا ہوا ہے جو عام ہے، لہٰذا یہ وعدہ ایک ایک حرف کی حفاظت کو شامل ہے۔ اگر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی غلطی تسلیم کی جائے تو حفاظت قرآن کا خدائی وعدہ صادق نہیں رہے گا، جو کہ محال ہے۔''

[ الخط العثمانی فی الرسم القرآنی، ص۱۰۱]

◉ رسم عثمانی کے توقیفی ہونے کے متعدد دلائل میں سے ایک دلیل یہ بھی ہے کہ اس کے مختلف الفاظ کو مختلف مقامات میں دو طریقوں سے لکھا جاتا ہے، مثلاً ایک کلمہ قرآن مجید میں بعض مقامات پر ایک رسم، جبکہ وہی کلمہ دوسرے مقامات پر دوسرے رسم سے لکھا گیا ہے، حالانکہ کلمہ ایک ہی ہے۔ مثلاً کلمہ 'بسم' سورتوں کے آغاز اور دو آیات ﴿ بِسۡمِ اللّٰهِ مَجۡرٖىهَا وَمُرۡسٰىهَا ﴾ [ھود:۴۱] اور ﴿وَإِنَّهُۥ بِسۡمِ اللّٰهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِيمِ﴾ [النمل:۳۰] میں الف کے بغیر لکھا گیا ہے جب کہ ﴿فَسَبِّحۡ بِاسۡمِ رَبِّكَ الۡعَظِيمِ﴾ [الواقعۃ:۷۴] اور ﴿اقۡرَأۡ بِاسۡمِ رَبِّكَ﴾ [ العلق:۱] میں الف کے ساتھ مرسوم ہے۔ اگر یہ رسم قیاسی ہوتا تو ہر کلمہ ہر جگہ ایک ہی طرح مرسوم ہوتا اور اس میں اختلاف نہ رکھا جاتا، لہٰذا بعض حِکم و مصالح کے تحت یہ رسم عثمانی بعض مقامات میں مختلف رکھا گیا ہے۔

**راجح موقف:** مذکورہ دلائل سے معلوم ہوتا ہے کہ رسم عثمانی کو توقیفی ماننے ہی میں اُمت کے اتحاد کے علاوہ کئی مصالح مضمر ہیں، کیونکہ دورِ جدید میں ہر رسم اپنی روز افزوں ترقی کے سبب تغیر وتبدل کا محتاج ہے۔ اسی بنیاد پر اگر ہم متعدد رسوم میں کتابتِ مصحف کی اجازت دے دیں، تو اس کی وجہ سے قرآنی حفاظت وصیانت میں ایک ناقابل یقین مشکل درپیش ہوگی، چنانچہ مناسب یہی ہے کہ کتبۂ اولیٰ کے مطابق ہی رسم اختیار کیا جائے۔ واللہ أعلم بالصواب

# صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین اور فنِ کتابت

## کیا صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کتابت جانتے تھے ؟

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے کتابت جاننے کے بارے میں مؤرخین کا اختلاف ہے:

◉ بعض اہل علم کا خیال ہے کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم رسم اور اِملاء کے قواعد سے ناواقف و نابلد تھے، جس کی سب سے بڑی دلیل کتابت رسم عثمانی ہے جو معروف قواعد اِملاء کے خلاف ہے۔ یہ نظریہ رکھنے والوں میں امام ابن خلدون رحمہ اللہ سرفہرست ہیں، جو اپنے مقدمہ میں لکھتے ہیں کہ ''اس غیر متمدن دور میں کتابت ابھی نابالغ تھی اور منتشر نہیں ہوئی تھی اور اپنے ابتدائی مراحل میں تھی۔'' [تاریخ القرآن وغرائب رسمہ وحکمہ]

◉ دیگر علماء کے نزدیک صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کتابت جانتے تھے اور کتابت واملاء کے قواعد سے بخوبی آگاہ تھے۔ شیخ محمد طاہر بن عبدالقادر رحمہ اللہ اپنی کتاب تاریخ القرآن وغرائب ورسمہ وحکمہ میں رقم طراز ہیں: ''متعدد دلائل کی بنیاد پر ہمارا عقیدہ جازم ہے کہ صحابہ کرام کتابت و اِملاء کے قواعد سے بخوبی واقف و آگاہ تھے۔''

① امام آلوسی رحمہ اللہ اپنی تفسیر 'روح المعانی' میں لکھتے ہیں:

''صحابہ کرام رضی اللہ عنہم رسم الخط میں پختہ اور وصل وقطع وغیرہ کے اعتبار سے کتابت واملاء کے قواعد جاننے والے تھے، لیکن قرآن مجید میں بعض مواقع پر کسی حکمت کی بناء پر رسم قیاسی کی مخالفت کی گئی ہے۔''

② یہ بات بھی مخفی نہیں ہے کہ صحابہ کرام نہایت اہم اُمور میں بادشاہوں اور امراء کو خطوط لکھتے اور ان کے خطوط کا جواب دیتے اور باہمی تجارت کے عقود ومعاہدات خود لکھتے تھے اگر ان کے مذکورہ رسائل وعقود معروف قواعد



محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



املائیہ کے خلاف ہوتے تو ضرور التباس اور قصورِ فہم کا اندیشہ پیدا ہو جاتا، لیکن تاریخ میں ایسا کوئی واقعہ موجود نہیں ہے کہ کتابت کی غلطی کی وجہ سے کوئی معاملہ ملتبس ہوا ہو۔

دارالکتب العربیہ، مصر میں ابھی تک صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی تحریریں موجود ہیں جو قواعد کتابت واملاء کے موافق ہیں، ان میں خلافِ قواعد کوئی چیز نہیں ہے۔

③ خطِ کوفی عراق کے دوشہروں حیرۃ اور الانبار کی طرف سے حجاز پہنچا اور ان دونوں شہروں میں یہ خط یمن سے آیا۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم خط کوفی میں کتابت کیا کرتے تھے جو قدیم عربی خط حمیری کی فرع ہے اور خط حمیری یمن میں منتشر اور معروف تھا۔ یہ کیسے ممکن ہوسکتا ہے کہ خط حمیری جو خط عربی کی اصل ہے، کے قواعد وضوابط نہ ہوں جب کہ خط حمیری سے ہزاروں سال پرانے خط الھیر، خط غلیفی، خط الفینیقی اور السریانی جیسے خطوط کے قواعد محفوظ ہیں، جنہیں خطوط میں تخصُّص کرنے والے حضرات جانتے ہیں۔

④ مؤرخین کا اتفاق ہے کہ مکہ میں سب سے پہلے حرب بن امیہ نے فن کتابت کو داخل کیا۔ اس نے اپنی تجارت کے دوران بشر بن عبدالملک سمیت کئی افراد سے سیکھا، پھر ان دونوں (حرب بن امیہ اور بشر بن عبدالملک) سے مکہ کے کئی افراد نے کتابت سیکھی۔ [دیکھئے: تاریخ القرآن الکریم وغرائب رسمه وحکمه]

⑤ اَب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ کیا مبتدی طلبہ اپنی مدتِ تعلیم میں اپنے خط اور املاء کو پختہ کر لیتے ہیں یا نہیں؟ خصوصاً ایسے طلبہ جن کو معاصرین نے موھوبون (اللہ کی طرف سے عطا کئے گئے) کا لقب عطا کیا ہو؟

تو اس کا جواب یہی ہے کہ خط واملاء کی جدت و پختگی کے لئے یہ مدت کافی ہے، جس کا مدارس ابتدائیہ میں مشاہدہ کیا جاسکتا ہے اور پھر ایسے ذہین اور عقل مند طلبہ جن کے مانیٹر حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ تھے، جنہوں نے سریانی زبان ۱۵ یا ۱۷ دنوں میں سیکھ لی تھی، کیا ایسے ذہین اور کتابت کے پختہ شخص سے غلطی کے ارتکاب کا گمان کیا جاسکتا ہے، خصوصاً جب وہ عہد نبوی صلی اللہ علیہ وسلم سے لے کر عہد عثمانی رضی اللہ عنہ تک کتابت کرتے چلے آئے ہوں؟ معاملہ واضح ہے، لہٰذا صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی جانب خط سے ناواقفیت، بدویت اور عدم تمدن کی نسبت کرنا غیر مناسب ہے۔

[جمع القرآن الکریم فی عهد الخلفاء الراشدین للسندی]

**اعتراض:** جب صحابہ کرام رضی اللہ عنہم قواعد کتابت و اِملاء سے واقف تھے، تو پھر انہوں نے قرآن مجید کو خلاف قواعد کیوں لکھا؟

**جواب:** ہمارے خیال کے مطابق یہ جہالت یا ناواقفیت کی وجہ سے نہیں، بلکہ رسم قرآنی کے توقیفی ہونے کی وجہ سے کیا گیا ہے، جو درحقیقت دشمنانِ اسلام کی جانب سے قرآن مجید میں تحریف وتصحیف سے حفاظت کی خاطر کیا گیا ہے، چنانچہ صحابہ کرام کو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے جیسے لکھوایا تھا، ویسے ہی انہوں نے لکھ دیا اور حفاظت قرآن جیسے متعدد عظیم مقاصد کے تحت بعض مقامات پر قواعد کتابت و اِملاء کے خلاف لکھا گیا۔

**اعتراض:** نحو وصرف (عربی گرائمر) کے قواعد تو علماء کوفہ وبصرہ نے لکھے ہیں۔

**جواب:** اس میں کوئی انکار نہیں کہ قواعد علماء کوفہ وبصرہ نے مرتب کئے ہیں، لیکن انہوں نے قواعد اپنے پاس سے نہیں گھڑ لئے، بلکہ لغت عرب کو سامنے رکھتے ہوئے قواعد کو مرتب کیا ہے، کیونکہ پہلے زبان ہوتی ہے پھر اس کے قواعد



محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



مرتب کیے جاتے ہیں، نہ کہ زبان سے ہٹ کر قواعد مرتب کر دیئے جائیں۔

[تاریخ القرآن الکریم وغرائب رسمه وحکمه]

## کتابتِ مصاحف میں رسمِ عثمانی کا التزام

کلماتِ قرآنیہ کا ایک بڑا حصہ تلفظ کے موافق یعنی قیاسی ہے، لیکن چند کلمات تلفظ کے خلاف لکھے جاتے ہیں۔ کیا رسمِ عثمانی اور رسمِ قیاسی کے درمیان فرق باقی رہنا چاہئے یا مصاحف کی کتابت وطباعت میں رسمِ عثمانی کی پابندی کرنا واجب ہے۔ یہ وہ سوال ہیں جنہوں نے علماء رسم کے علاوہ مورخین کے زاویہ فکر کو بھی بنیادی طور پر دو طبقات میں تقسیم کر دیا ہے، کیونکہ لغت عرب اور اس کے رسم الخط سمیت دنیا کی ہر زبان اپنے تطور وارتقاء کا سفر جاری رکھتے ہوئے اپنے اندر کی تبدیلیوں کی متحمل رہتی ہے اور لازمی نتیجہ کے طور اس کا رسم الخط بھی جدت ونشو نما کا متقاضی رہتا ہے، اس کے مقابلہ میں رسمِ قرآنی یا رسمِ عثمانی نے اس عام مروجہ 'اُصول نشو' کی قبولیت سے ہمیشہ توقف کیا ہے۔ قرآنی رسم کی اسی قدامت کو مدنظر رکھتے ہوئے ایک مکتبہ فکر کے نزدیک رسمِ مذکور میں چونکہ کسی تبدیلی کی گنجائش نہیں، چنانچہ طباعتِ مصحف میں اس کی پابندی کرنا لازمی ہے، جبکہ اس کے مقابلہ میں فکر کا ایک زاویہ یہ بھی ہے کہ مرورِ زمان کے ساتھ زبانوں اور ان کے رسوم الخط کی تبدیلی کا لوگوں کے مزاج وفہم پر اثر انداز ہونا ایک لازمی امر ہے، لہٰذا رسمِ قرآنی کو لوگوں کی آسانی اور مزاج کے موافق بنانے کے لیے قدیم رسمِ قرآنی میں تبدیلی کی گنجائش موجود رکھتے ہوئے رسمِ عثمانی کا التزام ضروری نہیں، گویا کہ رسمِ عثمانی کے التزام وعدم التزام کے بارے میں دو بنیادی موقف سامنے آئے ہیں۔

### قائلین عدم وجوب

اس نظریہ کے مطابق عصر حاضر میں رسمِ عثمانی کا التزام کرنے کی بجائے رائج عربی قواعد املاء پر عملدرآمد ہونا چاہئے، تاکہ عامۃ الناس کے لیے قراءت آسان ہو سکے۔

کتابت مصاحف میں عدم اتباع رسمِ عثمانی کے حوالے سے متعلق علامہ الدمیاطی رحمہ اللہ اپنی کتاب اتحاف فضلاء البشر فی القراء ات الأربعة عشر میں شیخ عزبن عبدالسلام رحمہ اللہ کا قول نقل کرتے ہیں:

''آج کل قدیم رسم الخط پر مصاحف کی کتابت کرنا جائز نہیں ہے، تاکہ جاہلوں کی طرف سے تغییر کا خطرہ نہ رہے۔''

[تاریخ القرآن وغرائب رسمه]

بعض مؤرخین نے رسمِ عثمانی کو اِختیارِ صحابہ قرار دیتے ہوئے مخالفت رسمِ عثمانی کو جائز قرار دیا ہے، جبکہ بعض کا کہنا ہے کہ رسمِ عثمانی کی اتباع فقط پہلے زمانہ میں ضروری تھی، اب نہیں ہے۔ [تنویر البصر للضبّاع رحمہ اللہ]

**جواب:** مذکورہ تمام اقوال وآثار ناقابل قبول ہیں، کیونکہ اس سے علمِ رسم کو بتدریج ترک کرنا لازم آتا ہے اور رسمِ عثمانی ایک ایسی چیز ہے جس کو سلف ثابت کر چکے ہیں، لہٰذا جاہلوں کی جہالت کی رعایت کرتے ہوئے اسے چھوڑ دینا اور اس کے مخالف لکھنا جائز نہیں ہے، خصوصاً جبکہ وہ قراءات کے بنیادی ارکان میں سے ایک ہو۔ علاوہ ازیں رسمِ عثمانی کے خلاف لکھنے سے قراءاتِ قرآنیہ اور علوم الاداء کے ضیاع کا بھی اندیشہ ہے۔ [تنویر البصر للضباع رحمہ اللہ]

### قائلین وجوب

کتابت مصاحف میں اتباع رسمِ عثمانی کے بارے میں جمہور، علماء اور آئمہ اربعہ کا یہی مذہب ہے کہ رسمِ عثمانی کی



محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

اتباع کرنا واجب ہے اور اس 'مجمع علیہ' رسم کو چھوڑ کر معروف قواعد کتابت و املاء کے مطابق لکھنا حرام ہے، کیونکہ رسم عثمانی کے مجمع علیہ ہونے میں کسی سے کوئی اختلاف منقول نہیں ہے اور یہ ایک حقیقت ہے کہ مصاحف عثمانیہ کی کتابت کرتے ہوئے بارہ ہزار (۱۲۰۰۰) صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے اتفاق رائے سے اس رسم کو صحیح اور درست قرار دیا تھا اور صحابہ کرام کی اتباع ہم پر لازم ہے۔ یہ موقف رکھنے والوں کے دلائل درج ذیل ہیں:

◉ امام بیہقی رحمہ اللہ شعب الایمان میں فرماتے ہیں:

''جو شخص مصحف لکھنا چاہے اس کے لئے ضروری ہے کہ وہ رسم عثمانی کی حفاظت کرے اور اسی کے مطابق لکھے، اس کی مخالفت کرے اور نہ ہی اس میں کوئی ردوبدل کرے، کیونکہ وہ لوگ ہم سے زیادہ عالم، دل و زبان کے سچے اور امانت دار تھے، ہمیں ان سے زیادہ بڑا عالم ہونے کی غلط فہمی میں مبتلا نہیں ہونا چاہئے۔'' [تنویر البصر للضباع]

## مذاہب اَربعہ میں رسم عثمانی کا التزام

مذاہب اربعہ کے تمام فقہاء نے مصحف کی کتابت و طباعت میں رسم عثمانی کے التزام کی ضرورت پر زور دیا ہے اور اس کی مخالفت کو ناجائز اور حرام قرار دیا ہے:

◉ امام جعبری رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ ائمہ اربعہ کا رسم عثمانی کے واجب الاتباع ہونے پر اجماع ہے۔

◉ شیخ صالح علی العود نے اپنی کتاب "تحریم کتابة القرآن الکریم بحروف غیر عربیة، مطبوع لوزارة الشئوون الاسلامیة بالسعودیة" میں اتباع رسم عثمانی کے وجوب پر ائمہ کا اجماع نقل کیا ہے۔

### ❁ مالکیہ

وقت گذرنے کے ساتھ کتابت مصحف میں جب رسم عثمانی سے مختلف صور کلمات کا دخول شروع ہوا تو امام مالک رحمہ اللہ سے استفتاء ہو، جسے امام سخاوی رحمہ اللہ اپنی سند کے ساتھ امام مالک رحمہ اللہ سے نقل کرتے ہیں کہ

''اُن سے سوال کیا گیا، اگر کوئی شخص مصحف لکھنا چاہتا ہو تو کیا وہ جدید قواعد کتابت و اِملاء پر لکھ سکتا ہے؟ تو امام مالک رحمہ اللہ نے جواب دیا: میں اس کو جائز نہیں سمجھتا، بلکہ اسے چاہیے کہ وہ پہلی رسم (رسم عثمانی) پر ہی لکھے۔'' [المقنع:۹،۱۰]

امام سخاوی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

''امام مالکؒ نے جو کہا ہے وہی حق ہے، کیونکہ اسی میں پہلی حالت کی حفاظت و بقاء ہے۔'' [مناهل العرفان:۱/۳۷۲]

امام ابوعمرو دانی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

''علماء اُمت میں سے کسی نے بھی امام مالک رحمہ اللہ کی مخالفت نہیں کی۔'' [المقنع:۹،۱۰]

### ❁ حنابلہ

رسم عثمانی کے التزام کے بارے میں اَحمد بن حنبل رحمہ اللہ کا موقف بیان کرتے ہوئے علامہ زرکشی رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

''تحرم مخالفة مصحف الامام فی واو أو یاء أو ألف أو غیر ذلك"

[مناهل العرفان:۱/۳۷۲، البرهان:۱/۳۷۹]

''کتابت واؤ، یاء اور الف وغیرہ میں رسم عثمانی کی مخالفت حرام ہے۔''

ڈاکٹر عبدالوہاب حمودہ، امام مالک رحمہ اللہ اور امام احمد رحمہ اللہ کے اقوال نقل کرنے کے بعد لکھتے ہیں:

''ہم جانتے ہیں کہ امام مالک رحمہ اللہ ۹۳ھ میں پیدا ہوئے اور ۱۷۹ھ میں فوت ہوئے اور امام احمد رحمہ اللہ ۱۶۴ھ میں پیدا

www.KitaboSunnat.com


ہوئے اور ۲۴۱ھ میں فوت ہوئے۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ پہلی اور دوسری صدی ہجری میں ہی لوگوں نے قواعد کتابت میں رسم عثمانی کی مخالفت شروع کر کے عام قواعد کتابت پر مصاحف کی کتابت کی طرف رغبت کی۔ جب امام مالک رحمہ اللہ سے اس بارے میں پوچھا گیا تو انہوں نے عام قواعد کتابت کے جواز کا فتویٰ نہیں دیا۔ اب ہمارے اوپر ان کی اتباع اور ان کے قول کی پیروی کرنا لازمی ہے۔'' [القراء ات واللھجات:ص۱۰۲، رسم عثمانی اوراس کی شرعی حیثیت:۳۳۳]

**احناف**

"المحیط البرھانی فی فقه الحنفیة" میں مکتوب ہے:

''رسمِ عثمانی کے مطابق مصحف لکھنا ہی زیادہ مناسب عمل ہے۔'' [مناھل العرفان:۳۷۲/۱]

**شافعیہ**

فقہ شافعی کی کتاب المنهاج کے حواشی میں لکھا ہے:

کلمہ [الربٰوا] واؤ اور الف کے ساتھ لکھا جائے گا، جیسا کہ رسم عثمانی میں مکتوب ہے، جبکہ یاء اور الف [الربیٰ] کے ساتھ نہیں لکھا جائے گا، کیونکہ اس کی رسم سنت متبعه ہے۔ [مناھل العرفان:۳۷۲/۱]

- **استاذ عبدالرحمٰن بن القاضی مغربی فرماتے ہیں:**

''رسمِ عثمانی کے علاوہ کسی اور رسم میں قرآن مجید لکھنا جائز نہیں ہے اور رسم عثمانی کے عامة الناس کو سمجھ نہ آنے کی علت ناقابل قبول ہے، کیونکہ اُمت کے ہر فرد پر واجب ہے کہ وہ قرآن مجید کو رسم عثمانی کے مطابق سیکھے اور پڑھے اور کسی شخص کا رسم عثمانی کے خلاف لکھنا مردود ہے، کیونکہ رسم عثمانی کے واجب الاتباع ہونے پر اُمت کا اجماع ہو چکا ہے۔''

[تنویر البصر للضباع]

- صاحب فتح الرحمٰن فرماتے ہیں:

''رسم عثمانی میں جہاں الف ہے وہاں الف لکھنا، جہاں کلمہ متصل ہے وہاں متصل اور جہاں منقطع ہے وہاں منقطع لکھنا، جہاں تاء ہے وہاں تاء کے ساتھ اور جہاں ھاء ہے وہاں ھاء کے ساتھ لکھنا واجب ہے اور جو شخص رسم عثمانی کی مخالفت کرے گا وہ گناہگار ہے۔'' [تنویر البصر للضباع]

- قاضی عیاض رحمہ اللہ کی کتاب الشفاء میں مکتوب ہے:

''مسلمانوں کا اس امر پر اجماع ہے کہ جو کچھ دوگتوں کے درمیان الحمدلله رب العالمین سے لے کر من الجنة والناس تک، وہ سب قرآن ہے، اللہ کی کلام اور وحی ہے جو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل کی گئی۔ اس میں جو کچھ موجود ہے وہ سب برحق ہے، اور جو شخص جان بوجھ کر اس میں کمی یا زیادتی کرے گا، وہ کافر ہے۔''

ان کی تائید ان کے شارحین نے بھی کی ہے، جن میں سے ملا علی قاری رحمہ اللہ اور الشھاب الخفاجی رحمہ اللہ، جو کہ کبار علماء حنفیہ میں سے ہیں، قابل ذکر ہیں کہ قرآن مجید میں زیادتی یا کمی کفر ہے، خواہ وہ حرفاً ہو، کتابۃً ہو یا قراءۃً ہو۔'' [تنویر البصر للضباع رحمہ اللہ]

- امام بغوی رحمہ اللہ اپنی کتاب شرح السنة میں فرماتے ہیں:

''جس مصحف پر معاملہ ثابت ہو چکا ہے وہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے آخری عرضات کے مطابق ہے جس کو حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے مصاحف میں لکھوانے کا حکم دیا اور باقی قطعات کو ختم کرا دیا، جس پر صحابہ کا اجماع ہو گیا، لہٰذا جو کلمہ بھی رسم عثمانی کے خلاف ہوگا وہ منسوخ تصور کیا جائے گا، لہٰذا کسی کے لئے بھی اس رسم سے ہٹ کر کچھ لکھنا جائز نہیں ہے۔''



محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com


[تحریم كتابة القرآن بحروف غير عربية]

◉ شیخ صالح علی العود اپنی کتاب تحریم كتابة القرآن بحروف غير عربية میں لکھتے ہیں کہ چند امور کی بنیاد پر اتباع رسم عثمانی واجب ہے:

* نبی کریم ﷺ نے یہ رسم خود لکھوایا۔
* عہد صدیقی اور عہد عثمانی میں بھی اسی رسم پر لکھا گیا۔
* بارہ ہزار صحابہ کرام نے اس پر اجماع کیا۔
* عہد تابعین وائمہ مجتہدین میں بھی اس پر امت کا اجماع ہے۔

◉ سعودی عرب کی مجلس هيئة كبار العلماء سے، رسم عثمانی کو چھوڑ کر جدید قواعد تحریر کے مطابق قرآن لکھنے سے متعلق سوال کیا گیا تو انہوں نے جواب دیا کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم و آئمہ سلف کی اتباع اور تحریف سے کتاب اللہ کی حفاظت کرتے ہوئے مجلس كبار العلماء کے نزدیک رسم مصحف کو رسم عثمانی کے مطابق باقی رکھنا ضروری ہے اور جدید قواعد املاء و تحریر کے موافق کرنے کے لئے رسم عثمانی کو بدلنا جائز نہیں ہے۔ واللہ الموفق

◉ شیخ محمد طاہر بن عبدالقادر رحمہ اللہ اپنی کتاب تاریخ القرآن میں ہی لکھتے ہیں:

’’بعض کلمات میں قواعد کتابت و املاء کے خلاف لکھے جانے کے باوجود رسم عثمانی کی اتباع واجب ہے، اسی لئے محاورہ مشہور ہے: ”خطان لايقاس عليهما خط المصحف و خط العروض“

’’دو خطوط پر قیاس نہیں ہوسکتا، خطِ مصحف اور خطِ عروض۔‘‘

◉ اگر قرآن مجید قواعد کی رو سے لکھا جائے تو قواعد ہر زمانہ میں بدلتے رہتے ہیں اور ان میں ارتقاء کا سلسلہ جاری رہتا ہے، لہٰذا قرآن بازیچہ اطفال بن جائے گا۔

◉ اگر رسم عثمانی سے ہٹ کر لکھنے کی اجازت دے دی گئی تو دشمنان اسلام لغت عربیہ سے ہٹ کر دوسری لغات انگلش وغیرہ میں بھی لکھنے کی کوشش کریں گے اور اعجاز القرآن کی فصاحت و بلاغت والی اصل روح ختم ہو جائے گی۔

**اعتراض:** مصحف عثمانی میں نقطے، اعراب، ترقیم آیات اور رکوع و احزاب و اجزاء کے نمبر نہیں تھے، لہٰذا اتباع رسم عثمانی میں ان کو بھی حذف کر دینا چاہئے۔

**جواب:** جب فتوحاتِ اسلامیہ کا دائرہ وسیع ہوگیا اور عرب وعجم کا اختلاط ہوا تو تصحیف اور التباس کے خطرہ سے بچنے کے لیے حجاج بن یوسف کے دور میں یہ عظیم الشان خدمت سرانجام دی گئی۔ درحقیقت یہ کام ’’جوہر حروف‘‘ میں داخل نہیں ہے، بلکہ یہ قراءاتِ صحیحہ پر دلالت کرنے کیلئے جوہر حروف سے علیحدہ فقط ’علامات‘ مقرر کی گئی ہیں۔

## شیخ صالح علی العود کی گرانقدر خدمت

اس سلسلے میں شیخ صالح علی العود نے ایک عظیم الشان خدمت سرانجام دی ہے۔ انہوں نے کتابتِ مصاحف میں رسم عثمانی کا التزام کرنے کے حوالے سے ایک سوال لکھ کر مختلف بلاد اسلامیہ میں قائم جمعیات، اسلامی اداروں، مجالس علمیہ، دارالافتاء، کبار علماء کمیٹیوں، مذہبی تنظیموں اور نامور معروف علماء ومشائخ کی طرف روانہ کیا۔

**سوال:** شیخ صالح علی العود کی جانب سے ارسال کردہ سوال یہ تھا کہ:



محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com


''کیا قرآن مجید کو رسم عثمانی کے خلاف غیر عربی حروف میں لکھنا جائز ہے؟''

اس سوال کے جواب میں تمام اہل علم، جمعیات، مجالس علمیہ، دارالافتاء اور مذہبی اداروں نے ایک متفقہ موقف اپناتے ہوئے رسم عثمانی کے خلاف غیر عربی حروف میں کتابت قرآن کی حرمت کا فتویٰ دیا۔ اگرچہ ان کی جانب سے صادر ہونے والے فتاویٰ کے دلائل اور اسلوبِ کلام مختلف ہے، مگر تمام فتاویٰ اس بنیادی نقطے پر متفق ہیں کہ

''قرآن مجید کو رسم عثمانی کے خلاف غیر عربی حروف میں لکھنا حرام ہے۔''

اختصار کے پیش نظر ان فتاویٰ جات کو تفصیلاً نقل کرنا ممکن نہیں ہے، یہاں ہم صرف غیر عربی حروف میں حرمت کتابت کا فتویٰ صادر کرنے والی مجالس علمیہ اور اہل علم کے اسماء گرامی ذکر کریں گے۔

## حرمت کا فتویٰ دینے والی مجالس علمیہ اور اہل علم کے اسماء گرامی

### مجالس علمیہ

- هيئة كبار العلماء (المملكة العربية السعودية)
- مجلس المجمع الفقهی الاسلامی (المكة المكرمة)
- وزارة العدل، دارالافتاء (جمهورية مصر العربية)
- لجنة الفتاویٰ فی الأزهر (جمهورية مصر العربية)
- لجنة من أفاضل علماء الأزهر (جمهورية مصر العربية)
- مجلس الاقراء، بدمشق (الجمهورية العربى السورية)
- وزارة الأوقاف والشؤون والمقدسات الإسلامية دائرة الافتاء العام(عمان/ اُردن)
- كلية الشريعة والدراسات الاسلامية (جامعة قطر)
- وزارة الأوقاف والشئوون الاسلاميه الهيئة العامة للفتوى (الكويت)
- وزارة الأوقاف، ادارة جامع بنی أمية (الجمهورية العربية السورية)
- جمعية علماء الهند (دهلی۔ هندوستان)
- رئاسة الشئوون الدينية انقره (الجمهورية التركية)
- مجلة الدعوة السعودية

### علماء و مشائخ

- الدكتور عبدالحليم محمود (شيخ الجامعة الازهر سابقاً)
- الشيخ محمد عبدالله دراز (من علماء الأزهر الشريف)
- الشيخ محمد عبدالعظيم الزرقانی ( مدرس علوم القرآن والحديث لكلية أصول الدين بالأزهر)
- الشيخ محمد شاكر (من علماء مصر)
- الشيخ علال الفاسی (من علماء المغرب)





محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com


- الدکتور عبدالغنی الراجحی (أستاذ الدراسات العليا بجامعة الأزهر)
- الشیخ یوسف بن عبدالرحمٰن البرقاوی الزرقاء (المملكة الاردنية الهاشمية)
- الشیخ عبدالحمید طهماز (مدرّس جامعة الامام محمد بن سعود الاسلامية بالرياض)
- الشیخ بداہ بن البوصیری (خطيب المسجد الكبير فى الموريتانية)
- الشیخ عبداللہ بن ابراہیم الانصاری (مدير إدارة إحياء التراث الإسلامي الدوحة۔ قطر)
- الشیخ سید سابق (جامعة ام القرىٰ، المكة المكرمة)
- الشیخ ابوبکر جابر الجزائری (الواعظ بالمسجد النبوی الشريف)
- الشیخ محمد علی الصابونی (أستاذ التفسير بجامعة القرىٰ مكة المكرمة)
- الشیخ محمد الغزالی (جامعة الأمير عبدالقادر للعلوم الاسلامية قسطنطنية۔الجزائر)
- الشیخ مناع القطان (الأستاذ بالمعهد العالى للقضاء فى الرياض)
- الشیخ عبدالرحمٰن صافی (من علماء الكويت)
- الشیخ الظاہر احمد الزاوی (مفتى ليبيا)
- الدکتور محمد اَحمد فراخ (جدة)
- شیخ الازہر محمد امین بدوی (مكتب شيخ الجامع الأزهر)
- الدکتور طلال عمر بافقیہ (مدير المجمع الفقهى مكة المكرمة)
- الدکتور ابراھیم بن اسماعیل (مدير مكتب رابطة العالم الاسلامى بالموريتانية)
- الشیخ عبدالعزیز السبیهین (الأمين العام لمسابقة القرآن الكريم الدولية بالرياض)
- ڈاکٹر مانع الجهنی (الأمين العام للندوة العالمية للشباب الاسلامى بالرياض)
- الشیخة زینب الغزالی (الداعية المسلمة بالقاهرة۔ مصر)
- الشیخ صالح علی العود (باريس ۔فرانس)
- السید علامہ علوی عباس المالکی (المدرس باالمسجد الحرام فى مكة المكرمة)
- العلامة المحدِّث عبداللہ بن الصدیق الغماری
- العلامہ الکبیر عبداللہ کنون
- ڈاکٹر محمد سعید رمضان البوطی (كلية الشريعة، بجامعة دمشق)
- الشیخ عبدالرزاق الحلبی (عضو مجلس القراء بدمشق)
- المحدث الکبیر الشیخ حبیب الرحمٰن اَعظمی
- علامہ شیخ محمد شفیع الدیوبندی (مفتى جمهورية الباكستان)
- الشیخ محمد عبدالرحمٰن (مفتى جزر القمر)
- الدکتور عبدالفتاح برکة (أمين عام مجمع البحوث الاسلامية فى القاهرة)


محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



* الاستاذ رابح لطفی جمعة
* الدکتور حسن باجودة (أستاذ بجامعة أُم القریٰ ۔ مكة المكرمة)
* الدکتور محی الدین الألوانی

معلوم ہوا کہ تقریباً ساری اُمت اس مسئلے پر متفق ہے کہ قرآن مجید کو رسم عثمانی کے خلاف غیر عربی حروف (لاطینی یا عجمی) میں لکھنا حرام ہے۔ مذکورہ مجالس علمیہ اور اہل علم کے فتاویٰ کی تفصیل جاننے کے لیے شیخ صالح علی العود کی کتاب تحريم كتابة القرآن الكريم بحروف غير عربية أعجمية أو لاتينية کا مطالعہ فرمائیں۔

## راجح موقف

علامہ ابوالطاہر السندی رحمہ اللہ راجح موقف اور اس کی وجوہ بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

① رسول اللہ ﷺ کے تقرر کے باعث صحابہ کرام نے اس رسم میں قرآن مجید کی کتابت کی اور رسول اللہ ﷺ کی اتباع کرنا امت پر واجب ہے۔

② اسی رسم پر عہد صحابہ میں جماعت صحابہ کا اجماع منعقد ہوا، کسی ایک صحابی سے بھی اس کی مخالفت منقول نہیں ہے۔ لہٰذا خلفاء راشدین کی اتباع کرنا بھی امت پر واجب ہے کیونکہ رسول اللہ ﷺ کا ارشاد ہے: ''تم پر میری اور میرے خلفاء راشدین مہدیین کی سنت لازم ہے۔'' [سنن ابن ماجه:۴۲]

③ زمانۂ تابعین سے اُمت کا اسی رسم پر اجماع ہے۔ امت کا اجماع حجت شرعی اور مسلمانوں کے لیے واجب العمل ہے۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: ''جس نے ہدایت واضح ہوجانے کے بعد رسول اللہ ﷺ کی نافرمانی کی اور مومنین کے راستے سے ہٹ گیا تو ہم اس کو اس طرف پھیر دیں گے اور اس کو جہنم میں ڈالیں گے اور وہ بُرا ٹھکانہ ہے۔'' [النساء:۱۱۵]

④ رسم عثمانی میں متعدد اہم فوائد شامل ہیں خصوصاً یہ کہ رسم عثمانی میں مختلف قراءات اور منزل من اللہ حروف شامل ہوسکتے ہیں اور اس رسم کی مخالفت سے یہ تمام فوائد متروک ہوجائیں گے۔

[صفحات فی علوم القراءات:ص۱۸۰،۱۸۱]

## رسم عثمانی کی خصوصیات وفوائد

کئی اہم خصوصیات کی بناء پر رسم عثمانی، عام عربی خط پر فوقیت کا حامل ہے۔ رسم عثمانی کے تمام رموز واشارات سے واقفیت محال ہے۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ نے رسم مذکور کے چند رموز واسرار کو بعض لوگوں کے مزاج کے موافق واضح فرمایا: لیکن اکثر رموز سے اب بھی انسانی عقل بعید ہے۔ رسم عثمانی کی چند اہم خصوصیات درج ذیل ہیں:

### * مخفی اور پوشیدہ معانی کی طرف راہنمائی

رسم عثمانی کی ایک عظیم الشان خصوصیت یہ بھی ہے کہ اس میں اختیار کیا گیا طرز کتابت ظاہری معنی کے علاوہ کسی پوشیدہ معنی کی طرف بھی اشارہ کررہا ہوتا ہے۔ جیسے اللہ تعالیٰ کا یہ فرمان ہے:[ وَالسَّمَاءَ بَنَيْنَاهَا بِأَيْيدٍ] [الذاريات:۴۷] یہاں معروف رسم الخط کے خلاف [ بايید ] یا ئین کے ساتھ مرسوم ہے، اس طرح یہاں ایک خفیہ مفہوم یہ ملتا ہے کہ [ أييد ] سے مراد بجائے ہاتھ کے وہ مادہ ہو جس سے آسمان بنایا گیا ہے جو بھی انسان



محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com


کے علم میں نہیں آیا، فقہی قاعدہ ہے کہ حروف کی زیادتی معنی کی زیادتی کا سبب بنتی ہے۔
[رسم عثمانی اور اس کی شرعی حیثیت: ص۲۵۹]

* رسول اللہ ﷺ سے اتصال سند کا ذریعہ

اُمت محمدیہ اس معاملہ میں تمام اُمتوں سے ممتاز ہے کہ اس کا ہر فرد جو کسی استاد سے مشافہۃ قرآن مجید کا کوئی حصہ پڑھتا ہے تو اس کا سلسلہ سند رسول اللہ ﷺ تک پہنچتا ہے۔ چنانچہ رسم عثمانی چونکہ رسول اللہ ﷺ سے منقول ہونے کی وجہ سے صحابہ کرامؓ کے اجماع کے بعد ہم تک پہنچا۔ اس لیے رسم عثمانی کے مطابق مصحف کی قراءت براہ راست رسول اللہ ﷺ کی تعلیمات اور ان کے دیئے ہوئے رسم کے موافق ہوگی۔ نتیجتاً رسم عثمانی قرآن مجید پڑھنے والے کا سلسلہ سند رسول اللہ ﷺ تک پہنچانے کا ذریعہ بنے گا۔

* اہل کتاب کی تحریفات سے حفاظت کا ذریعہ

بعض علماء نے رسم عثمانی کے اسرار و رموز میں قابل ذکر بات فرمائی ہے کہ قرآن مجید کا مذکورہ رسم دراصل اہل کتاب کے لیے ایک حجاب ہے اور پردہ کا ذریعہ ہے، تاکہ وہ قرآن مجید میں اپنی کتب کی طرح اپنی تحریفات کا دروازہ نہ کھول سکیں۔ لہٰذا رسم عثمانی امت مسلمہ کے لیے انعام الٰہی ہے جس کے ذریعے غیر شعوری طور پر قرآن مجید کی حفاظت کا انتظام ہر وقت موجود رہا ہے۔ [رسم عثمانی اور اس کی شرعی حیثیت: ص۲۶۲]

* شکل اور حروف میں اصل پر دلالت:

مثلاً اصل کے اعتبار سے حرکات کو حروف کی شکل پر لکھنا، جیسے وإیتائ ذی القربیٰ، سأوریکم، ولأوضعوا یا الف کے بدلے میں واؤ لکھنا، جیسے الصلوٰۃ، الزکوٰۃ

* بعض فصیح لغات پر دلالت

جیسے ہائے تانیث کو قبیلہ 'طی' کی لغت میں تاء مجرورۃ کی شکل میں لکھا جاتا ہے اور قبیلہ ہذیل کی لغت میں بلا جازم فعل مضارع سے یاء حذف کر دی جاتی ہے اور قرآن مجید میں اس کی مثال ﴿ يَوْمَ يَأْتِ لَا تُكَلَّمُ نَفْسٌ ﴾ ہے۔

* بعض کلمات میں وصل و قطع سے مختلف فوائد کا حصول

رسم عثمانی کی ایک عظیم الشان خصوصیت یہ ہے کہ اس میں موجود قاعدہ وصل و فصل کی بدولت مفصول کلمات میں ایک سے زائد معانی کا پتہ چلتا ہے، جیسے أم من یکون، أمن یمشی سویا، اگر اَم کو مَنْ سے علیحدہ لکھا جائے تو بل کا معنی دیتا ہے۔ مذکورہ دونوں مثالوں میں سے پہلی مثال میں اَم بمعنی بل ہے۔

* ایک رسم کے ساتھ لکھے ہوئے لفظ سے مختلف قراءات کا حصول

مثلاً وما یخدعون إلا أنفسهم اور وتمت کلمت ربك میں اگر پہلے لفظ کو یخادعون لکھا جاتا تو یخدعون کی قراءت فوت ہوجاتی اور دوسرے لفظ میں کلمات لکھا جاتا تو کلمت مفرد کی قراءت فوت ہوجاتی۔

* قرآن مجید کے محافظ علوم کی عظمتِ شان کو سامنے رکھتے ہوئے تلاوت کا حق ادا کرنا۔
* عامۃ الناس کو اسلاف کی خدمات اور کتابت کی ابتدائی ہیئت و کیفیت سے متعارف کروانا۔

*———*———*


محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

قاری رشید احمد تھانوی☆

# رسمِ عثمانی اور پاکستانی مصاحف کی صورتِ حال

جامعہ لاہور الاسلامیہ سے منسلک ادارہ مجلس التحقیق الاسلامی کے آرگن ماہنامہ 'محدث' میں گذشتہ مہینوں میں 'علم قراءات' پر عالم اسلام کی مایہ ناز شخصیت امام القراء الشیخ عبدالفتاح القاضی رحمہ اللہ کی گراں مایہ تصنیف تاریخ المصحف الشّریف کا اُردو ترجمہ چار قسطوں میں پیش کیا جاچکا ہے۔ فاضل مؤلف رحمہ اللہ نے اپنی کتاب میں طباعتِ مصحف کے حوالے سے معیاری مصحف کی تیاری کے ضمن میں مختلف ممالک میں کی گئی کاوشوں کا ایک جائزہ بھی پیش کیا ہے۔ اس سلسلہ میں مملکتِ خداداد پاکستان میں بھی اہل فن مختلف اَدوار میں کوشش فرماتے رہے ہیں۔ شیخ القراء جناب قاری اَحمد میاں تھانوی ﷾، جو کہ محکمہ اَوقاف کے تحت لجنة تصحیح المصاحف کے رکن بھی ہیں، نے اس اہم ضرورت کا احساس کرتے ہوئے محکمہ اَوقاف کے زیراہتمام داتا دربار کمپلیکس میں مطبوع مصاحف کے ضمن میں رسم وضبط کی غلطیوں سے آگاہی اور تدارک کے حوالے سے ایک علمی سیمینار کا انعقاد فرمایا، جس میں قرآن کریم کی طباعت سے تعلق رکھنے والے متعدد اداروں کو بھی مدعو کیا۔ متعدد علمی شخصیات نے اس سیمینار میں موضوع کی مناسبت سے مختلف موضوعات پر مقالہ جات پیش فرمائے۔ جناب قاری اَحمد میاں تھانوی ﷾ کی طرف سے کلّیة القرآن، جامعہ لاہور الاسلامیہ کے بعض متعلقین کو بھی ۲۰ متعدد روایات کی طباعت کے عالمی مشروع ''جمع کتابی'' سے منسلک ہونے کے حوالے اس علمی پروگرام میں شرکت کی دعوت دی گئی۔

موضوع کی نزاکت واہمیت کی غرض سے اس پروگرام میں پیش کردہ بعض تحقیقی مقالات کو ہم ہدیۂ قارئین کررہے ہیں۔ سیمینار کے ذمہ داران کے مشورہ کے مطابق اِشاعت کے لیے تین مضامین کا انتخاب کیا گیا ہے۔ فی الحال استاذ القراء جناب قاری محمد ادریس العاصم ﷾ اور قاری اَحمد میاں تھانوی ﷾ کے فرزند اَرجمند قاری رشید احمد تھانوی ﷾ کے مفید مقالہ جات کو ہم اس شمارہ کی زینت بنارہے ہیں، جبکہ اس حوالے سے ڈاکٹر محمود الحسن عارف ﷾ کے قیمتی مقالہ کو رشدُ قراءات نمبرُ (حصہ دوم) میں شامل اِشاعت کردیا جائے گا۔ [ادارہ]

قرآن مجید سات حرفوں یعنی سات نوعیتوں والی مختلف قراءات کے ساتھ نازل ہوا ہے۔ اس وجہ سے اُمتِ مسلمہ کا یہ حق بھی ہے اور فرض بھی کہ وہ قرآنِ مجید کو ان متواتر قراءات کے ساتھ اور اسی لب ولہجہ میں سیکھے اور محفوظ رکھے جس میں آپ ﷺ نے براہ راست صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو سکھایا تھا۔ ارشادِ نبوی ﷺ ہے:

«إِنَّ هٰذَا الْقُرْاٰنَ أُنْزِلَ عَلٰى سَبْعَةِ أَحْرُفٍ فَاقْرَءُ وا مَا تَيَسَّرَ» [صحیح البخاري:۲۲۴۱]

☆ استاذ القراءات، دار العلوم الاسلامیہ، کامران بلاک، علامہ اقبال ٹاؤن، لاہور۔ فاضل مقالہ نگار نے 'تفسیر قرآن حکیم پر اختلافِ قراءات کے اثرات کا ایک جائزہ' کے عنوان سے علامہ اقبال اوپن یونیورسٹی سے ایم فل کی ڈگری لی ہے۔

''بے شک یہ قرآن سات حروف پر نازل ہوا ہے، تو ان میں سے جو آسان ہو وہ پڑھو۔''

سیدنا علی رضی اللہ عنہ کا ارشاد ہے:

إِنَّ رَسُولَ اللهِ يَأْمُرُكُمْ أَنْ تَقْرَءُوا كَمَا عُلِّمْتُمْ فَاقْرَءُوا كَمَا عُلِّمْتُمْ [مُسند أحمد:٧٩١]

''رسول کریم ﷺ حکم دیتے ہیں کہ ایسے پڑھو جیسے تمہیں سکھایا گیا ہے، تو جیسے تمہیں سکھایا گیا ہے ویسے ہی پڑھو۔''

رسول اللہ ﷺ نے قرآن حکیم کی زبانی حفاظت کے ساتھ ساتھ اس کی تحریری حفاظت کا بھی مکمل اور بھرپور اہتمام فرمایا۔ چنانچہ جب کوئی آیت نازل ہوتی آپ ﷺ اس کو اسی طرح کاتبین وحی، جن کی کل تعداد خلفائے اربعہ سمیت چالیس سے زیادہ ہے، سے لکھواتے اور تفصیل بھی بتلاتے کہ اس کو کس طرح اور کہاں لکھا جائے۔ لہٰذا یہ آیات پتھر، ہڈی، چمڑا یا کاغذ وغیرہ پر لکھ لی جاتی تھیں بعد میں ان کو ایک جگہ جمع کیا گیا۔ علامہ جلال الدین سیوطی رحمہ اللہ کے بیان کے مطابق یہ جمع تین دفعہ ہوئی ہے:

① عہد نبوی میں ② عہد صدیقی میں ③ عہد عثمانی میں

آج کے زمانہ میں قرآنِ حکیم اُمت محمدیہ کے پاس دو شکلوں میں محفوظ ہے:

نمبر ❶ حفاظ کے سینوں میں ملفوظ (تلاوت)

نمبر ❷ مصاحف میں مکتوب (کتابت)

تلاوت اور کتابت دونوں کو اسی خاص طریقہ کے مطابق ہونا چاہئے جس کی تعلیم نبی کریم ﷺ نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو دی تھی۔ تلاوت کا اسی خاص طریقہ کے مطابق ہونا تو بالکل واضح بات ہے۔ البتہ کتابت کا اسی طریقہ کے مطابق ہونا آج کے دور میں اور بھی زیادہ ضروری ہوگیا ہے، اس لئے کہ آج کے زمانہ میں تلاوت کی صحت کا دارومدار لکھے ہوئے مصاحف پر ہی ہو چکا ہے اور تلاوت کا مدار اس طرح حفظ پر نہیں رہا، جیسا کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے دور میں تھا۔ نیز لکھے ہوئے قرآن کے اَصل عربی متن کا بنیادی ماخذ (Original Source) آج کے کسی کاتب کا لکھا ہوا یا کسی ناشر کا چھاپا ہوا مصحف نہیں ہے۔ بلکہ اصل ماخذ (Original Source) تو سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ کے لکھوائے ہوئے وہ مصاحف ہیں جن کی کتابت کاتبِ رسول ﷺ سیدنا زید بن ثابت رضی اللہ عنہ کی سربراہی میں کی گئی تھی اور اس کتابت کی صحت پر بارہ ہزار صحابہ کا اجماع منعقد ہوا تھا۔ تاہم آج کے مصاحف اگر بالکل اسی طریقہ یا کتابت کی سو فیصد نقل ہوں، جیسا کہ اس فن کے علماء اور ماہرین نے بیان کیا ہے، تو بلاشبہ اِن مصاحف کو بھی اسی طرح اصل ماخذ (Original Source) کا درجہ دیا جا سکتا ہے۔ کتابتِ قرآن کے سلسلہ میں یہ سمجھنا نہایت ضروری ہے کہ خط اور رسم میں کیا فرق ہے؟

## خط کی تعریف

رسم الحروف الهجائية وتصويرها بشكل جميل زاهٍ يساعد على تفسير المقصود بسهولة ويسر" [الخط العربي الإسلامي:ص٨]

''حروف تہجی کو اس طرح خوبصورت اور سنوار کر لکھنا کہ سہولت اور آسانی سے مقصود معلوم ہو جائے''۔

اس کو عام زبان میں فونٹ Font خطاطی یا کیلی گرافی کہا جا سکتا ہے۔

## رسم کی تعریف

تصویر اللفظ بحروف هجائية بتقدير الابتداء به والوقف عليه [سمیر الطالبین: علی الضبّاع: ۲۷]

''لفظ کے حروفِ تہجی کو اس طرح لکھنا کہ اس کی ابتداء اور وقف واضح ہو جائیں۔''

رسم الخط میں فرق کی مثال: مَالِكِ (میم کے بعد الف لکھا گیا ہے) مٰلِكِ (میم کے بعد الف نہیں لکھا گیا ہے، بلکہ میم پر کھڑی زبر ہے)

<u>خط میں فرق کی مثال:</u> ملک (خطِ نستعلیق)، مٰلِكِ (خط نسخ)، مٰلِكِ (خط دیوانی) اور ملك (خط کوفی)۔ حروف کی تعداد ایک جیسی ہے، لیکن لکھنے کا سٹائل مختلف ہے۔

<u>رسم کی دو قسمیں ہیں</u>

نمبر ❶ رسم قیاسی: الصّلاة (لام کے بعد الف لکھنا)

رسم قیاسی سے مراد یہ ہے کہ ایک لفظ میں جتنے حرف بولنے میں آتے ہیں کسی تبدیلی کے بغیر صرف وہی حرف لکھے جائیں، یعنی مرسوم ملفوظ کے عین مطابق ہو۔

نمبر ❷ رسمِ عثمانی: یعنی قرآنی کلمات کو اس مخصوص ہجاء کے مطابق لکھنا جو صحابہ کرامؓ نے اختیار کیا تھا۔

دراصل علم الرسم الفاظ کے ہجاء (spelling) سے متعلق ہے۔ یعنی کلمہ کی ابتداء کہاں سے اور انتہاء کہاں ہے؟ اس میں کتنے حرف ہیں؟ کون سے حروف لکھنے میں آئیں گے اور کون سے نہیں؟ جبکہ فن خط یا کتابت حروف کی شکل وصورت، بناوٹ اور خوبصورتی سے بحث کرتا ہے۔ عربی میں بہت سے حروف ایسے ہوتے ہیں جو لکھے تو جاتے ہیں، پڑھے نہیں جاتے۔ مثلاً:

أُولَـٰئِكَ میں واؤ لکھی ہوئی ہے، لیکن پڑھی نہیں جاتی، لام کے بعد الف لکھا ہوا نہیں، لیکن پڑھا جاتا ہے اور بہت سے حروف ایسے ہوتے ہیں جو پڑھے جاتے ہیں، لیکن لکھے نہیں ہوتے۔ مثلاً: مٰلِكِ میں میم کے بعد الف نہیں لکھا جاتا، لیکن پڑھا جاتا ہے۔ اسی طرح کلمہ الرَّحْمٰنُ میں الف نہیں لکھا جاتا، لیکن پڑھا جاتا ہے۔ عمر میں اگر واؤ لکھی ہوئی نہ ہو تو عُمَرُ ہے اور عمرو اگر واؤ لکھی ہوئی ہو تو (عَمْرٌ) ہے۔ واؤ سے فرق کیا جاتا ہے۔

علماء رسم کے نزدیک قرآن مجید کی کتابت میں لکھنے کا انداز یعنی خط مختلف ہونا جائز ہے، لیکن ہجاء (spelling) جو کہ رسم الخط کا موضوع ہے، اُس میں تبدیلی جائز نہیں ہے۔ مثلاً مٰلِك کو (مَالِكِ) الف سے لکھنا جائز نہیں، کیونکہ اس سے ایک متواتر قراءت کا انکار لازم آتا ہے۔

## موجودہ زمانہ میں کتابتِ قرآن

کتابتِ قرآن کے لئے مختصر طور پر دو اَمر ملحوظِ خاطر رکھنا ضروری ہیں:

① کتابت قرآن کے مخصوص رسم الخط یعنی 'رسم عثمانی' کے مطابق ہونا تاکہ کسی متواتر قراءت کا انکار لازم نہ آئے (اور وقف اور ابتداء صحیح ہو سکے) اس کو معلوم کرنے کے لئے اصل مصاحفِ عثمانیہ کے علاوہ مندرجہ ذیل کتب سے بھی مدد لی جاسکتی ہے:

◉ المقنع از امام ابوعمرو الدانی رحمہ اللہ

◉ الرائیة ازامام شاطبی رحمہ اللہ مع شروحات
◉ دلیل الحیران شرح موردالظمآن ازعلامہ المارغنی التونسی رحمہ اللہ
◉ جامع البیان ازامام ابوعمرو دانی رحمہ اللہ
◉ النشر فی القراء ات العشر ازامام جزری رحمہ اللہ
◉ مُختصر التبیین ازابوداؤد رحمہ اللہ
◉ نثر المرجان فی رسم نظم القرآن ازعلامہ محمد غوث بن ناصرالدین رحمہ اللہ [۷ جلدوں میں ہے]

اس کے علاوہ پاکستان وبیرون پاکستان طبع ہونے والے مستند ومعتبر مصاحفِ قرآنیہ بھی معاون ہوسکتے ہیں۔

② دوسرا اَمر یہ ملحوظ رکھا جائے کہ کتابت اس طرح ہو کہ الفاظ قرآنیہ درست تلاوت کئے جاسکیں۔یعنی پڑھنے والے کو مغالطہ نہ ہو اور لفظ آپس میں خلط ملط نہ ہوں۔نیز متصل کلمات کو ملا کر اور منفصل کلمات کو جدا کرکے لکھا جائے۔ موجودہ دور میں موٹی قلم کا رواج عام ہوگیا ہے اور کاتبین حضرات قلم موٹی استعمال کرتے ہوئے الفاظ کو تنگ اور قریب کردیتے ہیں تاکہ موٹی کتابت بھی کم صفحات میں مکمل ہوجائے۔حالانکہ اس کی وجہ سے عوام جو کہ صرف ناظرہ قرآن پڑھنا جانتے ہیں، بالکل غلط تلاوت کرتے رہتے ہیں۔لہٰذا موٹی قلم کے ساتھ کھلی جگہ استعمال کی جائے تاکہ الفاظ آپس میں خلط ملط نہ ہوں۔

**حرکات ونقاط**

یہ ایک مسلمہ تاریخی حقیقت ہے کہ اصل مصاحفِ عثمانیہ تو نقطوں اور حرکات سے بالکل خالی تھے۔اس کی مصلحت یہ تھی کہ لکھا ہوا مصحف تمام متواتر قراءات کو شامل رہے،لیکن بعد میں عام غیرعربی دان قرآن پڑھنے والوں کی سہولت کے لئے نقاط اور حرکات وضع کی گئی تھیں۔چنانچہ اگر حرکات برمحل اور واضح نہ ہوں تو ان کا مقصد ہی فوت ہوجاتا ہے اور بجائے سہولت کے مزید دقت کا باعث ہوجاتا ہے،کیونکہ نقطوں، زبر، زیر، پیش، شد، مد، کھڑی حرکات وغیرہ کے بالکل قریب قریب ہونے سے علامات وحروف آپس میں خلط ملط ہوجاتے ہیں۔اس سے تو بہتر تھا کہ یہ حرکات نہ ہی لگائی جاتیں۔لہٰذا کتابت میں اس بات کا خیال ضرور رکھا جائے کہ کلمات میں مناسب فاصلہ ہو، نیز حرکات برمحل لگانا اَزحد ضروری ہے جو کہ آج کل کے بعض مصاحف میں مفقود ہے۔

<u>مختصر یہ کہ حسب ذیل چند امور پر توجہ کی جائے:</u>

① قرآن حکیم کے مخصوص رسم الخط (رسم عثمانی) کی موافقت
② امام عاصم کوفی رحمہ اللہ کی قراءت کیلئے مصحف کوفی کی مناسبت
③ فن کتابت وخطاطی کی رو سے الفاظ کی تکمیل، جوڑ، صحت وخوبصورتی وغیرہ
④ حرکات وسکنات کی صحت اور برمحل ہونا
⑤ سطروں میں آیات وکلمات قرآنیہ کی ترتیب وتنظیم
⑥ آیات کا درست شمار نمبر
⑦ رموز اَوقاف کی صحت